بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ القرآن

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ الحدیث

ہزارہا فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

مجموعۃ الفتاویٰ

المعروف بہ

# انوارِ شریعت

حصہ اول تا ہشتم

جلد اول

از افادات

مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتبہ

مولانا مفتی محمد اسلم قادری رضوی علوی

سُنّی دار الاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

ہزاروں فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

# انوار شریعت

المعروف بہ

# جامع الفتاویٰ

حصہ اول تا ہفتم

## جلد اول


از افادات

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتبہ

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی





سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

اشاعتی ضابطہ

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ


نام کتاب: انوار شریعت المعروف بہ جامع الفتاویٰ

ترتیب وتدوین: مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

نظر ثانی: مولانا محمد اسحاق ظفر

کمپوزنگ: ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

کمپیوٹر گرافکس: قاضی محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان

پروف ریڈنگ: مولانا محمد عظیم، خواجہ وقار احمد چشتی

قیمت ..............

ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد

ملنے کے پتے

☆ ضیاء العلوم پبلی کیشنز 128ے بازار تلواڑاں راولپنڈی
Fax-4580404 0333-5166587
Emil:ziauloom@isb.paknet.com.pk

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

# عرضِ ناشر

انسانی زندگی کو کامیابی وکامرانی سے گزارنے کیلئے اسلامی تعلیمات اور احکامات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ دین اسلام اپنی ہمہ گیر آفاقی اور جامع احکامات کے باعث اتنا وسیع حلقہ رکھتا ہے کہ اس کی گہرائی وگیرائی تک پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ ائمہ دین اور مجتہدین کرام نے اپنے اپنے ادوار میں پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا اور انہیں کتابی شکل میں ترتیب دیا۔ اسلاف کرام کے انہی علمی جواہر پاروں کے مجموعے کا نام فقہ اسلامی ہے۔

سلف صالحین نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال کرتے ہوئے دنیا کو پیش آمدہ مسائل کا نہ صرف حل بتایا بلکہ ایسے جامع اصول مرتب فرما دیئے کہ آنے والی نسلوں کیلئے مسائل کا استخراج واستنباط آسان ہو گیا۔ قدیم ذخائر میں مسائل اعتقادیہ وفقہیہ کا وافر حصہ عربی وفارسی زبان میں موجود ہے۔ مگر اردو زبان کا دامن معرفت اس خزینہ سے بڑی حد تک خالی تھا۔ اور جو در آبدار تھے وہ بھی یکجا نہ تھے۔ اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی ذمہ داری محترم جناب مولانا محمد اسلم علوی نے پوری فرمادی ہے۔

زیرِ نظر کتاب " انوارِ شریعت " ( جامع الفتاویٰ ) مولانا محمد اسلم علوی کی مرتبہ ہے۔ آپ نے مسلکِ حقہ اہل سنت وجماعت کی کئی نایاب اور انتہائی قیمتی کتب کو دور افتادہ اور عدم توجہی کا شکار ذخائرِ علم سے انتھک کاوشِ روز وشب کے بعد ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کے کئی علمی شاہکار آپ کے علمی تبحر پر دلالت کرتے ہیں۔ بہت سے مشائخ عظام کی بیش بہا تصانیف کے تراجم آپ نے کیے ہیں۔ جامع الفتاویٰ کی ترتیب وتدوین اہل سنت وجماعت پر آپ کا احسانِ عظیم ہے کیونکہ اس میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ اہلسنت وجماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل اور مدلل بحث کے علاوہ مرزائیوں کے رد میں بھی مدلل فتاویٰ شامل ہیں۔ اگر کوئی بھی ذی شعور باہوش وحواس اس فتاویٰ کا غیر جانبداری سے مطالعہ کرے تو وہ اپنی ہدایت کے لیے مکمل رہنمائی پائے گا۔

جامع الفتاویٰ میں علامہ موصوف نے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خان بریلوی، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں گرانقدر مسائل فقہ کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب حق اہلسنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن کتابت کے ساتھ منظر عام پر آیا جس میں بے شمار لفظی اغلاط کے علاوہ عربی عبارات کے نقل کرنے میں بہت زیادہ بے توجہی اختیار کی گئی تھی۔ اب یہ کتاب جدید انداز میں کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے اور حتی الامکان غلطیوں کو درست کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے نہایت قیمتی تحفہ ہے۔ قارئین اس کے مطالعہ سے یقیناً فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے عقائد اور ایمان کو مضبوط کریں گے۔ اس کتاب کو اصلاح عقائد میں اہم مقام حاصل ہے۔

تحریر کو اس کے معنوی و صوری حسن کے ساتھ سطح قرطاس پر لانا بھی ایک فن ہے۔ عبارات کی پیرا بندی اور اقتباسات کو ان کے خد و خال کے ساتھ لکھنا علم و ہنر کے بغیر بہت مشکل ہے۔ اس نئی اشاعت کو کتابت و کیلی گرافی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ''ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر'' کے احباب عزیزم محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان خصوصاً مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر زید مجدہٗ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حافظ صاحب نے بڑی دلجمعی اور جانفشانی کے ساتھ ان ساتھیوں کے ہمراہ اس کتاب کو فنی خوبصورتیوں سے مزین کیا ہے۔ ان کی شبانہ روز محنت، لگن اور قلبی خلوص نے اس کتاب کی دلکشی اور جاذبیت میں بے انتہاء اضافہ کر دیا ہے۔ صاحب ذوق اور فن کی باریکیوں میں نظر رکھنے والے حضرات یقیناً اس سے محظوظ ہوں گے۔

''ادارہ'' کی شروع سے یہی کوشش رہی ہے کہ ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے جن سے اعلیٰ اسلامی و اخلاقی اقدار کا تحفظ ہو اور مسلک اہل سنت کی صحیح تصویر کشی اور ترجمانی ہو۔

الحمد للہ! ہم تحدیث نعمت کے طور پر فخر سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ عوام کا بے پناہ اعتماد اس بات کا گواہ ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں ہم اپنی ان کوششوں اور خدمات کو مزید آگے بڑھانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

اللہ رب العزت سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مارچ 2004ء

## حصہ پنجم: از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

## حصہ ششم: از فتاوی مناظر اسلام مولانا علامہ حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

**حصہ ہفتم:** از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

# ﴿حرفِ آغاز﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْاَمِیْنِ ☆
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ☆

**اما بعد:**

یہ کتاب مستطاب " جامع الفتاوٰی " جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے چند کتب فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں گرانقدر مسائل فقہ کو نہایت مدلل طریق سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب برحق اہل سنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ "جامع الفتاویٰ" کا انتخاب اہل سنت وجماعت کے جن نامی گرامی علمائے کرام کی کتب افتاء سے کیا گیا ہے ان میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کا اسم مبارک سرِ فہرست ہے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ عرب وعجم کے اہل علم کو آپ کے علمی تبحر کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اکثر مقتدر ہستیوں نے آپ کو اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ نبی اکرم سرور انبیاء علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہو کر لکھنا آپ کا واحد نصب العین ہے اور آپ تمام اہل اسلام کا رشتہ عشق رسول سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں وہ تقاضات حب رسول کو کیفیات جذب وشوق اور عالم فریفتگی ووارفتگی سے ہم آغوش دیکھنا چاہتے ہیں، اسی لئے کسی بزرگ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا ہے:

"ہم رضائش در رضائے مصطفیٰ | زاں سبب شد نام او احمد رضا"

ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل آپ کی درخشاں تصنیفات ہیں جو کہ تقریباً پچاس قسم کے علوم وفنون پر حاوی ہیں جن میں فتاویٰ رضویہ بھی ایک قابل قدر شاہکار ہے۔ آپ چودہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور تقریباً پچاس سال تک فتویٰ نویسی کی قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے اور آپ کا مقام فقہ اسقدر بلند ہے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل سطور کو پڑھنے کے بعد بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی نے اپنے مقالہ "رضا کا مقام فقہ" میں رقم فرمائی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اعلحضرت کے امام معاصر صاحب فتاویٰ سے پوچھا گیا "مسجد میں دیوار

انہوں نے غیر مدلل وغیر مفصل جواب تحریر کیا کہ "تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے" فقط۔

یہی سوال حضرت فقیہ اعظم بریلوی سے ہوا اور مجیب اول کا جواب بھی سامنے آیا۔ یہ جواب اس کے فتاوی میں چھپ چکا تھا۔ جواب کے لئے قلم اٹھا اور بطور تمہید ارشاد فرمایا

"تحریر مذکور صواب سے بیگانہ مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ نہ کسی کتاب معتمد سے اس کی کراہت متعین۔ نہ ایسی نقل مجہول۔ کسی طرح قابل قبول بلکہ کتب معتمدہ سے اسکا بطلان روشن جن سے کرنہ بیٹھ پر رمز پر دو برالحسن۔"

اس مختصر تمہید کے بعد جواب تحریر فرمایا تیرہ معتمد کتب وفتاوی سے مسئلہ کو واضح فرماتے ہوئے مجیب کے کلام "بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے۔" اس کے متعلق تحریر فرمایا کہ

"مجیب کو شاید یہ شبہ ہوا کہ دیوار مسجد وقف ہے اور وقف پر تصرف ناجائز کہ مسجد کی دیوار جس غرض کے لئے بنائی گئی اس میں تیمم داخل نہیں لہذا دیوار مسجد سے تیمم مکروہ ارشاد فرمایا یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا ورنہ مکروہ نہیں حرام ہوتا نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار تیمم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک۔ ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل۔"

اعلیٰحضرت قدس سرہ کی سند حدیث گیارہ واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اور سند فقہ تیس واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔

جامع الفتاوی میں حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی بھی شامل ہیں۔ یہ بزرگ ہستی اعلیٰحضرت کے جگر گوشہ ہیں جنھوں نے آپ کی علمی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ جامع الفتاوی میں آپ کے فتاوی شامل ہونا عین سعادت ہے۔

خلیفہ مجاز صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوی بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جامع الفتاوی کی زینت ہے۔ آپ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے معروف تلامذہ میں ذرا یکتا اور خلیفہ مجاز ہیں۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی تھی۔ آپ نے قرآن پاک کی نہایت جامع اور مختصر تفسیر بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی دوسری کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً "الکلمۃ العلیاء" "اطیب البیان" "سوانح کربلا" "

''کتاب العقائد'' وغیرہ کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

جامع الفتاوی کی نمایاں خوبی یہ بھی ہوگی کہ اس میں نائب اعلحضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی بھی اپنی علمی جولانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔ آپ کی ذات گرامی اور نام نامی سے پاک و ہند، عرب و افریقہ کا ہر ذی علم واقف ہے۔ خالق و مالک نے آپ کو ظاہری حسن و کمال کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی مدارج میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اہل اسلام اس سے تا ابد فیض پاتے رہیں گے۔ آپ نے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (فیصل آباد) کی بنیاد رکھی جو آج بھی اپنی علمی ضیاء پاشیوں میں مصروف ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں ان کے فتاوی جو کہ اس دور میں تقریباً نایاب ہیں کو بھی جامع الفتاوی میں شائع کیا گیا ہے تاکہ یہ تحقیقی فقہی سرمایہ بھی قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ اہل علم اس گم گشتہ گنج علم و عرفان کو پا کر یقیناً روحانی طور پر مسرور و بہرہ مند ہوں گے۔

اس صد تحسین دینی خدمت کا سہرا مجاہد اہل سنت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی کے سر ہے جنہوں نے ہمارے مسلک کی بہت سی نایاب کتب کو دور افتادہ ذخائر علوم سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کسی نہ کسی علمی شہکار کو منظر عام پر لاتے ہی رہتے ہیں بہت سے مشائخ کرام کی تصانیف کے تراجم شائع فرماتے ہیں۔ اب جامع الفتاوی کی اشاعت کا اہم کام سر انجام دے رہے ہیں جس میں دیوبندیوں اور وھابیوں کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث و مدلل جوابات کے علاوہ مرزائیوں اور رافضیوں کے رد میں بھی مدلل فتوے شامل ہیں۔ اگر کوئی مرزائی یا اہل تشیع تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کرے تو وہ یقیناً تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی جامع الفتاوی کے مکمل تیس حصے شائع فرمانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ آٹھ حصے اشاعت پذیر ہو کر آپ تک پہنچ چکے ہیں باقی بائیس جلدیں بھی ان شاء اللہ تکمیل اشاعت سے ہمکنار ہوں گی۔ اللہ تعالی استفادہ و عمل کی توفیق دے آمین۔

خادم اہل سنت
حکیم محمد سلیم چشتی
(ایف۔اے)

# حصہ اوّل:

## از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

## مسئلہ:

از امرتسر کٹڑہ کرم سنگھ کوچہ تکڑ اشاہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبد الغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہ سبحانہ: مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا زوجین عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے اولاد بھی ہوئی اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہوکر صبغ عقائد کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہوکر علیٰ رؤس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے۔ مطلوب من الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہو چکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی اور منکوحہ مذکورہ کا کل مہر معجل و موجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے۔ اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

## خلاصہ جوابات امرتسر:

۱ شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے۔ مرتد ہو چکا۔ منکوحہ زوجیت سے علیحدہ ہو چکی کل مہر بذمہ مرتد واجب الاداء ہو چکا اور مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں۔

ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

۲ شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ نبی اللہ کہتا ہے اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعویٰ نبوت کا بعد رسول اللہ ﷺ کے بالاجماع کفر ہے۔ جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوتی ہے۔ عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی

۳ لاشک فی ارتداد من نسب المسمریزم الذی ہو من اقسام السحر الی الانبیاء علیہم السلام

واھان روح اللہ عیسی ابن مریم علیھما السلام وادعی النبوۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لاشک فی فسخہ لکن لھا المھر والاولاد الصغار۔

ابو الحسن غلام مصطفی عفی عنہ

شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے۔ نکاح منفسخ ہوا، اولاد عورت کو دی جائے گی۔ عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔

ابو محمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ

۵ آنچہ علمائے کرام از عرب و ہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوے دادہ اند ثابت و صحیح ست قادیانی خود را نبی و رسول یزدانی قرار میدہد و توہین و تحقیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام و انکار معجزات شیوہ اوست کہ از تحریر آتش پر ظاہر ست (نقل عبارات ازالہ کہ از رسالہ مرزا ست)۔

احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبد الغنی

۶ احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیران الدین۔

۷ شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے۔ (نقل عبارات کثیرہ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان تو یہی کہتا ہے کہ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں۔

ابو الوفا ثناء اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری

۸ قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوی رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اس نے صراحۃ لکھا ہے کہ میں رسول ہوں لہذا غلام احمد اور اس کے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اولاد صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہئے اور مہر معجل و موجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہئے۔

ابو تراب محمد عبد الحق امرتسری بازار صابونیاں

۹ مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے منکر۔ معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے۔ مرزا کافر ہے مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوست وہ بھی کافر و مرتد ہے۔

صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرت سادات حلالی بٹالہ شریف

۱۰ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعوی اور ضروریات دین کا انکار بیشک موجب کفر و ارتداد ہے ایسے شخص پر قادیانی ہو یا غیر مرتدوں کے احکام جاری ہونگے۔

نور احمد عفی عنہ

## مراسلت حامی سنت جناب مولانا:

مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہل سنت دام علیہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فسادات بدعات دافع جہالات وضلالات فخر العلماء الحنفیہ قانع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ۔

تحفہ تحیات وتسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر منیر الکلام آں کہ چوں دریں بلاد از مدت مدیدہ بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور وفساد برخاست است بموجب حکم آزادی بے صورتے در چنگ علماء آں دہری راہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ در خانہ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ در عقد شخصے بودہ آں مرد مرزائی گردید زن مذکورہ از وے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانہ پدر رسید لہذا ابرائے آں و برائے سدآ نکہ دو تحریر مرزائیاں فتوی ہذا طبع کردہ آید امید کہ آنحضرت ہم مہر و دستخط شریف خود بریں فرمانید کہ باعث افتخار باشد سفیر ازند وہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسری از مدت دو ماہ شدہ است فتوے لہذا از دوے فرستادم مشار الیہ دستخط نمودہ گفت اگر دریں فتوے دستخط کم ندوہ واز من بیزار شود خائش بدیں ازیں جہت مردماں ایں بلدہ را بسیار بد ظنی در حق ندوہ میشود زیادہ چہ نوشتہ آید۔

جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین

الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبد الغنی

از امرتسر کٹرہ گر باسگہ کوچہ نندا شاہ

☆☆☆☆☆☆

# فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہل سنت و جماعت رضی اللہ عنہ

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطین واعوذبک رب ان یحضرون ☆

اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال و نکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح و مثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے۔ اور بحکم آنکہ۔

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلا شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ، بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال۔ پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمّٰی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے۔ اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب الفتم جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے۔ فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے گا۔

**کفر اول**

مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے۔ میں احمد ہوں جو آیت ﴿ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ﴾ میں مراد ہے۔ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہما السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد ہے (ﷺ) ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

توضیح مرام طبع ثانی ص ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث (۱) ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

**کفر دوم**: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

**کفر سوم**: عیب وہم نے نقل کیا: ونیز میگوید کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے

**کفر چہارم**: اور نبی بھی۔

ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ ، معاذ اللہ آیہ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور سید عالم ﷺ ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تحریف لانا بیان فرماتے تھے ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴾

بے شک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾

ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔

**رابعاً**: اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیاں کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا

(۱) - "لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون" سید المحدثین امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں سے حدیث میں ہم نے اس کی اطلاع پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قد کان فیما مضی قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی منهم احد فانه عمر بن الخطاب" اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادق و الہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (رواہ احمد والبخاری عن ابی هریرة والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالی عنهما) فاروق اعظم سے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا "لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا (رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبة بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمة بن مالک رضی الله تعالی عنهما) مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا۔ "الا لعنة الله علی الکذبین والعیاذ بالله رب العلمین"

﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾

خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تا کہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں، سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحتًا اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ بالاجماع قطعی کفر صریح ہے فقیر نے رسالہ "جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة" خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوص کو جلوہ دیا۔ اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا اور ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقینا قطعا محال و باطل جاننا فرض اجل و جزء ایقان ہے

﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعا اجماعا کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔

قول دوم وسوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ۔ مگر یہ محض ہوس ہے۔ اولا صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ فتاویٰ خلاصہ و اصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے:

"واللفظ للعمادی قال قال انا رسول الله اوقال بالفارسية من پیغمبر یریدبه من پیغام می برم یکفر"

یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔

امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ میں فرماتے ہیں:

"قال احمد بن ابی سلیمن صاحب سحنون ... فی رجل قیل له لا وحق رسول الله ﷺ قال فعل الله برسول كذا و كذا وذكر كلاما قبيحا فقيل له ما تقول يا عدو الله في حق رسول الله فقال اشد من كلامه الاول ، ثم قال انما اردت برسول الله العقرب . فقال ابن ابی سلیمن للذی ساله اشهد عليه وانا شريكك يريد في قتله وثواب ذلك قال حبيب بن الربيع لان ادعائه التاويل في لفظ صراح لا يقبل"

یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالیٰ سے ایک مردک کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بد کلام کا ذکر کیا۔ کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا، پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔

امام ابن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا اجر عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔ ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب، فانہ ارسل من عند الحق وسلط على الخلق تاویلہ للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ وھی مردود عند القواعد الشرعیۃ"

یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا۔ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

"ھذا لحقیقۃ معنى الارسال وھذا مما لا شک فی معناہ وانکارہ مکابرۃ لکنہ لا یقبل من قائلہ ادعاؤہ انہ مرادہ لبعدہ غایۃ البعد وصرف اللفظ عن ظاھرہ لا یقبل کما لو قال "انت طالق" وقال اردت محلولۃ غیر مربوطۃ لا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا اھ" ملتقطا

یعنی یہ لغوی معنی جس کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلا شک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دور از کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا۔ ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح وفضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ:

ہمہ ان تو جملہ دروباشند     چشماں تو زیر ابرو انند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر جنگلی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر و مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا بھلا، کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس

نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے، مرزا کے کان دو گھونگے بنائے، یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے۔ کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا؟ اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں۔ بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلا نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں عدم سے وجود، نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا، جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنے لغوی بنایا۔

مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

حق عزوجل فرماتا ہے:

کل یوم ھو فی شان بخواں — مرد را بیکار و بے فعلے مداں!
کمتریں کارش کہ آں رب احد — روز سہ لشکر روانہ میکند
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات — تا بروید در رحمہا شان نبات
لشکرے ز ارحام سوئے خاک دان — تا ز نر مادہ پر گردد جہان
لشکرے از خاک داں سوئے اجل — تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل!

﴿فارسلنا علیهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم﴾

"ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون"

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیڈی اور مینڈک اور جوں اور کتے اوسکو رب کو شامل مانے گا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبر دار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت مولوی قدس المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں

ہمیعیم و بصیریم و خوشیم — باشمانا محرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم﴾

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس"

کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے

(رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ خاتم الحفاظ)

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین ﴾

پھر کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک وہ بات معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضھا بعضا یا جارۃ ھل مر بک الیوم عبد صالح صلی علیک او ذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلک فضلا"

کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آپ تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا۔ جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تو خبر رکھنا، خبر دینا، سب کچھ ثابت ہے، کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بت پرست کافر ہر ریچھ بندر کتے سؤر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا؟ ہر گز نہیں۔ تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہر گز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود و بعبارۂ اُخریٰ معنی چار ہی قسم ہیں:

(۱) لغوی (۲) شرعی (۳) عرفی (۴) عام یا خاص

یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل۔ اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلاً، شرعاً، عقلاً کسی طرح باد شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایسی جگہ لغت و شرع و عرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے، کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید سے شدید توہین کر کے مجرم نہ ٹھہر سکے، کہ ایک کو تو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعویٰ کر دے جس میں کفر و توہین و کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سؤر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے تو کہہ دے: میری مراد وہ

نہیں جو آپ کہئے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں۔

اگر کہے کوئی مناسبت بھی ہو تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں" لا مشاحة فی الاصطلاح" آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور، لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں۔ مع ہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے:

" قدت قادية جاء قوم قد اقحموا من البادية والفرس قد يانا اسرع "

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنیوالوں کا ایک۔

اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔ کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے؟ حاشا وکلا! کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا۔ بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم وبرہم ہوں۔ عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا۔ ہماری اصطلاح میں (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمہ وزجر وانکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی۔ بیچنا لکھا تھا، ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں ...... الی غیر ذلک من فسادات لا تحصی

تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اسے مانے گا کیا مسلمانوں کو زن ومال اللہ (۱) ورسول سے زیادہ پیاری ہیں؟ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل نہ سنیں اور اللہ ورسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں؟ لا الہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے۔ انھیں اللہ ورسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں۔

وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلا قرآن عظیم میں اسے بیہودہ عذروں کا رد فرما چکا ہے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾

"ان سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد" والعیاذ باللہ رب العلمین۔

ثالثاً کفر چہارم میں امتی ونبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی وعرفی کا تعین کر رہا ہے۔

رابعاً کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ

۱ جل جلالہ ۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم۔۱۲منہ

لغوی۔ نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعا یقینا بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا۔ سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے "ثلاثون دجالون کذابون کلھم یزعم انه نبی" "تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا۔ "وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امنت امنت امنت صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے مگر نہ مسیح صدق بلکہ مسیح دجال کا۔ کیا ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔

والعیاذ باللہ رب العالمین

**کفر پنجم** دافع البلا صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

**کفر ششم** اسی رسالے کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو     اس سے بہتر غلام احمد ہے

**کفر ہفتم** اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں ۔ یہ ادعاء بھی باجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتویٰ مسمی بہ رد الرفضۃ میں شفاء شریف امام قاضی عیاض وروضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقاید نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی ۱۳۲۰ھ واعلام ابن حجر مکی ومنح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولانا نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہے قطعا اجماعا کافر، ملحد ہے ۔ از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے:

"النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع به والقائل بخلافه کافر لانه معلوم من الشرع بالضرورۃ"

یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ ضروریات دین سے ہے۔

کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم باء ہے۔ یعنی بقالی ور کنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ۔ ان سے افضل تو ہوا ہی چاہوں ۔ میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ چھری پھیری کی کہ بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی گنجائش نہ رکھی۔

**کفر ہشتم:** ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات     جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا

ہے کو مسمریزم لکھ کر کہتا ہے۔ "اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا" یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ حق عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ﴾

جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توریت و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا ان میں کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

"مسمریزم" بتایا یا "جادو" کہا۔ بات ایک ہی ہوئی۔ یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں۔ ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ علی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا۔ اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

﴿ انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الایۃ ﴾

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا: ﴿ ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین ﴾

بے شک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا: ﴿ وجئتکم بایۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ﴾

میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی بھی کرتے ہیں۔

کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکر وہ جاننا دوسرا کفر یہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ وہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تلک الرُّسُلُ فضّلنا بعضهم علٰی بعضٍ﴾

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا:

﴿واٰتینا عیسی ابن مریم البیّنٰت واَیّدنٰه بروح القُدس﴾

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیے اور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔ اور اگر اس بناء پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کے کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں۔

پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس:

**کفر نہم:**

"انا لله وانا الیه راجعون، الا لعنة الله علی اعداء انبیاء الله وصلی الله تعالیٰ علیٰ انبیائه وبارک وسلم"۔

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل شفاء شریف و شرح شفاء و سیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضہ امام نووی و وجیز امام کردری، واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں۔ نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم، نہ کہ تحقیر بھی تھی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن، نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت، نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں، نہ کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے۔ اس ملعون قول "لعن اللہ قائلہ و قابلہ" نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ، و کلمۃ اللہ، و روح اللہ علیہ صلوات اللہ وسلام اللہ وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ:

﴿ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاٰخرة واعدّ لهم عذابا مهینا﴾

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

**کفر دہم :** ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے: "ایک زمانے میں چار سونبیوں کی پیشن گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے" ۔
صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے۔ عام اقوام کفار لعنھم اللہ کا کفر عزت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا:
﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆﴾

ائمہ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگر چہ وقوع نہ جانے باجماع کافر ہے۔ کہ معاذ اللہ چار سوانبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا۔

شفا شریف میں ہے:

"من دان بالوحدانية وصحة النبوة ونبوة نبينا ﷺ ولكن يجوز على الانبياء الكذب فيما اتو به ادعى فى ذلك المصلحة بزعمه اولم يدعها فهو كافر باجماع"

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی واحدنیت، نبوت کی حقانیت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچالیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح و ہود و صالح ولوط، شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا: قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا:

" فلعن الله من كذب احدا من انبيائه وصلى الله تعالىٰ على انبيائه ورسله والمومنين بهم اجمعين وجعلنا منهم وحشرنا فيهم وادخلنا معهم دارالنعيم بجاههم عنده وبرحمة بهم ورحمتهم بنا إلٰه' ارحم الراحمين والحمد لله رب العالمين "

طبرانی معجم کبیر میں وبرحنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انى اشهد عدد تراب الدنيا ان مسيلمة كذاب " بے شک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے

" وانا اشهد معک یا رسول الله " اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد، انبیائے

ریگ دستارہائے آسماں گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملئکہ سموات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے۔ وکفی باللہ شہیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر، مرتد، کذاب ناپاک ہے۔

اگر یہ اقوال (۱) مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقینا کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوہ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے، سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعویٰ لازم کرتے جیسا کہ ندوہ کی روداد اول و دوم ورسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر وہ اراکین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگر چہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ وہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا ومقبول خدا کہتے قطعا یقینا سب مرتد ہیں سب مستحق نار۔

شفا شریف میں ہے۔

"نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیھم اوشک"

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔ (شفا شریف)

نیز فتاویٰ بزازیہ و درر وغرر وفتاویٰ خیریہ و در مختار ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے یقینا وہ خود کافر ہے اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام کفر کرے کافروں کی سب سے بدتر قسم "مرتد" کے حکم میں ہے:

ہدایہ و در مختار عالمگیری وغرر وملتقی الابحر ومجمع الانہر وغیرہا میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلة المرتد.

فتاویٰ ظہیریہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ھولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین"

یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فورا نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول ومذہب سے

(۱) یہ اقوال دوسرے سے منقول تھے اس فتویٰ کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریر خود نظر سے گزریں جن میں قطعا کفر بھرے ہیں، بلاشبہ وہ یقینا کافر مرتد ہے۔

بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو، جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو۔ یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں:

" فی الدر المختار عن غنیہ ذوی الاحکام ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا "

## مسئلہ مہر :

اور عورت کا کل مہر اس کے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دین کو ساقط نہیں کرتا۔ فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے۔ رہا مؤجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا۔ مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے گا یا دار الحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرمادے کہ وہ دار الحرب سے ملتحق ہوگیا، اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائے گا۔ اگر چہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔

" فی الدر ان حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ وفی رد المحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انہ لا یستقر لحاقہ الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موتہ تثبت الاحکام المتعلقۃ بہ کما ذکرنہر "

## اولادِ صغار کا حکم:

اولاد صغار (چھوٹی اولاد) ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی۔

" حذرا علی دینھم الا تری انھم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقۃ المسلمۃ ان کانت فاسقۃ والولد یعقل یخشی علیہ التخلق بسیرھا اللعیمۃ فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللہ تعالیٰ قال فی رد المحتار الفاجرۃ بمنزلۃ الکتابیۃ فان الولد یبقی عندھا الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیہ من تعلمہ منھا ما تفعلہ فکذا الفاجرۃ — الخ۔ وانت تعلم ان الولد لا یحضنہ الاب الا بعد ما بلغ سبعا او تسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیہ ویجب النزع منہ وانما اخرجنا الی ھذا ان الملک لیس بید الاسلام والا فالسلطان (۱) این یبقی المرتد حتی یبحث عن حضانۃ الا تری الی قولھم لاحضانۃ المرتدۃ لانھا تضرب

(۱) فان سلطان الاسلام مامور بقتلہ لا یجوز لہ ابقاؤہ بعد ثلاثۃ ایام : ۱۲منہ

ونحبس كل يوم فاي تشفرع للحضانة فاذا كان هذا في المحبوس فما ظنك بالمقتول

ولكن انا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم".

عمران کے نفس یا مال میں بدعویٰ ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا یا دار الحرب کو چلا گیا اور حکم لحوق ہو گیا تو باطل ہو جائیں گے۔

" في الدر المختار يبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث ويتوقف منه اتفاقا ما يعتمد المساواة وهو المفاوضة او ولاية متعدية وهو التصرف على ولده الصغير ان اسلم نفذ وان هلك اولحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطل اھ مختصرا نسال الله الثبات على الايمان وحسبنا الله و نعم الوكيل وعليه التكلان ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين آمين والله تعالىٰ اعلم "

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

| | | |
|---|---|---|
| وصی احمد<br>محمد ناصر دین | عفی عنہ بمحمدہ المصطفی<br>النبی الامی ﷺ | محمدی سنی حنفی قادری<br>عبد المصطفی<br>احمد رضا خان |



☆☆☆☆☆

﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾

**اما بعد :**

الحمد لاهله والصلوة على اهلها لعمرى لقد اجاد فيما جاب ، واطاب و اصاب ، فاوضح الصواب وميز القشر عن اللباب ، وازاح الارتياب ، فدمدم على المسيح الكذاب ، وصب عليه سوط عذاب ، فبهت الذى كفروارتاب ، فانهزم الاحزاب ، وفرت الاذناب ، وحقت عليهم كلمة العقاب ، خالدين فى النار و بئس الماب الامن تاب و اب ، ورجع واناب ، فان المولى الوهاب تواب على من تاب ، فعل هذا او بداه تحت الثياب ، وسيفه فى الجراب ، فما كان عاقبة الذين ظلموا الا فى تباب ، فلله در المجيب رزقه الله زيادة وجميل الثواب والزلفى عنده و حسن ماب ، وها ذاک حبر الشامخ فى الدين بحر بازخ ، مجدد المائة الحاضره ذوالحجة القاهرة ، صاحب القوة القدسية ، عالم اهل السنة السنية ، والجماعة السنية ، السميدع العريف العطمطم العطريف ، والدى واستاذى و ملجائى و ملاذى مولانا و مولى الكل حضرة **احمد رضا خا**ن البريلوى مدظلهم العالى ، مدى الايام والليالى وانا عبد الضعيف الاواه **محمد** المعروف **بحامد رضا** كان له الله بجاه حبيبه الحامد المططفى عليه افضل التحية والثنا۔

**محمد حامد رضا خان**
**سنى حنفى قادرى**

**سلطان محمد**
**خان احمد**

**نصير الدين**
**حسن خان**

**محمد رضا خان قادرى**
**عرف**
**محمد عبدالرحمن**

☆☆☆☆☆

# حصہ دوم:

## از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

## مسئلہ:

از سرساوہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علی خان کلارک پولیس ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ قبلہ وکعبہ ام مدظلہ، بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت۔ کہ اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا رہتا ہے پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھیجی ہے۔ مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہوں گا اور درصورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ اور وہ اپنی راہ پر لے آوے گا، زیادہ ادب تحریر یہ ہے۔

ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے۔ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ آسمان سے رجوع کریں گے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنادے گا تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرۂ بالا ہونی چاہئے اور بعد اس کے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا ﷺ و ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں

صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔ اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائیے اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی آیت اور نہیں ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا۔

# فتویٰ:

﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾

" ان الذین کذبوا بایتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء، الحمد لله الذی خلق عبده وابن امته عیسی بن مریم رسول الله بکلمة منه وجعله فی البدء مبشرا برسول یاتی من بعده اسمه احمد وفی الختم ناصراً لملته اماما من امته نائبا عنه ﷺ وعلی سائر انبیاءه وکل محبوب لدیه وعلینا بهم الی یوم الدین امین امین یارب العلمین ، قال الفقیر محمد ن المدعوا **بحامد رضا** القادری البریلوی غفرالله تعالی له واورده من مناهل المنی کل مورد روی "

# الجواب : اللہم ہدایۃ الحق والصواب

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالیٰ عن شرور المفسدین حفظ ناموس وحفظ جان وحفظ جسم وحفظ مال میں سب مومن وکافر ہمیشہ ساعی وسرگرم رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو یاد کر کے اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اپنے حفظ دین میں بھی صرف کیجئے کہ یہ سب سے اہم ہے یعنی بگوش ہوش یہ چند کلمے سن لیجئے اور انہیں میزان عقل وانصاف میں تول کر حق وناحق کی تمیز کیجئے۔ فضل الٰہی عزوجل سے امید واثق ہے کہ دم کے دم میں صبح حق تجلی فرمائے گی اور شب ضلالت کی ظلمت دھواں ہو کر اڑ جائے گی مخالفین اگر برسر انصاف آئے فہو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہِ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔ وباللہ التوفیق، میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہ تعالیٰ حق واضح ہو اور صواب لائح واللہ المعین وبہ نستعین

## مقدمہ اولیٰ:

مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ

عزوجل نے قرآن عظیم اتارا ﴿تبیانا لکل شیء﴾ جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرما دیا:

﴿ما یعقلها الا العلمون﴾ اس کی سمجھ میں نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لئے فرماتا ہے:

﴿فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون﴾ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرما دیا:

﴿و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم﴾ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرما دے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوتے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرما دیا کہ اے جاہلو تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ غرض ہم پر تقلید ائمہ۔ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن "وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العلمین"

امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا از انجملہ فرماتے ہیں۔

"لو لا ان رسول الله ﷺ فصل بشریعته ما اجمل فی القران بقی القران علی اجماله کما ان الائمة المجتهدین و لم یفصلوا ما اجمل فی السنة لبقیت السنة علی اجمالها وهکذا الی عصرنا هذا"

پس اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزۃ کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ پر چل رہا ہے اس لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد ہوا:

"یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا" اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے مطالب خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں:

" سیاتی ناس یجادلونکم بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ "

قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔

رواہ الدارمی و نصر المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وابن عبد البر فی العلم وابن ابی زمنین فی اصول السنۃ والدار قطنی والاصبہانی فی الحجۃ وابن النجار

اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" الحدیث مضلۃ الا للفقہاء " حدیث گمراہ کردینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو، تو یہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سے اخذ کرنا چاہے گا گرے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوحِ دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین دین خدا کا بدخواہ ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ﴾ کا مخالف مستکبر ہے اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ﴿لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ کا منکر ہے رسول اللہ ﷺ نے پہلے فرقہ مخذولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

" الا سالوا اذا لم یعلموا فانما شفا العی السؤال " کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ جہل کی دوا تو پوچھنا ہے۔

رواہ ابو داؤد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور دوسرے طائفہ معلونہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

" الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجلا شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ ( ﷺ ) کما حرم اللہ "

سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ

اسی کے مثل ہے جو اللہ تعالیٰ حرام فرمائے۔ رواہ الائمۃ احمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ

"عن المقدام بن معدیکرب ونحوہ عندھم ما خلا الدارمی وعند البیھقی فی الدلائل عن ابی رافع وعند ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم"

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر رد کر دیا اور بزور زبان صرف قرآن عظیم پر دارومدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن۔ وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گھڑنا۔ اب دوسرے یہ حضرات نے فیشن کے مسکی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے، کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں۔ حضور کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے گھڑتے لگانے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں این وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آ کر حق وباطل صاف کھل جائیگا اور ان گمراہیوں کا اوڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

"کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ" اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں پھوٹ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چوں وچرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئیگی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالیٰ ہزاروں گمراہیوں سے بچائیگا۔

"کیف لا وانہ من زواھر جواھر افادات سیدنا الوالد العلام مقدام المحققین الاعلام مدظلہ العالی الی یوم القیام فی کتابہ المستطاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ والحمد للہ رب العلمین"

## مقدمہ ثانیہ:

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

**اول:-** ضروریاتِ دین جن کا منکر کافر۔ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

**دوم:-** ضروریاتِ مذہب اہل سنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بد مذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

**سوم:-** ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کر دے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علما سند و افی فان ید الله علی الجماعة۔"

**چہارم:-** ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے۔ ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد ۔۔۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔ قرآن و حدیث میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان و امتناع کی بحث کہیں نہیں۔ پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے **عالم الغیب و الشهادة** ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ اس کی نظر یوں سمجھا چاہئے کہ کوئی کہے کہ فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے

پاک ہو اور اس سے اندیشہ تلویث مسجد نہ ہو اور یہ بات آج حاصل نہیں ہمارے جوتوں سے مسجد کی تنجیس وتلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے لہذا ان جوتوں کو پہن کر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں رہا۔ خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے یہ مطلق صحیح نہیں کیونکہ نجاست غیر ذی جرم سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا نہ کسی حدیث سے آپ ایسا ثابت کر سکتے ہیں بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھئے۔ شرح مشکوۃ میں ہے:

"اما النجاسة مثل البول ونحوه يصيب الثوب او بعض الجسد فان ذلك لا يطهر الا الغسل اجماعا كذا ذكره الطيبى"

یعنی پیشاب اور اس کی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالاجماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف" میں فرماتے ہیں:

"اما در غیر ذی جرم مثل بول و خمر غسل واجب است"

درمختار میں ہے:

"وان لا جرم لها كبول فيغسل"

یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے:

"فيغسل اى الخلف قال فى الذخيرة والمختار ان يغسل ثلاث مرات ويترك فى كل مرة حتى ينقطع التقاطر ويذهب النداوة ولا يشترط اليبس"

یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو تری جاتی رہے بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے بالکل غلط اور اجماع و کتب دینیہ کی تصریحات کے خلاف ہے اور نجاست متجسدہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا علم کی کمی اور باوجود اس قدر بے اور اکی مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرأت ولا حول ولا قوۃ۔ رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں جوتے کا رگڑنے سے پاک ہونا جو بیان کیا ہے اس سے کونسی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجئے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

"مراد نجاست خشک است که چیزے ازاں تعلق گرفته است بنعل یا خف پس دلک کردں را بارض"

یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جوتے یا موزے کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جوتے کو لگ گئی تو رگڑنے سے چھوٹ جائے گی جوتا پاک ہو جائے

کیونکہ نجاست کے اجزاء جوتے کے جرم میں نفوذ تو کرہی نہیں گئے تھے لیکن تر نجاست کے اجزاء تو جوتے کے جرم میں نفوذ کر جاتے ہیں۔ وہ صرف رگڑنے سے کیسے پاک ہو جائے گا اور یہ بات عجب لطف کی ہے کہ مسجد کے دروازے پر لوہے کی جالیاں رکھی جائیں ہر آنے والا پہلے ان سے اپنے جوتے خوب رگڑ لیا کرے جب خواجہ صاحب کے نزدیک جوتا اتار کر پڑا رہنے سے بحالت نماز میں دل کے اندر گھسا چلا آتا ہے (یہ انہی کے الفاظ ہیں) تو اس جوتے کو روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ رگڑ رگڑ کر چار روز میں توڑ دینا کون گوارا کرے گا؟ یہ قید لگا دیجئے تو جوتے کی محبت والے مسجد میں آنا ہی چھوڑ دیں گے اور نماز کے لئے یہ ہرگز گوارا نہ کریں گے کہ چھ ماہ چلنے والا جوتا ہفتہ بھر میں نکما ہو جائے یا دلی کے جوتے والوں کی تجارت کی اعانت مقصود ہے۔

الحاصل جب معلوم ہے کہ عام طور پر جوتوں میں رات دن ہر طرح کی نجاست لگتی رہتی ہے اور صحابہ کی احتیاط آج میسر نہیں تو مسجد کی تطہیر و تنظیف کے لئے ضروری ہے کہ فرش مسجد کو جوتوں سے بچایا جائے اور جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز ہو جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی عبارت کتب معتبرہ سے ثابت ہو چکا۔

علامہ ابن عابدین نے اس کی بہت صاف تصریح فرمادی کہ اگر جوتا بالکل پاک ہو کسی قسم کی نجاست اس کو نہ لگی ہو کہ اس سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو جب بھی اس کو پہن کر مسجد میں نہ آنا چاہئے۔ مگر خواجہ صاحب نے یہ عبارت نقل نہیں کی یہ بات دیانت کے خلاف ہے زمانہ اقدس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام جو کبھی کبھی مسجد میں جوتا پہن کر تشریف لاتے اس کی تین وجہیں ہیں۔ دو تو ذکر ہو چکیں ایک تو ان حضرات کی پاپوش کا پاک ہونا دوسرے مخالفت کفار کا قصد اور تیسری وجہ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں سنگریزے بچھے تھے فرش پختہ نہ تھا لہذا پاک جوتوں سے اس کی تلویث کا اندیشہ نہ تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں۔ پاک جوتا بھی ان پر نہ پہننا چاہئے کہ اس سے تلویث مسجد ہوگی اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

"کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ ﷺ"

یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے آتے جاتے تھے۔ اس کا یہی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دیں گے کہ فیشن ایبل جنٹلمین بوٹ پہن کر کتا ساتھ لے کر مسجد کے اندر آیا کریں؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا

"گفتہ اند کہ ایں در ابتدائے اسلام بود برا باحت اصلیہ پس ازاں وارد شد امر تکریم مساجد و تطہیر آں و محافظت آں از در آمدن کلاب و حیوانات و

سا ختن درها و دربندها تا آں کہ یک وقتے امر کردند بکشتن سگاں "

یعنی یہ اباحت اصلیہ کی بناء پر ابتدائی اسلام میں تھا۔ اس کے بعد مساجد کی تکریم وتطہیر اور ان کی حفاظت ونگہداشت کا امر وارد ہوا اور کتوں اور جانوروں کو مسجد شریف سے روکنے کے لئے دروازے اور کیواڑ بنائے گئے یہاں تک کہ ایک وقت کتوں کے مارڈالنے کا حکم دیا گیا۔

اب الحمد للہ خواجہ صاحب کے تمام واہی تباہی شبہوں کا قلع قمع ہو گیا اور مسئلہ خوب واضح ہو گیا اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالیٰ ایک مبسوط تحریر سے ان کے اطمینان کی کوشش کی جائے گی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس قدر صاف مسئلہ میں انہیں الجھن کس طرح ہوئی؟ انہیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے مسجد میں جوتا پہن کر آنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسی پر تمام امت کے اخیار ابرار صالحین، علمائے ائمہ، اولیاء سب کا عمل رہا ہے یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا آج بھی تمام مسلمان اس کے عامل ہیں اور کسی مسئلہ صحت کے لئے مسلمانوں میں اس کا بلانکیر رائج ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا:

" ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن "

جو مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ☆ ﴾

یعنی اور جو رسول اللہ ﷺ کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں:

" وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالات الرسول "

یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں، جیسے قرآن وحدیث کی مخالفت جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ شرط میں جمع فرما دیا اور اس کی جزاء وعید شدید ٹھہرائی تو مسلمانوں کا اتباع رسول کی موالات کی طرح واجب ہوا۔ تفسیر خازن میں ہے:

" وذلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبا "

یعنی یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا اور دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو مومنین کی راہ کا اتباع اور ان کی جماعت کا لزوم واجب ہوا۔

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو۔ یہ گوارا نہ کرے گا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق و متحد ہیں اور اس میں اصلاً اختلاف نہیں اس کو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کے لئے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہن کر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قائم کرے۔ یہ خیال خواجہ صاحب ہی کے دماغ عالی میں پیدا ہوا اور اس پر آپ سو شہیدوں کے ثواب کے بھی امیدوار ہیں اور جوتا پہن کر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جوتا پہن کر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں اور جو اس میں ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ایمان میں شک کرتے ہیں کس قدر ظلم ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدایت فرمائے۔ آمین

## وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال:

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس امر میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے۔ مذہب کے اعتبار سے اس کا مرتبہ کیا ہے؟ ہندوستان کے اخبار نویس مثل ابوالکلام آزاد کے اکثر اس کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آج کل یزید پلید کی مدح و ثناء میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے، یہ شخص معتبر تھا یا نامعتبر؟

(احقر محمد ظہور)

## الجواب بعون اللہ الوھاب:

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کر کے اور کبھی بلا تصریح اس کے اقوال فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن مسعود نے جو وہابیت کا میگزین کتاب ''مجموعۃ التوحید'' چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں۔

" ابن تیمیة عبد خذ اله الله واضله واعماه واصمه واذله و بذلک صرح الائمة الذین بینوا فساد احواله و کذب اقواله ومن اراد ذلک فعلیه بمطالعة کلام الامام المجتهد المتفق علی امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابی الحسن السبکی وولده التاج وشیخ الامام العز ابن جماعة واهل عصرهم وغیرهم من الشافعیة والمالکیة والحنفیة ولم یقصر اعتراضه علی متاخری الصوفیة بل اعتراض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی الله

وحزن ويعتقد فيه انه عنهما كما ياتى والحاصل ان لا يقام لكلامه وزن بل يرىٰ فى كل وعر مبتدع ضال ومضل جاهل غال عامله الله بعدله وارجاء نامن مثل طريقته وعقيدته وفعله امين"

ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا۔ گمراہ کیا اندھا کیا۔ بہرہ کیا ذلیل کیا ائمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت، جلالت رتبہ اجتہاد کو پہنچا مسلم ہے یعنی ابوالحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور ان کے اہل زبان اور ان کے سوا علماء شافعیہ، مالکیہ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ بدعتی گمراہ، گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالٰی اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے عقیدے وطریقے سے بچائے آمین۔

اس کے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام واعلام دین پر اعتراضات کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتی کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا ومولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں کہا:

"ان عمر له غلطات وبليات وای بليات"

اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حق میں کہا:

"ان عليا اخطا فی اکثر من ثلث مائة مکان"

یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تین سو جگہ زیادہ غلطیاں کیں۔

"معاذ الله ولا حول ولا قوة الا بالله"

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

"من اين يحصل لک الصواب اذا اخطا علی بزعمک کرم الله وجهه و عمر بن الخطاب رضی الله عنه"

کہ تجھے کہاں سے صواب حاصل ہو گیا۔ جب امیر المومنین علی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب تیرے گمان میں خطا

ہوئیں۔ اس بے دین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ ڈالا شریعت کے نظام کو درہم برہم کیا۔ کہا جو شخص "علی الطلاق" کہے اس پر کفارۂ یمین لازم آئے گا اور طلاق نہ ہوگی، حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق واقع نہیں کی ہوتی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ حائض کے لئے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں اور اس کا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ خود اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت مسائل ہیں جن میں اس نے دین کی مخالفت کی۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ جب رات میں نفل پڑھ لے اور قبل فجر غسل تک تاخیر نہ کرے اگرچہ شہر میں ہو اور مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق اور رب تعالیٰ محل حوادث ہے:

"تعالی اللہ عن ذلک وتقدس"

اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب ہے اور اس کی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزو کا اور قرآن ذات الٰہی میں محدث ہے:

"تعالی اللہ عن ذلک"

اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دائم رہا تو اس نے واجب تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا نہ کہ فاعل بالاختیار۔ جسمیت و جہت انتقال کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدا تعالیٰ بقدر عرش کے ہے۔ نہ چھوٹا نہ بڑا اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول علیہ السلام ﷺ کا کوئی مرتبہ نہیں۔ ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے (وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے) ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں جن کو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاوے میں ذکر فرمایا۔ دوسری جگہ اسی فتاوے کے صفحہ ۱۴۴ پر یہی علامہ فرماتے ہیں:

"وایاک ان تصغی الی ما فی کتب ابن تیمیۃ وتلمیذہ ابن القیم الجوزیۃ وغیرھما ممن اتخذ الٰہہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ وکیف تجاوز ھؤلاء الملحدون الحدود وتعدوا الرسوم وخرقوا سیاج الشریعۃ والحقیقۃ فظنوا بذلک انھم علی ھدی من ربھم ولیسوا کذلک بل ھم علی اسوء الضلال واقبح الخصال وابلغ المقت والخسران وانھی الکذب والبھتان فخذل اللہ متبعھم وطھر الارض من امثالھم"

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے سے بچو جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا

معبود بنایا اور خدا نے اس کو علم پر گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر کی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالا تو اس کے بعد اب کون اسے ہدایت کرے گا اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا اور رسموں سے تعدی کی اور چادر شریعت وحقیقت کو پھاڑ کر گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بدنصیبی اور ٹوٹے اور کذب وبہتان میں ہیں۔ اللہ ان کے قبیح کو رسوا کرے اور ان کے امثال سے زمین کو پاک فرمائے۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ محدثین اس کے حق میں ایسا فرماتے ہیں۔ اہل اسلام ایسے بے دین سے احتراز کریں اور اس کی گمراہ کن تعلیم سے بچیں۔ جو علی مرتضیٰ کو خطا کار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف وتوصیف اس سے کیا بعید ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہو کر ملحد ان بے دین کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی لامذہبی کا ایک اور ثبوت ہے۔

" لعاذنا الله تعالىٰ ابانا وجميع المسلمين ووقانا وسائر المومنين عن مكائد للباطلين المفسدين المانعين من الدين بحرمة خاتم النبين شفيع المذنبين صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله واصحابه اجمعين والله سبحنه اعلم وعلمه' اتم "

كتبه

العبد المعتصم بحبل الله المتين

محمد نعيم الدين عفرله'

# المعجزة العظمىٰ المحمديه

١٣ ھ ٣٥

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۵ ہجری کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ٹوٹ کر سرکار دو عالم ﷺ کا اسم مبارک محمد صفحہ آسمان پر نمایاں کیا، جبلپور سی کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمہ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جا سکتا ہے؟ جواب مع عقلی ونقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا!

احقر نور اللہ خان کاتب، الہ آبادی عفی عنہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

# الجواب و هو الموفق

ہر امر عجیب و خارق عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات و خصائص و حالات سے ہو۔ اگر وہ تحت تحدی و مقرون بدعوائے نبوت ہے تو معجزہ ہے ورنہ آیت لیکن بروجہ تشبیہ و تغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع و ذائع ہے پھر یہ حق بھی نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے بھی عام اور تا قیامت باقی ہے۔ حتی کہ نبی کے امتی کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔ غرض کہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امور خارقہ عادت و کرمہائے قدرت الٰہی آیات و معجزات دکھلائیں گے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالت قرائن اقوال و احوال و خصائص بھی حکماً مقرون بدعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔ زبیدی شرح احیاء میں ہے۔

" ایده الله سبحانه بالمعجزات الظاهرة والآيات الباهرة ) معنى الآية العلامة على صدقه والمعجزة هى الآيات مع التحدى بها "

اور اللہ سبحانہ نے حضور اکرم ﷺ کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ آیت کے معنی یہ کہ ایسی علامت جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو اور بھی زبیدی میں ہے:

"والقوم يعدون امثال هذه كشف الصدورو اظلال الغمامة والتسليم الحجر معجزات على سبيل التشبيه والتغليب "

اور قوم یعنی ائمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا معجزات میں بروجہ تشبیہ و تغلیب شمار کیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

" ان كرامة الولى من بعض المعجزات النبى ﷺ "

ولی کی کرامت نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

پھر بعد وفات نبی جب تک نبی کی نبوت باقی اس کے دعوۂ نبوت پر تحدی قائم اور نبی کے تحت تحدی اور تحت نبوت ہر خلاف معمول و خارق عادت صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزہ ایک فعل الٰہی ہے جو منکرین و مشرکین و معاندین کو نبی کی مخالفت اور اس کے مقابلہ معارضہ سے عاجز کر کے اس نبی برحق کے دعوۂ نبوت و رسالت کی تصدیق اور اس کے ایمان کی صداقت و حقانیت کی توثیق کرے۔ تو اس کے لئے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔ نشر المحاسن میں ہے:

"كل فعل خارق للعادة مستلزم صدق النبى ﷺ فيما دعاه من الرسالة معجزة له "

ہر فعل جو خارق عادت خلاف معمول ہو اور نبی ﷺ نے جو رسالت کا دعویٰ کیا اس میں ان کی سچائی کا مستلزم ہو وہ وہ ان نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔ احیاء العلوم میں ہے:

"وجہ دلالۃ المعجزۃ علی صدق الرسل ان کل ما یعجز عنہ البشر لم یکن الا فعلا للہ تعالی"

نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ ہی کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے

"فالمعجزۃ علی ھذا لایشترط لھا حیاۃ الرسول بل تکون بعد موتہ ایضا"

تو اس بنا پر معجزہ کے لئے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہور معجزہ کے لئے رسول و پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی ﷺ جو کچھ بھی خرق عادت ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ نبی ﷺ کی رسالت کی بین شہادت دیتے ہیں اور بقرائن صریحہ نبی کریم ﷺ کے دین متین کی صداقت وحقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین ومعاندین اس کے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ سے مبہوت ہیں۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے

"اکثر معجزات الانبیاء لا سیما نبینا محمد ﷺ وقعت من غیر ادعاء النبوۃ"

انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر معجزات خصوصاً ہمارے نبی ﷺ کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"ان کل ما وقع منہ ﷺ بعد النبوۃ مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ واحوالہ ناطقۃ بدعواۃ النبوۃ وتحدیہ المخالفین واظہارہ ما یفحمھم ویحدیھم"

جو معجزات حضور اکرم ﷺ سے بعد نبوت ظاہر وواقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین ومخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفا للملا علی قاری میں ہے:

(معجزۃ نبینا ﷺ لا تبید) ای لا تفنی ابدا ولا تنقطع (وایاتہ) علاماتہ الدالۃ علی صدقہ (تجدد یوما فیوما ولا تضمحل) ای ولا تزول اصلا"

ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا اور حضور کی آیتیں یعنی حضور کی سچائی اور صداقت وحقانیت پر دلالت کرنے والی علامتیں دن پر دن نئی ظاہر ہوں گی اور کبھی کمزور نہ ہوں گی یعنی ہرگز زائل نہ ہوں گی۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

"انہ مبعوث الی الثقلین وخاتم الانبیاء والرسل ومعجزاتہ ظاہرۃ باقیۃ علی الزمان وشھادتہ قائمۃ فی القیامۃ علی کافۃ البشر"

بے شک حضور ﷺ دونوں جہان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسولوں کے، آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک باقی ہیں اور صدق نبوت کی شہادت قیامت تک تمام لوگوں پر قائم ہے۔

افضل القریٰ میں ہے:

" ان هذه الشريعة كانت باقية على صفحات الدهر الى يوم القيمة خصت بالمعجزات العقلية الباقية ليرها ذو البصائر "

بے شک یہ شریعت دنیا کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزات عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تا کہ انہیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں۔ جامع الکرامات میں ہے:

" فكان بذلك ﷺ كانه موجود بين امته ليشاهدون معجزاته بعد مماته كما كانوا يشاهدونها فى حياته ﷺ ليزداد الذين امنوا ايمانا "

ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے تا کہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔

واقعہ مذکورہ سوال کہ ستارہ کا بصورت شہاب ثاقب نازل ہونا مطلع ہلال پر قرار پکڑنا پھر اس کا تغیرات کے بعد اسم پاک محمد ﷺ ہو جانا حسب تصریحات بالا یقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ کا بین معجزہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا، نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا بلکہ ایک فعل الہی اور کرشمہ قدرت کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی، مطلب تحقیقی، مختار مطلق برگزیدہ نبی برحق پیغمبر رسول مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے علم محترم اسم پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکتوں گم کردہ راہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں غفلت آشناؤں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جن کا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ و رسالت عظیمہ دائم و لازوال ہے۔ یہ ظہور اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین، کوئی مذہب، کوئی ملت، کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے، لا واللہ ہرگز نہیں

" فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة ۚ اعدت للكفرين "

(تو اے مخالفین اسلام!) اگر تم ایسی ظاہر مثال پیش نہ کر سکو اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ اسم اعظم علم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں، حضور اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے امتیوں کو بشارت عظیمہ

دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی، جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں، تمہیں عتاب الٰہی، فتنۂ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے اس کا نام پاک علم مبارک ہم نے مشعل ہدایت بنا کر مطلع ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدۂ قرآنی ﴿ ورفعنا لک ذکرک ﴾ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا، اسم پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ افگن فرما دیا جو اپنی سعادت افروز تجلی اور مسرت افزا روشنی میں عامہ امت اجابت، دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراط رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بتلا رہا ہے:

﴿ ان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ﴾

یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سیدھی راہ سے بھٹکا دیں۔

بلا شبہ یہ ظہور اسم پاک محمد رسول اللہ ﷺ، حضور اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے بقاء و قیام و دوام کی بین شہادت اور دین مصدق و برحق اسلام کی برہان ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے جس کے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفین اسلام مبہوت اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں یہی معجزہ کی تعریف ہے اور یہ تمام معانی پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے:

"المعجزة هی فعل من الله تعالیٰ بقصد بمثله التصدیق"

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی تصدیق مقصود ہے۔ اب کون ہے جو اس کے اعجاز محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ ہونے میں کلام کرے۔

**مسلمانو!** ہوشیار، خبردار! بہت سو چکے اور خواب غفلت میں اتنا کچھ کھو چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے مگر جو کچھ رہا ہے اسی کو سنبھالو اور ظہور اسم مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکار ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لئے سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت ان کا اتباع ان کی پیروی تمہارے لئے منہاج رفعت و عزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے روگرداں ہو جانے میں تمہارے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عز وجل:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾

بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

" والله تعالیٰ اعلم وعلمه عز مجده اتم واحکم "

محمد نعیم الدین غفرلہ

## فتویٰ:

# توہین علماء کا حکم

**سوال ۱:** ایک شخص داڑھی منڈا جو نہ کبھی نماز پڑھتا نہ داڑھی رکھتا ہے۔ اس عالم کی شان میں جو قرآن و حدیث کا وعظ بیان فرما رہا ہے اور لوگوں کو منہیات شرعیہ سے روکتا ہے۔ اس کے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہے لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سن کر متاثر ہو رہے تھے اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کے وعظ مت سنو۔ اپنے شعر میں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اس کو فخر سمجھتا ہے ایسا شخص از روئے شرع کیسا ہے؟

۲: شخص مذکور داڑھی منڈانے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی باصراحہ کہتا ہے کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں ایسا شخص عند اللہ وعند الشرع کیسا ہے؟

۳: شخص مذکور نماز کبھی پڑھتا نہیں ہے بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ، نماز اسلام میں داخل نہیں ہے ایسے شخص پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

۴: ایسا شعر جس کے مضامین بالکل خلاف شرع ہوں اور جس میں مولویوں کی توہین ناحق ہو جس کے خلاصہ مضمون یہ ہوں کہ نماز اسلام کی چیز نہیں، داڑھی اسلام کی چیز نہیں، وضع و لباس اسلام میں داخل نہیں، جیسا لباس چاہو پہنو ایسا شعر جس کے مضامین اس قسم کے ہوں مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد و استعانت کرنا جو قرآن و حدیث کے خلاف کہہ رہا ہو کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اسے کیا کرنا چاہئے؟ بینوا و توجروا

المستفتی ابو الرشید محمد عبد اللطیف منصور پور

**جواب ۱:** داڑھی منڈانا نماز ترک کرنا فسق ہے اور عالم اہل سنت کے وعظ سننے سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم اور عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے۔ اگر اس کے لئے کوئی سبب دینوی یا اخروی نہ ہو۔ شرح فقہ اکبر للملا علی قاری میں ہے:

"من البغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر قلت الظاهر انه یکفر لانه اذا ابغض العالم من غیر سبب دینوی و اخروی فیکون بغضه لعلم الشریعة و لا شک فی کفر من انکره فضلا عمن ابغضه"

یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے حضرت علامہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ جب اس نے بغیر دینی و دینوی سبب کے عالم سے بغض رکھا تو یہ بغض علم دین کی وجہ سے ہوا اور علم دین کا

سکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اس کو مبغوض رکھنے والا۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے:

" ان قال لعالم عويلم او العلوى عليوى بصيغة التصغير فيهما قيده بقوله قاصدا به الاستخفاف كفر "

اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تحقیر کے لئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور اس کا نام کھٹا کر لیا وہ کافر ہو گیا۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ علماء دین کو ملانا وغیرہ استخفاف و تحقیر کے الفاظ کہہ گذرتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے ہی ایمان کا خلل ہے۔ ایک عالم اپنی کتاب کہیں رکھ کر تشریف لے گئے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے! یہ کہنے پر امام فضلی نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اسی شرح میں ہے:

" امر الامام الفضلى بقتل من قال لفقيه ترك كتابه وذهب تركت المنشار ههنا و ذهب كفر "

خانیہ میں ہے:

" رجلان بينهما خصومة فقال احدهما للاخر بيانا بعلم رويم فقال الاخر من علم چه دانم قال ابوبكر القاضى بكفر المجيب لان يستخف بالعلم "

یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک نے دوسرے سے کہا آؤ علم کی طرف چلیں دوسرے نے کہا میں علم کو کیا سمجھتا ہوں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہو گیا کیونکہ اس نے علم کا استخفاف کیا۔ ردی میں ہے:

" رجلان بينهما خصومة فجاء احدهما بخطوط الفقهاء و الفتوى فقال الخصم ليس كما افتوا او قال لا نعمل بهذا وهما من عرض الناس كان عليه التعزير "

اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تحریر فتوی کو کہہ دینا کہ ہم اس کو نہیں مانتے یا یہ ٹھیک نہیں ہے اس پر تعزیر ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ علماء کے جھٹلانے اور ان کے بتائے ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہو گئے ہیں اور ایسے بیہودہ کلمات اکثر زبان پر لے آتے ہیں چاہئے کہ اس سے احتیاط کریں۔ سوال میں بھی یہ ذکر ہے کہ وہ شخص علماء کی تعلیم اور ان کے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے اس کو چاہئے کہ توبہ کرے۔

۳۰۲ یہ کہنا کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں (داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں) اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ ان کا ترک گناہ ہے، فسق و کبیرہ ہے مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہو گیا جائے عذر ہے اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار یا سنت کا استخفاف مدنظر ہو تو اس کو فقہا کفر فرماتے ہیں یہ بہت خطرناک جرم ہے اللہ تعالی پناہ دے۔ فتاوی خانیہ میں ہے:

" رجل قال لغيره نماز كن فقال اے مرد نماز كردن سخت كار گرانست مرافي

قالوا یکون کفرا"

۴ سوال چہارم کا جواب سوال اول میں آچکا۔ ایسے شخص سے توبہ لینا چاہئے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ترک کردیں۔

"لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم"

محمد نعیم الدین غفرلہ

# تعظیم وعبادت میں فرق

**سوال:** تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر چادریں پھول مٹھائیاں چڑھانے والے موحد مسلمان اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر ومشرک بے ایمان؟

۲ نیچری کہتا ہے: "پردہ قرآن کے خلاف ہے، منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں آیہ کریمہ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ـــــ الآية ☆ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ﴾

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول اور آیہ کریمہ:

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے جب تک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہے گا پہچاننا غیر ممکن ہے لہذا چہرہ چھپانا خلاف آیات قرآنی ہے۔

جواب سوال ۲ کا صرف قرآن سے ہو۔ آیا یہ تاویل صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

خاکسار غریب عفی عنہ

**جواب نمبر ۱:** عبادت غایت خضوع اور انتہاء تذلل کو کہتے ہیں اور یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ عابد معبود کی نسبت الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور اس کو قادر مطلق متصرف بالذات وبالاستقلال نہ جانتا ہو اور اس کے حضور بغیر اضطراب کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جس کو اظہار عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے۔

تعظیم اس سے عام ہے۔ اس میں غایت تذلل اور غایت خضوع اور معظم کی الوہیت اور اس کی قدرت ذاتیہ مستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے ہر عبادت تعظیم ہے اور ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ ماں باپ استاد پیر نبی ورسول (علیہ السلام) قرآن شریف، مسجد، کعبہ معظمہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے

اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب تعظیمیں شرک ہوں اور ان کا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا ہو جو شخص شریعت پر ایسا الزام لگائے گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جن میں صورتا کوئی فرق ظاہر نہ ہو بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں۔ مشرکین سے زیادہ کا بعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک ہے ہر شریعت حقہ اس کو مٹاتی آئی۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جب تک دنیا میں تشریف فرما رہے اس کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے کہ خدائی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے باوجود اس کے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم ہو۔ اور برادران حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآن کریم نے ذکر فرمایا۔ صورۃً یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ اور بت کا سجدہ وضع جبہہ یا انحنا ہے۔ یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت و حکم میں اشتراک نہیں، ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ حضرت آدم و یوسف علیٰ نبینا و علیہم السلام کی تعظیم تھا نہ عبادت ورنہ اس کا حکم ہونا محال تھا۔ فرق یہ ہے کہ ملائکہ اور برادران یوسف علیہم السلام اپنے معظم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا اور نمازی سجدہ میں مسجودلہٗ کی الوہیت کا عتقاد رکھتا ہے اس لئے اس کا سجدہ عبادت ہے۔ مگر چونکہ مسجودلہ اس کا اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ہے اس لئے یہ عبادت مقبول او ماموربہا ہے۔ بت پرست کا سجدہ بھی باعتقاد الوہیت ہے اور چونکہ اس کا مسجودلہ غیر خدا ہے اس لئے وہ شرک و ممنوع موجب خسران و خذلان ہے۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے آگے پھول پیش کرنا ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے کہ قبروں پر پھول لے جانے والا صاحب قبر کو الٰہ اور قادر بالذات والاستقلال نہیں اعتقاد کرتا اس کو خدا کا خاص بندہ جانتا ہے نہ خدائی کا شریک یا حصہ دار نہ معاذ اللہ چھوٹے درجہ کا خدا اور بت پرست بت کو الہ اور قادر بالذات او بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

" پیشانی را بر زمین رسانیدن هر دو طریق میشود ، یکے آنکه برائے ادائے حق عبودیت باشد ایں قسم در جمیع ادیان و جمیع مال برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و هیچ گاه جائز نه شد زیرا که از محرمات عقلی است و محرمات عقلیه بتبدل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکه ایں نوع تعظیم مشعر لغایت تذلل است و غایت تذلل برائے کسے سزاوار هست که در غایت عظمت باشد ، و غایت عظمت آنست که ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در هیچ مخلوقے یافته نمی شود ، دوم آنکه برائے تکریم و تحیت باشد مانند سلام و سرخم کردن وایں معنی باختلاف رسوم وعادات و تبدل از منه وواقعات مختلف است گاهے جائز است و گاهے حرام

در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان ایشاں واقع شدہ کہ " وخروا لہ سجداً ، واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم "

**جواب نمبر ۲:** نیچری صاحب کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اس کی یہ دلیل کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں نہایت ہی عجیب ہے ۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن کریم میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہے تو پردہ کا خلاف قرآن ہونا کیسے لازم آئے گا؟ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی نے کہا کہ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد اور صلاتی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اس کا حکم قرآن میں نہیں تو جیسا یہ قول باطل ہوگا ایسا ہی یہ استدلال بھی باطل ہے۔ پردہ قرآن کے خلاف تو جب کہا جا سکتا تھا کہ قرآن پاک میں کہیں یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں۔ جب یہ نہیں تو پردہ کا حکم قرآن پاک کے خلاف کس طرح ہوا؟ پھر آیہ کریمہ:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ''اور''قُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

ان دونوں آیتوں کو نیچری نے کس طمع میں پیش کیا ہے؟ ان آیات کے نفس ترجمہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع فرمایا گیا۔ اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے اور نہ دیکھنا پردہ کی حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے یا مخالفت اس کو بے پردگی سند بنانا عقل پر پردے پڑے ہونے کی دلیل ہے ۔ نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بے دین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا:

﴿ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مال ناحق لینا چاہئے ۔ اس لئے کہ جب تک مال ناحق نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت فضول۔ ایسے ہی دوسرا بے دین کہے کہ سود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے: ﴿لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا ﴾ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا چاہئے اس لئے کہ جب تک سود لیا نہیں جائے گا سود کھانے کی ممانعت فضول ہوگی جیسے ان بے دینوں کا شیطانی قیاس باطل ہے۔ ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیہ:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ ﴾ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا۔ نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے۔

تو نادان نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلے رکھنے کے جواز پر آیت میں کونسی دلالت ہے ۔ چہرہ کھلا رکھنا ناجائز ہو تو کیا ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اس کا خلاف نہ کرے ۔ اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھرے وہ سامنے آئے تو اس کو نہ دیکھے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دینا اس کی بے پردگی کے جواز کی دلیل کس طرح

ہوسکتا ہے۔ اس سے تو پردہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے۔ یا اتفاقیہ کسی اجنبی کا سامنا ہوجائے تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو اور اپنی آنکھیں نیچی کرلو۔ بے پردگی کی اجازت منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ علاوہ بریں آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے؟ جائز ہے کہ یہ حکم گھر کے اندر کا ہو اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں نیچی رکھیں یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اس کے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں یہ اصرار بھی ان کا باطل ہے۔ جب قرآن پاک واجب الاتباع ہے تو حدیث رسول اور تمام دلائل شرعیہ بھی لازم القول ہیں بلکہ قرآن کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''کلامی تفسیر کلام اللہ'' یعنی میرا کلام قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھ لیجئے۔ تفسیر احمدی میں فرمایا:

﴿ الا ظهر ان هذا فی الصلوة لا فی النظر فان كل بدن الحرة عورة لا يحل لغير الزوج والمحرم النظرالی شیء منها الاضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة ﴾

یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ نظر کا کیونکہ حرہ کا تمام بدن عورت ہے۔ شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اس کے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں:

﴿ الا الضرورة معالجه وشهادة ﴾

نیچری صاحب اس آیت کو تو پڑھ گئے اور اس سے پہلی آیت چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ﴾

جس میں غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت تھی۔ اس سے آپ نے نہ سوچا کہ نیچری عورتوں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی؟ اسیرانِ شہوت اپنی خواہشات کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے۔

اسی طرح نیچری صاحب نے ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ لکھ کر دھوکہ دینا چاہا۔ بڑی بدنصیبی کہ انسان قرآن جیسی سراسر ہدایت کتاب کی آیات کو بھی دھوکہ دینے کے لئے پیش کرے اور دھوکہ دینے ہی کی ضرورت سے آدھی آیت لکھی اور آدھی چھوڑ دی۔ اوپر کی آدھی آیت یہ تھی:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾

یعنی اے نبی کریم ﷺ فرما دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ برقعے اوڑھے

دینا یہ قریب ہے اس کے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستائی جائیں۔ یعنی برقع پوشی حرہ بیبیوں کے پہچاننے کے لئے علامت ہوگی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے آیت کا نظم صاف اس مدلول پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیچری کہتا ہے اور پہچاننا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غض بصر یعنی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم کس لئے ہوگا؟ اور دوسری آیات:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ وغیرہا کی مخالفت لازم آئے گی بلکہ آیت کا یہ حصہ خود اپنے صدر کے خلاف ہوگا اور کلام الٰہی تو بہت بلند و بالا ہے۔ ایسا تو کسی عاقل کے کلام بھی نہیں ہو سکتا۔ اس نیچری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے پہلے یَکْشِفْنَ وُجُوْهَهُنَّ ہوتا تو ذلک مشار الیہ کشف کو بنایا جا سکتا تھا اب جب کہ یدنین علیھن جلابیبھن ہے تو ذلک سے مراد پردہ ہو سکتا ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہ'

## مسئلہ علمِ غیب

**سوال:** حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم بالغیب کے متعلق ہر جگہ گفتگوئیں ہوتی ہیں۔ دیوبندی لوگ اس کے انکار میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کسی کے لئے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے اور اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

**جواب:** بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
حضور اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب العزت تبارک وتعالیٰ نے جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا حاضرہ ہوں یا غائبہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا بیان واضح ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے۔ اور قرآن پاک میں ان سب کا بیان اور بلا خلاف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کے عالم ہیں دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔ تیسری آیت میں ارشاد

﴿وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء﴾

اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسل سے جسے چاہے۔

چوتھی آیت یہ ہے:

﴿عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول﴾

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جس کو وہ انتخاب کرے اپنے رسولوں میں سے۔

ان کے علاوہ بہت کثیر آیات ہیں جن سے یہ مضمون ثابت ہے اب چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

**حدیث ۱:** بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ و نسیہ من نسیہ "

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے اہل جنت اور اہل نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی، جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ بخاری شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے مجلس صحابہ میں ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و نار تک ہونے والے جملہ وقائع و حوادث اور تمام حالات و مکنونات کی خبر دی۔

**حدیث ۲:** بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ "

یعنی حضور اقدس ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرمایا کوئی چیز چھوڑ نہ دی۔

**حدیث ۳:** مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا و مغاربھا "

یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو

دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا۔

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

"معناہ ان الارض زویت لی جملتها مرة واحدة فرأیت مشارقها و مغاربها"

یعنی میرے لئے تمام زمین یکبارگی سمیٹی گئی پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا۔

**حدیث ۴:** مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة کانها انظر الیٰ کفی هذه"

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی میں نے اس کو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کف دست کو۔

**حدیث ۵:** امام احمد و ترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو حسن وصحیح بتایا اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے۔ اس حدیث میں ہے:

"فتجلی لی کل شیء و عرفت" پس مجھے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

ان آیات واحادیث سے خوب ظاہر وروشن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ وحادثہ ایسا نہ رہا جس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص علم حضور اقدس کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے اور جو آیات واحادیث پیش کرتا ہے ان میں علم ذاتی یعنی کو د بخود جاننے کی نفی ہے۔ کسی میں تعلیم کی نفی نہیں اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علوم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"ان المنفی علمه من غیر واسطة و اما اطلاعه علیه باعلام الله تعالیٰ فامر متحقق قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ"

یعنی نفی علم ذاتی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تعالیٰ عالم غیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر ومسلط نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے چنے۔ خفاجی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عبارات نفی میں علم ذاتی مراد ہے اور عبارات اثبات میں علم عطائی، دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عطائی کے انکار میں آیات واحادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا۔ اب مخالف کو جائے چون وچرا باقی نہیں۔ بیان مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔ اس کو شرک کہنا کھلی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے۔ ایسا ہے تو یقیناً کا فر اور نہ ہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت وضلالت۔ تمام عالم کے وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

محمد نعیم الدین غفرلہٗ

**نوٹ:** مسئلہ علم غیب کی مزید تحقیق وتنقیح اور بے مثل و بے عدیل توضیح وتشریح کا شوق ہو تو حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف منیف ''الکلمۃ العلیاء لا علاء علم المصطفٰی'' ملاحظہ فرمائیے جس میں وہابیہ کے ہر ہر اعتراض کا مفصل و مدلل جواب ہے اور جس شخص کی اس کتاب پر نظر ہو۔ وہابی اس سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ کتاب مذکور آپ اپنے ادارہ علویہ رضویہ سے طلب فرما کر پڑھیں اور حضرت مصنف کی علمی بصیرت کی داد دیں۔

## قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت

## اور مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے متعلق فتویٰ

**سوال ۱:** قرآن مجید میں جو مولیٰ تعالیٰ نے دن اور رات سورج وقمر، زیتون وانجیر اور طور سینا وغیرہ کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ اس کی کیا ضرورت تھی اور اس میں کیا راز ہے؟

۲:- ﴿ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ﴾ کے بارے میں تو جملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے۔ لیکن درمختار میں مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ بحوالہ کتب فقہ مفصل تشریح فرمادیں۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرما کر مختصر طور پر مگر جامع و مانع بحوالہ کتب جواب تحریر فرماویں گے۔ آپ کی عنایت ہوگی۔ میں معترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔

غلام رسول

# الجواب بعون الکریم الوہاب

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　　　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

۱:- اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ ضرورت سے پاک ہے اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ضرورت دلیل نقصان وعلامت امکان ہے۔"تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیرا واللہ غنی عن العالمین" البتہ اس کے ہر کام میں حکمت ہے خواہ بندوں کی فہم اس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔قرآن کریم میں قسمیں یاد فرمائی گئیں اس میں بہت حکمتیں ہیں۔اول تو یہ قرآن پاک محاورۂ عرب میں نازل ہوا اور اثبات مطالب میں حلف ویمین عرب کا طریقہ مالوفہ ہے تو کلام کا ان کے اسلوب پر ہونا مناسب۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہ نے فرمایا:

"والقران انزل بلغة العرب واثبات المطالب بالحلف والیمین طریقة مالوفة عند العرب"

دوم اصول ہدایت وارشاد کا اقتضاء ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج ،مراتب پورے کردیے جائیں اور قوم کے لئے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی کرتی رہے تو اس کی بدنصیبی:

جہاں کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے بعد وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتے ،مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا۔مدعی پراطمینان نہیں ہوا۔ایسی حالت میں اور مزید دلائل قائم کرنا بیکار ہوتا ہے۔اب ضرورت ہے کہ ان کے اطمینان اور قطع عذر کے لئے کلام مؤکد بقسم کیا جائے تاکہ انہیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی نہ تھی۔ قسم یاد کی جاتی تو ہماری تسلی ہوجاتی۔اس لئے قرآن کریم میں اقامت دلائل اور براہین کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لئے قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔

سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے۔ان کا اعتقاد تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا ضرور برباد ہو جاتا ہے۔قرآن پاک میں قسمیں ذکر فرمائیں اور دین اسلام برابر ترقی میں رہا۔یہ عرب کے لئے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے ورنہ تمہارے اعتقاد کے بموجب قسموں سے مؤکد کرنے کے بعد اس کا رواج روز بروز کیسے بڑھتا رہتا۔

چہارم قرآن کریم میں جس قدر قسمیں مذکور ہیں ان میں غور کیجئے تو وہ سب کی سب مدعا کی زبردست دلائل ہیں۔ "گویا قسم کا ہے اور مضمون برہان قوی" والحمد للہ العلیم الحکیم "اس کے علاوہ اور بہت وجوہ حکمت ہیں استعمال میں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

## مسئلہ: مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور عبارت درمختار کا مطلب:

۲۔ قرآن کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس پر خدا کا نام لیا گیا ہو ورنہ ذبیحہ حرام؛

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

دوسرا یہ کہ غیر کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ:

﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے ظاہر ہے۔ یہ دونوں حکم وقت ذبح کے ہیں یعنی ذبح یا اس کا قائم مقام مثل ارسال در ذبح غیر اختیاری جب ہی جائز ہو سکتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عند الذبح یا عند الارسال معتبر ہے۔ آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی درمختار میں:

"وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح او الرمي لصيد او لا رسال" اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید حلت نہیں۔

درمختار ہی میں ہے:

" ولو سمى الذابح ثم اشتغل باكل او الشرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرام والا لا " اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عند الذبح معتبر ہے۔

درمختار ہی میں ہے "والمعتبر الذبح عقيب التسمية قبل تبديل المجلس " اتنا پیش نظر رکھ کر ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہونا ضروری ہے۔ تو جہاں ذبح اختیاری ہو وہاں عین وقتِ ذبح تسمیہ ضروری ہے اور جہاں غیر اختیاری ہو وہاں جو اس کا قائم مقام ہو۔ مثل ارسال و رمی وغیرہ اس پر ضروری اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھتا رہا تھا مگر وقت ذبح خدا کا نام نہ لیا تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ذبح میں تسمیہ یعنی بنام خدا ذبح کرنا اس وقت پورا ہوتا ہے جب کہ اس کے نام پاک کے ساتھ اور کسی کا نام شامل نہ کیا ہو ورنہ ذبح خاص اس کے نام پر نہ ہوا۔ مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی عبارت سے بیان فرمایا تو مسئلہ نظر رکھنے والا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ کرنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جس طرح تسمیہ عند الذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرد ہونا بھی عند الذبح لازم ہے۔ اسی سے عامہ مفسرین عند الذبح کی قید لگاتے ہیں اور یہ بالکل حق ہے فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی۔ اب یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر غیر کی کئی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ غیر کا نام خدا کے نام کے ساتھ صورۃً و معنیً دونوں طرح موصول ہو نہ صورتاً دوسری یہ کہ فقط صورۃً موصول ہو نہ معنیً تیسری یہ کہ معنیً موصول نہ ہو۔ اس میں سب سے اخف شکل وصل صوری کی ہے کہ اس میں حقیقتاً وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہاء نے بہت کلام فرمایا ہے۔ باقی دونوں صورتوں میں وصل ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک میں صریح ہے۔ دوسرے میں غیر صریح مگر ذکر الٰہی کی تجرید كما ينبغي دونوں

بی حاصل نہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں ﴿مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہیں۔ درمختار میں ہے:

"وان عطف حرمت نحو باسم الله واسم فلان او فلان لانه اهل به لغير الله"

ردالمحتار میں ہے:

"لان الاهلال لله تعالیٰ لا يكون الا بذكر اسمه مجردا لا شريك له"

اب معلوم ہو گیا کہ اہلال اللہ یہ ہے کہ وقتِ ذبح صرف اللہ کا نام لیا جائے اور ذکر الٰہی مجرد ہے اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکر غیر بھی ملایا گیا ہو تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے۔ خواہ صورۃً ومعناً دونوں طریقہ سے ہو۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے بھی ظاہر ہوا۔ خواہ فقط معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔ اس کی مثال درمختار کا مسئلہ ذبح لقدوم الامیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور ہو نہ امیر نہ اس کے خدام کو کھلانا۔ نہ اس مذبوح سے کسی اور طرح کا انتفاع، بلکہ اراقت دم کا مقصد امیر کی طرف تقرب ہو تو گو صورۃً ذکر امیر نہیں مگر معنیً ذکر امیر موجود ہے خواہ زبان سے عمر بھر بھی امیر کا نام نہ لیا ہو تو اب وقت ذبح "بسم الله اكبر" کے ساتھ امیر کا نام حکماً مذکور ہے گو صراحۃً نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

"لكن لما كان فى ذلک تعظيم له لم تكن التسمية مجردة لله تعالیٰ حكماً كما لو قال بسم الله واسم فلان"

تو اب وقت ذبح غیر کے اس ذکر حکمی کو منع فرمانے کے معنی یہ کس طرح ہو گئے کہ:

اہلال لغیر اللہ مطلقاً رفع الصوت باسم غیرہ ہے اور اس میں وقتِ ذبح کا کوئی اعتبار نہیں۔ عجب لغویت ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقت ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ ردالمحتار میں اس کی شرح میں فرمایا:

"اعلم ان المدار على القصد عند ابتداء الذبح"

اور جو اہلال لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہ لیتے ہیں ان کے نزدیک تو ذبح لقدوم الامیر محض قصد سے حرام ہوتا ہی نہ چاہئے کہ اس میں رفع صوت باسم الامیر کا نام ونشان بھی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس منہ سے اس کو حرام کہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تارک التسمیہ ناسیا کو ذاکر حکماً قرار دیا گیا ہے اسی طرح قاصد تقرب امیر، ذاکر اسم امیر عند الذبح قرار دیا گیا اور ﴿مآ اهل به لغير الله﴾ کا محل وہی ذکر غیر عند الذبح رہا۔ تفاسیر سے اس میں اصلاً مخالفت نہیں نہ مسئلہ نذر اولیاء سے قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود ایصال ثواب ہے نہ تقرب "كما هو الظاهر" اب ثابت ہو گیا کہ عبارت درمختار تفاسیر کے بالکل مطابق ہے اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا:

"والله سبحانه تعالیٰ اعلم و علمه عز اسمه' اتقن واحكم"

کتبہ

العبد المعتصم بحبله المتين محمد نعیم الدین عفا عنه المعين

# سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ نماز پڑھنے کے متعلق

## فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

**سوال:**

1۔ مسجد اہل سنت وجماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں۔ ان کو منع کرنے سے زیادہ فساد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے۔ ہم لوگ آمین بالجہر ضرور کہیں گے۔ ایسی حالت میں ان کو آمین کہنے سے ان کو روکا جاوے اور نہ ماننے پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاوے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا؟

2۔ اگر وہابی لوگ مسجد مذکور میں بعد ممانعت کے حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قائم کرکے آمین بالجہر بالاعلان کہہ رہے ہوں تو ایسی حالت میں کیا کرنا ہوگا؟ کیونکہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ کا اندیشہ ہے اور وہ لوگ آمادہ فساد ہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب"

## الجواب بعون الکریم الوہاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْم ☆

اہل سنت کی مسجد اہل سنت کے لئے ہے۔ کوئی رافضی، خارجی، وہابی بدمذہب اس میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اس میں بدمذہب کو دخل نہیں پہنچتا، ردالمحتار میں ہے:

"کمدرسة موقوفة علی الحنفية مثلاً لا يملک احداً ان يجعلها لاهل مذهب آخر"

مذہب حق مذہب اہل سنت ہے باقی سب فرقے گمراہ اور ناری ہیں۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی طریق مسلمین ہے اس پر قائم رہنے کا شرع مطہر نے حکم فرمایا اس کے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں وارد ہوئیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا﴾

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے:

"ای السبيل الذی هم عليه من المذهب الحنفی وهو دليل علی ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها کما لا تجوز مخالفة الکتاب والسنة لان الله تعالیٰ جمع بين اتباع غير سبيل

المؤمنين و بين مشاقة الرسول فی الشرط وجعل جزاء ه الوعيد الشديد فكان اتباعهم واجباً كموالاة الرسول"

تفسیر خازن میں ہے:

" وذلک لان اتباع غير سبيل المؤمنين وهو مفارقة الجماعة حرام فوجب ان يكون اتباع سبيل المؤمنين جماعتهم واجباً"

تفسیر احمدی میں ہے:

" ويتبع غير سبيل المؤمنين من عمل او اعتقاد"

اور اسی میں ہے: "هذه الآية هى التى تدل علىٰ ان الاجماع كالكتاب السنة" اسی میں ہے "الآية تدل علىٰ حرمة مخالفة الاجماع"

نیز اسی میں ہے:

"واذا كان اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم هذا لفظه فعلم ان اتباع سبيل المؤمنين اى ما عليه المؤمنين باجمعهم واجب وذلک سمى بالاجماع فيكون حجة قطعية يكفر جاحده' كالكتاب والسنة المتواترة"

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال وعقائد میں طریق مسلمین کا اتباع واجب مخالفت ناجائز، مستوجب وعید شدید اور جماعت مسلمین سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب اسی کو اجماع کہتے ہیں وہ حجۃ قطعیہ ہے کہ اس کا منکر کتاب وسنت کے منکر کی طرح بے دین ہے۔ یہ مضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" اتبعوا السواد الاعظم فانه' من شذ شذفى النار"

یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

" ان الله لا يجمع امتى عن ضلالة ويد الله على الجماعة"

یعنی اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت متفق ہو وہ باطل نہیں ہو سکتا کہ اس امت مرحومہ کا خدا نگہبان ہے:

" والله خير حافظا"

ان ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جس پر وہ عامل ہوں اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بے دین ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں اور صدہا سال اس پر عمل کرتے گذر گئے تو اس پر مسلمانوں

کا اجماع ہوا اور اس کا ماننا بحکم خدا و رسول واجب و لازم۔

تفسیر احمدی میں ہے:

" قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز لا ربع "

یعنی اس پر اجماع ہو چکا کہ فقط ائمہ اربعہ ہی کا اتباع جائز ہے۔ نیز اسی میں ہے:

" وینبغی ان یکون التقلید منحصر المذھب معین خاصة "

یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہب معین میں منحصر ہو اور اسی میں ہے:

" ولھذا قالوا بضلالة فوق الاھواء من المعتزلة والروافض والخوارج وغیرھم ویتعین الحق فی مذھب اھل السنة والجماعة "

یعنی اسی سے اہل ہوا فرقوں کی ضلالت کے قائل ہیں خواہ وہ معتزلہ ہوں یا روافض یا خوارج ان کے سوا اور کوئی۔

اشباہ میں ہے:

" وما خالف الائمة الاربعة مخالف الاجماع قد صرح فی التحریران الاجماع انعقد علیٰ عدم العمل بمذھب المخالف لاربعة لانضباط مذاھبھم و کثرة اتباعھم "

یعنی جو قول یا حکم ائمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتی ہے۔

اب الحمد اللہ تعالیٰ خوب پایہ ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے اور وہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں منحصر اور تقلید شخصی پر اجماع منعقد لامحالہ اس کا منکر اجماع کا منکر گمراہ بے دین بندہ ہوا ہے۔ ان کو مسجد میں آنے دینا تو کیا جائز ہو سکتا ہے غیر مسجد میں بھی ان کے ساتھ مصاحبت و ہمنشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ولا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین﴾

تفسیر احمدی میں اسی آیہ مبارکہ کے تحت میں فرمایا:

﴿ ان القوم الظٰلمین ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع ﴾

یعنی قوم ظالمین میں اہل بدعت اور فاسق و کافر سب داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے اور بکثرت احادیث ان فرق باطلہ کے ساتھ مجالست و مخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے حدیث شریف میں ہے:

"ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"

اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں جب ان گمراہ قوموں سے بچانا اور انہیں اپنے سے دور کرنا لازم ہے تو اہل سنت کے لئے اپنی مساجد میں انہیں آنے دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے اور ان لوگوں کا مسجد میں آنا یقیناً باعث فتنہ ہے جہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی۔ سینکڑوں جگہ مار پیٹ ہوئی ہے مقدمہ بازی تک نوبتیں پہنچی ہیں۔

حموی شرح اشباہ میں ہے:

"ومنها ما یترتب علیٰ ذلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واھل البطالة ولعبھم ورفع اصواتھم وامتهانھم بالمساجد وانتھاک حرمتھا وحصول وساخ فیھا وغیر ذلک من مفاصد التی یجب صیانة المسجد عنھا"

تو اہل اہوا جن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انہیں مسجد میں آنے کی اجازت دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

خلاصہ یہ کہ اہل سنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں اس کے آنے سے فساد ہے اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب، نیز اس کی صحبت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اس کا آنا اور غیر مقلدانہ حرکات مسلمانوں کے لئے ایذاء ہے اور جس سے ایذاء ہو اس کو مسجد سے روکنے کا مسلمانوں کو حق ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

" والحق بالحدیث کل من اذی الناس بنفسه ولسانه وبه یفتی ابن عمر وھو اصل فی نفی کل ما ینادی به "

لہٰذا مسلمان غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوادیں۔

" واللہ سبحانه تعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم "

کتبــــــــــــہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین ☆

☆☆☆

# قادیانی و بہائی کے ساتھ سنیہ کے نکاح کا حکم

## استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا۔ اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اس کے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللہ وہ شخص ہے جس کی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ جسکا زمانہ عنقریب گزرا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمہ سنیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا☆

**الجواب:-** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ☆

قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل، ختم نبوت کے معنی متواتر کا منکر ہے اور وہ اس وجہ سے کافر ہے۔ اب اگر بہائی ہوگیا تو اس وجہ سے اس کا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو اور تمام کفریات سے بیزاری کر کے از سر نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بہائی ہوجانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا، بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلاء ہے مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اسکی طبع زاد نہیں اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں دجالوں سے بہت کچھ اخذ کیا اور ان سب کا پس خوردہ جمع کر کے ایک دوکان لگائی۔ انہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے تو قادیانی سے بہائی ہوجانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۸۴۵ھ میں جونپور میں ایک شخص ہوا جس کا نام میراں سید محمد تھا۔ اس کے باپ کا نام سید خاں، ماں کا نام بی بی آغا ملک، ماں باپ کے نام بدل کر حضور پرنور ﷺ کے ابوین کریمین کے نام رکھے، ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا اور یہ شخص "مہدی" "موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا تو اس نابکار نے حضور اقدس ارواحنا فداہ ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کر دیا اور یہ مکر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبداللہ ہے ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہوگیا۔

"ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس شخص کے معتقدین اس کی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اس کا انکار کفر جانتے تھے لہذا وہ بھی اسی راستہ پر چلا ہے۔ جس طرح مرزا کے گھر والوں کو اس کے معتقدین "اہل بیت" اور اس کی بی بی کو "ام المؤمنین" کہہ کر ایوان رسالت

نا قتل اتارتے ہیں۔ اسی طرح میراں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ اور صدیق دو اور بشریا گنہ بارہ اور چوبیس فرقے اور جنگ بدر اور فاطمہ اور حسین ولایت سب بنالئے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میراں سید محمد کو خلفاء راشدین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور حضور اقدس ﷺ سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اس کو مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے۔ شریعت ظاہرہ کے احکام کا ناسخ اور صاحب شریعت جدید مانتے تھے اس پر وحی آنے کے معتقد تھے۔ چنانچہ اس کے رسالہ "ام العقائد" میں اس کی وحی یوم لکھی ہے:

"قال الامام المهدی ﷺ علمت من الله بلا واسطة جديد اليوم قل انی عبدالله تابع محمد رسول الله محمد لهدی الزمان وارث نبی الرحمن عالم علم الكتاب والايمان مبين الحقيقة والشريفة والرضوان"

اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے۔ یہ شخص بلاواسطہ اللہ سے اخذ علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وحی کا دعوی کرتا تھا اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا۔ زکوۃ میں بہت سی قطع و برید یں لگائی تھیں اس کے عقائد فاسدہ اور مکائد فاسدہ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیے اور شاہان اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو "باب" کہتے ہیں اور اس کے معتقدین اس پر ایمان لانے والے "بابی" کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو مثل حضرت یحیی علیہ السلام کے اور ایک اور شخص کو جس کا لقب اس نے "من یظهره الله جل ذکره" رکھا تھا مثل حضرت عیسی علیہ السلام کے کہتا تھا چنانچہ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ۷ میں اس مرزا علی محمد کا یہ قول مذکور ہے کہ میں یحیی ہوں "من یظهر الله جل ذکره" مثل حضرت عیسی کے ہیں اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعوی کیا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعوی کیا ہے۔" اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴۱ میں اس کا یہ قول موجود ہے۔ میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اسی وقت تم کو ملے گا جب کہ من یظهره الله ظاہر ہوگا اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دے گا اور جس کو وہ پسند کرے گا اس کو تم مت کرنا۔

طہران میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لا۔ مرزا علی محمد نے اس کو بہاء اللہ کا لقب دیا اس مرزا حسین علی الف بہاء اللہ نے دعوی کیا کہ وہ من یظهره الله ہے جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے "ایڈریانوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھ کو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من یظهره الله میرا لقب ہے۔ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے "بہائی" کہلاتے

ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام "بہائی" ہو گیا۔ بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے: یکا یک خدا کی حیم لطف مجھ پر گذری اور جو کچھ ابتداء آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اس کا علم اس نے مجھے دیا۔ "صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے" اسی نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کے نام کی منادی کر دوں "صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے: "ہم خدا اور اس کے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں۔" اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لئے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے: "پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے ہاتھوں کو باندھا ہوا سمجھا (وہ کون؟ جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہل سنت) اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ کو مختار جانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اس کے رسول کی معرفت صادر ہوں۔ "صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے: الطاف باری کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے جگا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اس کے نام کی منادی کر دوں۔ یہ بات میں نے خود نہیں کی بلکہ خدا ہی کی طرف سے کی اس کی ہدایت ہوئی تھی۔ صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے: میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے۔ اس بہاء اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم و برہم کر دیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں چنانچہ اسی کتاب "بہائی اللہ کی تعلیمات" کے آخر حصہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: خدا تم کو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبردار دو سے زائد نہ کرنا۔ تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیلی صفحہ ۱۸ اسی کتاب میں ہے: "خدا نے منع کر دیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے" گانا باجا سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴ میں ہے: "ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سننا" اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ میں اس کا اقرار ہے:

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں دعوۂ مہدیت میں شریک ہیں مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیل احکام شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بنتا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے، بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا مدعی ہے اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے کتنے کفروں میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے یقیناً اس کی تصدیق کرنے والے کافر مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے:

" وكذلك قال من تنبأ وزعم انه يوحىٰ اليه قاله سحنون وقال ابن القاسم دعىٰ الىٰ ذلك سرا وجهرا قال اصبغ وهو كالمرتد لانه كفر بكتاب الله مع الفرية على الله وقال اشهب فى يهودى تنبأ اوزعم انه يوحى ارسل الى الناس اوقال ان بعد نبيكم نبى انه يستتاب ان كان

معلنا بذلک فان تاب والاقتل وذلک لانه مکذب النبی ﷺ فی قوله لا نبی بعدی مفتر علی الله فی دعواہ علیه الرسالة والنبوة"

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"وقد یکون فی هؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخر عبلات او بطلت تغیر شیئ من الشریعة و نحو ذلک"

اب ثابت ہو گیا کہ وہ شخص قادیانی تھا جب بھی کافر تھا اور بہائی ہوا اب بھی کافر ہے۔ اس کے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا ہمیشہ حرام ہوگا۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

# فتویٰ ایصالِ ثواب، حکم زوجہ مفقود، خطبہ میں اردو خلافِ سنت

## استفتاء

۱- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ میت کے ثواب کے لئے جب قرآن خوانی ہوتی ہے تو اس وقت جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں وہاں کلمہ طیبہ یا سورہ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲- زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجہ مفقود الخبر بعد انتظاری چار سال چار ماہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ جس کے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے؟ حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف اور یہ مسئلہ کس مذہب کا ہے۔ حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیے بینوا توجروا!

۳- خطبہ جمعہ کے درمیان یعنی خطبہ اول وثانی کے درمیان میں کچھ وعظ، کہنا یا جو اردو نظم یا نثر میں درج ہے سب خطبوں میں اس کا پڑھنا کیسا ہے یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے ہیں تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھی جائے گی تو لوگ کیا سمجھیں گے لوگوں کی ہدایت کے لئے کچھ اردو میں نصیحتیں درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسا ہے؟ مفصل طور سے تحریر فرمائیے گا۔ جائز ہے یا مکروہ، اگر مکروہ ہے تو کون مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی۔ بینوا توجروا۔

فقط سائل اصغر علی از جزیرہ جگو اناس

**الجواب** ۱:- ثواب میت کے لئے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں ان کو

پڑھیں۔ جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمہ طیب پڑھ کر ثواب پہنچائیں کہ ذکر الٰہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأت قرآن اذکار صدقہ وغیرہ ہر چیز کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الاصل فی هذا الباب ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة کان او صوماً او صدقة او غیرها کالحج وقراة القران والاذکار وزیارة قبور الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام والشهداء والاولیاء والصلحین وتکفین الموتیٰ وجمیع انواع البرکة فی غایة التوجی" شرح الهدایة

عبادت بدنیہ ومالیہ کے ثواب کا میت کو پہنچنا اہل سنت کا متفقہ مسئلہ ہے نصوص کثیرہ اس کی شاہد ہیں۔

۲۔ مفقود الخبر کی زوجہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اس کی موت کا حکم کرے اور وہ موت کی عدت گزارے، عینی شرح کنز میں ہے:

"وتعتد امرأته وورث منه ای من المفقود وحینئذ ای حین حکم بموته لاقبله ای قبل ذلک"

درمختار میں ہے:

"انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمالم ینضمر الیه القضاء لایکون حجة"

اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے۔ ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ اس کی موت کا اندازہ اس کے ہم وطن اقران کی موت سے کیا جائے گا۔ جب وہاں اس کے ہم عمر مر چکیں تو قاضی اس کی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں:

"وفی ظاهر الروایة بقدر بموت اقرانه من اهل بلدة علی المذهب"

قران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ نوے سال کی عمر ہونے تک۔ کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اوفق بتایا ہے۔ ذخیرہ میں فرمایا علیہ الفتویٰ۔ ایک قول سو برس کا، ایک ایک سو تیس برس کا ہے۔ متاخرین نے ساٹھ برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے ستر برس کو مختار فرمایا۔ یہ تو علماء حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت کی عدت گذار کر چاہے تو نکاح کرے۔ عینی شرح کنز میں ہے:

"قال مالک اذا مضی اربع سنین یفوق بینهما وتعتد عدة الوفاة ثم تتزوج ان شاء ت"

اگر ضرورت شدیدہ ہو اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنہ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر حکم کیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے:

"لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به واللّٰه سبحنه اعلم"

۳۔ خطبہ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔ زمانہ صحابہ میں عجمی ممالک فتح ہو گئے تھے کہیں خطبہ غیر عربی

میں ثابت نہیں۔ نصیحت کے لئے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت وعظ کیا جائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ

# فتویٰ گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

**سوال:-** جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہئے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہوسکتا ہے تو کیا کرنا چاہئے کہ جمعہ کی نماز ہو جائے؟ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ شہر جا کر جمعہ ادا کریں اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے آدمیوں کے دوسرے گاؤں کے لوگ آ کر بھی جمعہ پڑھیں تو درست ہوگا یا نہیں

والسلام علیکم!

مرسلہ شیخ رحیم بخش چاولہ از قصور پنجاب

**الجواب:-** بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ☆

جمعہ کی صحت ادا کے لئے مصر (شہر) شرط ہے اور فناء شہر یعنی شہر کے گرد و پیش کا وہ میدان جو اہل شہر کے حوائج و مصالح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی:

"لا جمعة ولا تشریق ولا صلوۃ الفطر ولا اضحی الا فی مصر"

جامع الحدیث۔ فقہ کے تمام متون و شروح میں اس کی تصریح ہے تو جو آبادی فناء شہر میں نہیں خواہ وہ شہر سے قریب ہو اس میں جمعہ صحیح نہیں۔ نہ ان لوگوں پر جمعہ واجب۔ بحر الرائق میں ہے:

"فان المذهب عدم صحتها فی القری فضلاً عن لزومها وفی التجنیس ولا تجب الجمعة علیٰ اهل القریٰ وان کانو قریبة من المصر لان الجمعة انما تجب علی اهل الامصار اه والله سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم ☆

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

☆☆☆☆☆

# تثویب

**سوال:۔** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ بروز جمعہ جو قبل از نماز سنت جمعہ آواز بلند " الصلوة قبل الجمعه سنة رسول الله ﷺ " پکارتے ہیں۔ یہ پکارنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر اور مولانا مولوی مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی پیش امام صاحب گڈکہ مولوی جلال الدین رائیانی، مولوی عبدالحئی رائیانی مدرس، محمد ایوب دہلوی اور مولی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں " الصلوة سنت قبل الجمعة " کا کہنا بے اصل ہے اور کتاب حنان امیر جو تصنیف مولوی عبدالحئی بنگلوری محدث کی ہے اس میں لکھا ہے مدارج النبوۃ وشرح وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ کیا اس کتاب حنان امیر اور اوپر لکھے ہوئے مولویوں کے فتووں پر اعتبار کر کے تثویب " الصلوة قبل الجمعة سنة رسول الله ( ﷺ ) " کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیے؟

اس مسئلہ کا بحوالہ کتب احادیث وفقہ حل فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب:۔** بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ ۔

صورت مذکورہ بالا میں تثویب جائز اور اشخاص مذکورہ سوال کا انکار غلط اور باطل، یقیناً نماز بر وتقویٰ میں داخل کہ اللہ رب العزۃ عزوعلا تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔ اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بر وتقویٰ میں داخل اور نماز بار وتقی ہے اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب ودعوت دینا اور نماز کا اعلان کرنا بر وتقویٰ پر معاونت ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾

کہ بر و تقویٰ پر معاونت کرو۔ الحمد للہ کہ تثویب کا جواز خاص قرآن شریف سے ثابت ہوا منکرین معجلین کو شرمانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اب کتب فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالئے کنز الدقائق میں ہے:

ویثوب علامہ شیخ مصطفیٰ علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں:

"ویثوب فی جمیع الصلوۃ"

عینی شرح کنز میں ہے۔

"ویثوب من التثویب وھو عود الی الاعلام وانما اطلقہ لیبنھا علی استحسنہ المتاخرون من التوثیب فی کل الصلوۃ لظھور التوامی فی الامور الدینیۃ"

نیز اسی میں ہے:

"ومااستحسنہ المتاخرون وھو التثویب فی سائر الصلوۃ لزیادۃ غفلۃ الناس"

ملتقی الحقائق میں ہے:

"واستحسن المتاخرون التثویب فی سائر الصلوۃ لزیادۃ غفلۃ الناس والیہ اشار المصنف بقولہ ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرھا"

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوالی فی الامور الدینیۃ فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ما تعارفہ اھلھا"

طحاوی وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

"استحسنہ المتاخرون وقد روی احمد فی السنن والبزاز وغیرھما باسناد حسن موقوفاً علیٰ ابن مسعود ومارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن"

بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے:

"عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال کان التثویب علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ خیر من النوم" نیز اسی میں ہے" فصار سائر الصلوۃ فی زماننا مثلا لفجر فی زمانھم فکان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقوی فکان مستحسن"

بحر الرائق میں ہے:

"واطلق فی التثویب انه لیس له لفظ یخصه بل تثویب کل بلد علیٰ ما تعارفوه اما بالتنحنح او بقوله الصلوٰة الصلوٰة او قامت قامت لانه للمبالغة فی الاعلام وانما یحصل بما تعارفوه فعلیٰ هذا اذا احدث الناس اعلاماً مخالفا لما ذکر جاز کذا فی المجتبیٰ وافاد انه لایخص صلوٰة بل هو فی سائر الصلوٰة وهو اختار المتاخرین لزیادة غفلة"

آیات مذکورہ وعبارت منقولہ سے ظاہر وزاہر واضح وباہر کہ نماز کے بعد اذان اعلام جس کو تثویب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز اور متاخرین کے نزدیک مستحسن اور منکرین کا انکار اور اصرار بالکل غلط اور بیکار۔

واللہ سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم و احکم

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

## مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مدینہ طیبہ کو یثرب نہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ مشتق ہے ثرب سے جس کے معنی فساد کے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا، اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا سخت مذموم ہے نیز حدیث شریف میں آیا ہے۔ "ان اللہ امرنی ان اسمی المدینة طابة" کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو برا کہے یا پسند نہ کرے تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ خاص کرے اور عمرو کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ برا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
کہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا یثرب لکھنا جائز ہے اور متاخرین شعراء نے بھی اس کو لکھا ہے جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد وفا صاحب تو اس بناء پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابل تسلیم نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا و توجروا۔

العبد فقیر عبدالمصطفیٰ محمد صابر حسین المخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آباد، مشتاق حسین عرف کلن اشرفی سادہ کار مراد آباد۔

**الجواب:** بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ☆

صورت مسؤلہ میں زید کا قول صحیح اور قابل اعتماد و مطابق حکم نبوی ﷺ ہے۔ اس لئے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسم قبیح ہے اور طیبہ یا مدینہ اسم حسن اور اسماء قبیحہ کی نسبت مبغوض، لہذا مدینہ طیبہ کو طیبہ، طابہ مدینہ کہنا ہی چاہئے۔ یہی احمد ہے یہی محمود چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینہ الحدیث"

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائے گا۔ لوگ اس کو یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مرضی ہے کہ اس شہر پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہئے اور یثرب نام رکھنا اس بلد طاہرہ کے لئے غیر مناسب ہے اور اس کی شرح فتح الباری میں:

"یقولون یثرب وھی المدینۃ" کے تحت میں ہے:

"ای بعض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ"

یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس کی شان کے لائق نام "مدینہ" ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت امام احمد نے روایت فرمائی ہے:

"من سمی المدینۃ فلیستغفر اللہ ھی طابۃ"

یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہئے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طیبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یقال المدینۃ یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبۃ من حدیث ابو ایوب "

یعنی حضور ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔ اسی فتح الباری میں ہے:

"ولھذا قال عیسیٰ ابن دینار من المالکیۃ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطئۃ وقال وسبب ھذا الکراھۃ لان یثرب اما من التثریب ھو التوبیخ والملامۃ او من الثرب وھو الفساد وکلاھما مستقبح وکان ﷺ یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح"

یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بناء پر عیسیٰ ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ لکھا گیا

اور فرمایا کہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو ثرب سے بنا ہے اس کے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا ثرب سے بنا ہے اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں اور یہ دونوں معنی قبیح اور برے ہیں اور حضور اقدس ﷺ اچھے نام کو محبوب رکھتے تھے اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جس کو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے۔ لہذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے۔ رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے، سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلام رسول کے لئے کلام غیر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و نواحی مراد ہیں نہ خاص شہر مدینہ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اس کا مؤید ہے اور دوسرے شعر میں ہے:

گرد صحرائے مدینہ بوئیت آمد یارسول
من سر خود را فدائے خاک آں صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعت حدیث لازم نہ آئے مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اس کو سند بنانا نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور آیت کیوں نہ لکھدی جس میں ارشاد ہوا "یا اهل یثرب لا مقام لكم فارجعوا" مگر اس کا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے اس سے جواز اور استدلال نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری میں ہے:

"وقالوا ما وقع في القران انما هو حكاية عن قول غير المؤمنين"

اب بحمد اللہ مسئلہ واضح و لائح ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے اور یثرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

# وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشاء راز

## استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء ملت اہل سنت و جماعت ان امور ذیل میں کہ:

۱- مخالفین اور وہابیہ دیوبند نے جو یہ شورش اٹھاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم امت مجدد مایۂ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے علماء امت کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کو" مکفر المسلمین "کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل، ہدایت ہے یا ضلالت، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن علماء کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کن وجہ سے۔ آیا از روئے دلائل شرع شریف یا یوں ہی بلا دلائل کافر کہنا استعمال کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم بلکہ حقیقۃً بحکم حدیث شریف خود کافر بنتا ہے تو مخالفین کا یہ کہنا کہ اعلیٰحضرت کا جو شخص ہم خیال و ہم عقائد نہ ہو اس کو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۲- دیوبندی علماء تو کہتے ہیں کہ اعلیٰحضرت نے کتاب "حسام الحرمین" میں بہت سی عبارتیں کاٹ چھانٹ کے نقل کر کے علماء حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوالیا ہے چنانچہ ایک کتاب "التصدیقات لدفع التلبیسات" معروف بمہند جس کو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے جس پر حرمین شریفین تصدیق فرما رہے ہیں، لہٰذا استفسار ہے کہ کتاب "حساب الحرمین" حق ہے یا کتاب "التصدیقات" ہمارے سنی علماء کرام کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب کہ ان کے یہاں "کفر کا کارخانہ" ہے۔ جس کو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۳- مسلمان کلمہ گو اگرچہ نماز، روزہ، حج وغیرہ بجالاتا ہو، مگر خدا اور رسول (جل جلالہ ﷺ) کی جناب میں گستاخی یا ادنیٰ سے ادنیٰ توہین کرنے والا ہو تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبروار، بحوالہ کتاب، عام فہم صورت میں عنایت فرمائیے اور عربی عبارات آیت و حدیث جہاں پر آئے مع ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جائے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

# الجواب بعون اللہ الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

۱- وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض وافتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا نصوص نقل فرمائیں جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہ دیا اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب "بسط البیان" میں لکھتے ہیں:

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔"

اور وہی یہ بات کہ جو اعلحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے جو توحید مانے رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو وہ کافر۔ توحید ورسالت دونوں کو تسلیم کرے قرآن کا منکر ہو تو کافر غرض کسی ایک امر ضروری سے یعنی انکار کرے کافر ہے مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبریل میں ہے:

"قال ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الأخر وتؤمن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ"

یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کو مانے اور اس کی تقدیر خیر وشر پر ایمان لائے تو جو ان امور میں ہمارا ہم عیقدہ ہے مومن ہے اور جو ان میں ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اس کو حقیقت ایمان ہی حاصل نہیں مومن نہیں کافر ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

۲- یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کر کے کفری معنی پہنائے گئے ہوں عبارتیں بلفظہ نقل کی گئی ہیں۔ انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے انہیں کو علماء حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب میں تو ان کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے۔ مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کئے گئے یہ محض افتراء ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کی کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات" "یقیناً اسم بامسمیٰ" ہے اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالا کیوں

سے کام لیا گیا ہے علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیے ہیں۔ اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے۔ عقیدے برخلاف اپنی عقائد کے ظاہر کیے ہیں نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ وہابی ہندوستان میں کس کو کہا جاتا ہے؟ اس کی تفصیل میں لکھا ہے۔ "بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳) دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو کون وہابی کہتا ہے سود کو تمام علماء اہل سنت حرام فرماتے ہیں وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع و مکر ہے۔

۲۔ روضہ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے، بلکہ واجب کے قریب ہے گو سد حلال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو" (التلبیسات صفحہ ) صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کو منع کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سنی بن رہے ہیں گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے اب ذرا تقویۃ الایمان "کو دیکھئے کہ وہاں سلسلہ شرکیات میں لکھا ہے: "اس کے گھر کی طرف او دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا" (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) دوسری جگہ لکھا ہے: "اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر جانا، دور سے قصد کرنا (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) اس میں صاف بتاتا ہے کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قدر کر کے سفر کرنا شرک ہے اور تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کی تعریف اس "التلبیسات" کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے اس کی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان اور اس میں بقصد زیارت سفر کو شرک کہا اسی سفر کو اس "التلبیسات" میں قربت او رواجب کہنا اور اس کے لئے جان و مال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابی کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر کچھ ظاہر کر دیا۔

۳۔ تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم ﷺ کی طرف نسبت کر کے لکھا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور ﷺ کو مردہ جانتے ہیں معاذ اللہ "التلبیسات" میں ظاہر کیا کہ "حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔" (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھئے کیسا کھرا سنی بن رہا ہے۔

۴۔ "تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۷ میں ہے "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ میں اولیاء کی نسبت لکھا "کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔" "التلبیسات" میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بے شک صحیح ہے۔"

(التلبیسات صفحہ [illegible])

۵۔ "التلبیسات" صفحہ ۱۲ میں عبد الوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ

اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاوی رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے "محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا۔"

عقیدہ تو یہ ہے اور "التنقیحات" میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اس کو خارجی جانتے ہیں کیا مکاری ہے۔

۶:- ختم نبوت کے متعلق "التنقیحات" میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ "آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے "ولیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔" اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنا حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ سو حاشا ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اس لئے منکر ہے نص صریح قطعی کا (التنقیحات صفحہ ۱۴ و ۱۵)۔

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور ﷺ آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح وقطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور "تحذیر الناس" دیکھئے تو اس میں صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ "عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

۷:- "التنقیحات" میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا "البتہ جہت ومکان کو اللہ تعالی کے لئے ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے" (التنقیحات صفحہ ۱۳) مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالی کے جہت ومکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے "ایضاح الحق" صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے:

" تنزیہ او تعالے از زمان و مکان وجہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات واثبات رؤیت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد وابطال ہیولی و صورت و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام وقول بصدور عالم و امثال آں از مباحث فن کلام والہیات و فسلفہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر

صاحب آں اعتقادات مذکورہ رااز جنس عقائد دینیہ می شمارد۔"

یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف۔

۸:- "التلبیسات" صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: "جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔" یہاں تو ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرۂ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے: انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ دوسری کتاب "براہین قاطعہ" جس کے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے "التلبیسات" میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ "براہین قاطعہ" صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا، تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔" اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے "التلبیسات" میں اس کا صریح انکار کر دیا۔

۹:- "التلبیسات" صفحہ ۱۸ میں ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بے شک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے اور عقیدہ دیکھئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں چنانچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے: "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا" اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ میں لکھا" اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔" حقیقۃً عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے "التلبیسات" میں ظاہر وہ کیا۔

۱۰:- "التلبیسات" صفحہ ۱۹ میں لکھا" اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔" یہاں تو لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعت علم کو ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود آپ ہی ہیں۔ براہین قاطعہ ۴۷ میں لکھتے ہیں۔ "شیطان و ملک

الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں اس کا صاف انکار ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۱۱:۔ "التلبیسات" صفحہ ۴۴ میں ہے "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے، وہ قطعاً کافر ہے۔"

علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا۔ اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جس کو کفر کہہ رہے ہیں۔ وہ قول کس کا ہے؟ ملاحظہ کیجئے "حفظ الایمان" "مطبوعہ مجتبائی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸ میں ہے "پھر یہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔" دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو "التلبیسات" میں کافر کہہ رہے خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی کا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ "التلبیسات" میں اشرف علی کی عبارت پیش کی تو اس میں قطع برید کر لی کہ "حفظ الایمان" میں تو "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا اور "التلبیسات" میں "علم غیب کا اطلاق" لکھا ہے۔ کہاں حکم کرنا کہاں محض اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی اگر ان کے نزدیک "حفظ الایمان" والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو "التلبیسات" میں اس کو کیوں بدلا؟ کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا؟ اصل لفظ کو کیوں بچایا؟ قول کچھ تھا علماءِ عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲:۔ مجلس مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ "التلبیسات صفحہ ۲۴" "حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخواست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔"

دیکھئے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے اور اس کو بدعت سیہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا فریب ہے کیونکہ اس میں وہ اس کے منکر ہیں۔ دیکھئے ذیل کے حوالے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰):

سوال:۔ "مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا

کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں"۔

**الجواب**:- "عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔" اسی فتاوی رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

**مسئلہ**:- "محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گذاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔"

**جواب**:- "ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے" اسی فتاوی کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ میں ہے: "کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔" انصاف کیجئے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں اور "التلبیسات" میں ظاہر اس کے خلاف کیا یہ ہیں کیا دیاں۔ تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئیں۔ اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ فرمائیے خود سوالات لکھے خود ان کے جواب دیئے۔ اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیق کرائی۔ جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعہ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے تا کہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماء حرمین شریفین نے جن بدلگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کرلیا۔ مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے۔ مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماء اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگر چہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو پکا سنی ظاہر کیا تھا۔ مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علمائے کرام ان کے فریب میں نہ آئے۔

## علماء حرمین کی تصدیق کا حال:

علماء حرمین طیبین کی تصدیقات کا حال تو "حسام الحرمین" میں دیکھئے "التلبیسات" کی جعلی کاروائی محض فریب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا:

"هذه خلاصة تصديقات العلماء بمكة المكرمة"

اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید باصیل کی ایک تحریر ہے۔ اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ "براہین قاطعہ وحفظ الایمان، وتحذیر الناس، وفتاوائے گنگوہی پر جو حکم "حسام الحرمین" میں دیا گیا وہ غلط ہے۔ نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے؟ "التلبیسات" میں جو انہوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی خارجی بتایا مولود شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا نے تصدیق

فرمادی تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی بعینہ درج کرنا تھی اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون مخالف تھا جس کو چھپانے کے لئے ان کی تحریر میں کاٹ چھانٹ کی اور اس "التکلیسات" میں خود اقرار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے "یہ علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفا وتعظیما کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے۔" جن علماء کی تحریر اپنی بریت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی گئی؟ اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں، وہ نکال دیں یہ حال دیانت کا ہے۔

اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ کوئی عرب اور علماء مکہ میں سے ہوں گے، مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں "بندہ احمد رشید خاں نواب" لکھا ہے۔ (دیکھو التکلیسات صفحہ ۸۳) یہ نواب اور خان بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔

تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے، لفظ مہاجر سے ظاہر کہ وہ عرب علماء مکہ میں سے نہیں۔ ان کی تحریر کو علماء مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ حرکت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی ان کی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے۔ اس کو بھی علماء مکہ کے سلسلہ داخل کیا ہے ہندی و افغانی علماء مکہ بن گئے، اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھے لے کر "علماء مکہ" میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

## ایک اور بڑا مکر:

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں یہ حضرات بے شک علماء مکہ میں سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں "التکلیسات" میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود "التکلیسات" صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ "جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بنیلہ تقویت کلمات لے لیا او پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو بہ یہ ناظرین ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی!

ورت ہے فرض کرو یہ سچ سہی اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی ان و
آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے انہوں امر حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان
کی تحریر لائق اعتبار ہو۔ غرض کسی طرح سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

''الشہاب'' میں علماء مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں ان میں قطع برید بھی ہے ہندیوں اور افغانیوں
کی بھی بنایا گیا ہے جعلی تحریریں بھی ہیں۔ ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے اور اس
سے ظاہر ہے کہ تمام علماء مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی اس لئے انہوں نے جعلی
تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماء مکہ مکرمہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوالیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے
لئے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔

## علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال:

علماء مدینہ کے نام سے ''التلبیسات'' میں عجب چال کھیلی ہے۔ مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند
مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے۔ وہ دستخط ''
التلبیسات'' پر نہ تھے برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے، مگر ''التلبیسات'' میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ
طیبہ کے اس قدر علماء اس سے متفق ہیں چنانچہ ''التلبیسات'' کے صفحہ ۶۰ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے۔

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جس کو لوگ دیکھتے کہ کیا وہ فرماتے ہیں۔ تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ
ڈالیں یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظرانداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ اگر وہ
موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔

## مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر:

علماء مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہی۔ اس تحریر میں
مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر ''حسام الحرمین'' میں کفر کا حکم
دیا گیا ہے درست ہیں یا کفر نہیں ہیں یا ان کے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے بلکہ وہابیہ کا رد کیا اور ان کی ناک کاٹ
دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقتِ ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرن معمول اور مسلمانوں
کا شعار بتایا ہے (دیکھو التلبیسات'' صفحہ ۶۱ و ۶۲ اور اس سے بڑھ کر حضور کی روح مبارک کی تشریف آوری کو امر ممکن اور اس

کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہ تعالیٰ جہان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو "التکلیسات" صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور ان کے دین کا ابطال ہے اس نے "تقویۃ الایمان" کو جہنم رسید کر دیا اس کے علاوہ "التکلیسات" کی نقل کی ہوئی اور تحریرات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے رد ہیں۔ یہ ایک مختصر نقشہ "التکلیسات" کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ "حسام الحرمین" حق و صحیح اور "التکلیسات" کذب و زور و باطل و مردود ہے۔

" والحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه وسيد انبيائه ورسله محمد واله واصحابه اجمعين "

"العبد المعتصم بحبله المتين"

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

## فتویٰ متعلق فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ:

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ جو مدتہائے دراز سے بلانکیر مسلمانوں میں جاری ہے جب تک کہ وہابیہ کا فتنہ نہ اٹھا کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ اس لئے ان امور کا انکار وہابیت کی علامت اور شعار ٹھہرا اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نسبت کیا حکم ہے آیا وہ مسلمانوں میں تشتت و تفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں اور وہابیت کے مدد معاون ٹھہریں گے یا نہیں؟ وہابیوں کی امداد و اعانت اگرچہ بلا مقصد ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بالقصد وہابیت کی امداد و اعانت کے لئے ہو تو حکم اور زیادہ سخت ہے یا نہیں؟ تعیین یوم برائے فاتحہ جسے وہابی حرام و شرک کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں پر اسے از حالت شرع ضرور سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لئے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری جانتے ہیں کہ تیسرے دن یا چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا۔ اگر جو دن مقرر ہیں ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کی جائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ تعیین عرفی اسی مصلحت سے ہے کہ اہل میت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصال ثواب کے لئے مقرر ہوا ہے جو صاحب اپنے عزیز یا دوست کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرأت و قرآن یا کلمہ کلام سے ایصال ثواب کریں اسی مصلحت سے فاتحہ کے یہ ایام جو ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں میں جاری ہیں اسے بدعت و شرک کہنے کا کیا حکم ہے اور جتنے

مسلمانوں نے جب سے یہ کیا وہ ان شرک و بدعت کہنے والوں کے نزدیک مشرک و بدعتی ٹھہرے یا نہیں؟ اب اس تعیین ایام سے اس لئے کہ اس کا انکار وہابیوں کا شعار ہے عدول کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں آتا ہے:

" اتقوا مواضع التهمة او كما قال ﷺ "

اس فرمان ذیشان کی بناء پر سویم چہلم وغیرہ کو اسی طرح رکھنا جس طرح وہ جاری ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ مسلمانوں میں تفریق، تشتت انہیں بے وجہ معقول انکار سے نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مصلحت فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں۔

**الجواب**:۔'' نحمده ونصلى على حبيبه الكريم '' فاتحہ سویم چہلم وغیرہ امور خیر جس میں اموات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے ان کا استحباب واستحسان دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور ان کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔ وہابیہ کو ان امور سے سخت عناد ہے اور وہ ان کے انکار میں اس قدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ انہوں نے شرک تک نوبت پہنچا دی ہے اور مسلمانوں کو مشرک تک کہنے میں باک نہیں کیا۔ محرمات قطعیہ بلکہ رسوم شرکیہ تک سے انہیں وہ نفرت نہیں جو ان امور خیر سے ہے۔ ہلاکت کمیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشقے تک لگائے، بتوں کے جلوسوں میں شریک ہوئے بتوں کی نقاب کشائی کی رسموں میں باادب حاضر رہے۔ وہابیہ نے اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی اور یہ حرکات ان کو اتنی ناگوار نہ گذریں جتنی فاتحہ سویم چہلم وغیرہ ناگوار ہیں اور رات دن انہی کے شرک و بدعت ہونے کا وظیفہ ہے۔ ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ ترک نہ کیا ان کے ان افعال پر اظہار افسوس تک کرنے جرأت تک نہ ہوئی مگر فاتحہ کا نام سن کر ان کو طیش آجاتا ہے۔ بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ ان امور خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا وظیفہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پردازی ہے۔ اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردہ میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی چالوں سے آگاہ رہنا چاہئے اور ایسے بدمذہبوں کے مکروکید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کے نادان لوگوں کو بچانا چاہئے ان امور کا انکار اور ان کی بندش کی کوشش وہابیت کی ترویج اور اس کی کھلی اعانت ہے۔ اس میں بلا قصد کا احتمال محض لغو ہے۔

تعین یعنی بربناء مصالح کسی کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر کر لینا جائز ہے اس کی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعیین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ اور رمضان وعیدین امتحان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے جس کی التزام کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے تعیین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے اور اگر وہابی ترک تعیین کا عہد کر لیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے کھانے کا وقت معین، سونے کا وقت معین، کام کا وقت معین، تاجر ہیں تو بازار میں جانے اور بیٹھنے کا وقت معین۔ تعیین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے

ہوئے ہیں اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں اور پھر تعیین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں اس سمجھ پر ہزار افسوس۔ شریعت میں ایسے تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری ومسلم میں مروی ہے:

"کان عبد اللہ (بن مسعود) یذکر الناس فی کل خمیس"

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کے لئے پنجشنبہ کی تعیین سے عمل خیر کے لئے حسب مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب "من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ" میں لائے ہیں بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امور خیر کے لئے تعیین ثابت کرتے ہیں اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کی جاسکتی ہیں مگر وہابیہ کو کوئی دلیل شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی ایک حدیث سنا دیجئے اس کے قبول کرنے میں ہزار عذر ہو نگے۔ "تقویۃ الایمان" پیش کر دیجئے تو گردن جھک گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں سے بچائے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعیین کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اور ان کے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا یہ مسلمانوں پر افتراء ہے کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا۔ اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے۔ وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے یہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی، جاگیریں خاص کر دی جاتی ہیں تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصال ثواب جائز نہیں سمجھتے، یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے حیلے اور فریب کرنے والا امور خیر کو روکنے کے لئے ایسی باطل باتیں کرنے والا بد مذہب ہے اور اس کا یہ فعل وہابیت کی علامت اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک و بدعتی بتانا اس شخص کی بے دینی اور ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور علامت وہابیت و بد مذہبی سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

واللہ سبحانہ' وتعالیٰ اعلم

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المتین

## نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم:-

**سوال**:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز صبح قبل طلوع آفتاب نماز قضاء عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں؟

"المستفتی (سیٹھ) ابراهیم حاجی محمد، اتا بلڈنگ نل بازار بمبئی"

**الجواب**:- نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں قضاء فرض جائز ہے۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"ویکره التنفل بعد صلوته ای فرض الصبح ویکره التنفل بعد صلوة فرض العصر و ان لم تغیر الشمس لقوله علیه السلام لا صلوة بعد صلوة العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوة الفجر حتی تطلع الشمس رواه الشیخان والنهی بمعنی فی غیر الوقت وهو جعل الوقت کالمشغول فیه بفرض الوقت حکماً وهو افضل من النفل الحقیقی فلا یظهر فی حق فرض یقضیه وهو المفاد بمفهوم المتن" مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:" وعن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر عطف علی قوله منع ای عن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر لماروی ان النبی علیه الصلوة والسلام نهی عن ذلک کذا فی الهدایة لا عن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوة جنازة ای لا بأس ان یصلی فی هذین الوقتین الفوائت الخ"

تنویر الابصار میں ہے:

"وکره نفل وکل ما کان واجباً بغیره کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیه ثم افسده بعد صلوة فجر وعصر لا قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوة جنازة"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ فوائت کی قضاء مکروہ نہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں۔ ان کا یہ قول صحیح نہیں، کیونکہ اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقت استواء اور وقت غروب کوئی نماز فرض و واجب ادا و قضاء جو اس وقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

"ثلاثة اوقات لا یصح فیها شیئ من الفرائض والواجبات الذی لزمت فی الذمة قبل دخولها"

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے "لا یصح فیها شی اداء وقضاء"

﴿ والله تعالیٰ سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم ﴾

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

## فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم:

**سوال:-** "ما قولکم رحمہ اللہ" بعد نماز فرض قبل سنت چند آدمی بلند آواز یعنی متوسط آواز سے آواز ملا کر درود شریف دس بیس مرتبہ پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو تاخیر سنت میں ہوگی تو عند الفقہا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

۲:- زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیہ ہے کیونکہ مساجد ادائے نماز کے لئے بنائی گئی ہیں۔ قرآن شریف اور درود شریف نماز نہیں۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی عید علی کمرلوی ۱۵ صفر ۱۳۴۵ھ۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء

## الجواب بعون الوہاب

۱:- "الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین"

**اما بعد:** جائز ہے کہ اس قدر فصل معتبر نہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصل سنت فوت نہیں ہوتا۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

"یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام"

کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو ناجائز، یا لفظوں کی شمار نہیں بلکہ مقصد صرف اس قدر ہے کہ دور دطویل فصل افضلیت واولویت کے خلاف ہے۔ مکروہ تحریمی وہ بھی نہیں۔

"فی الغنیہ لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یعتقد زماناً یسع ذلک المقدار ونحو ذلک من القول تقریبا فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المعجزۃ انہ علیہ السلام کان یقول فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لمن منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد، وکذا روی مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن زبیر کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من الصلوۃ قال بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید والتحقیق واللہ اعلم"

حاصل یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے تھے بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اس کی مثل پڑھی جا سکے تو اس کو حدیث سے کچھ منافات نہیں، جو بخاری و مسلم میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد:

"لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ .................. الخ"

فرماتے۔ ان سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغ کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے:

"لا الٰہ الا اللہ .................. الخ"

کہ یہ مقدار تقریب وتخمین کے طور ہے نہ کہ تحدید وتحقیق کے طور پر۔ علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہٖ مسطورۂ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

"لان المقدار المذكور من حيث التقريب دون التحديد قد يسع كل واحد من هذه الاذكار لعدم التفاوت الكثير بينهما ويستفاد من الحديث الاخير جواز رفع الصوت بالذكر والتكبير عقب المكتوبات بل من السلف من قال باستحبابه وجزم به ابن حزم المتاخرين"

یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ ان کے درمیان تفاوت کثیر نہیں اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر وتکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ سلف نے اس کو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا۔ تو دس بیس مرتبہ درود شریف بھی اس مقدار سے زائد نہیں، علاوہ بریں شمس الائمہ حلوائی نے صاحب ورد کو اس حکم سے خاص فرمایا، غنیۃ میں ہے:

"قال شمس الائمة الحلوانى هذا يعنى ماذكر من انه اذ كان بعد الصلوة تطوع يقوم اليه من غير تاخير الى اخره اذا لم يكن من قصده الاشتغال بالدعاء بان لم يكن له ورد معتاد يقرء عقيب المكتوبة فان كان له ورد وقد اعتاد ان يقضيه اى ياتى به بعد المكتوبة فانه يقوم عن مصلاه اى عن مكان الذى صلى فيه فيقضى ورده قائما وان شآء جلس ناحية من نوحى المسجد فيقضى ورده ثم يقوم الى الطلوع"

یعنی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا یہ جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں، ان میں بے تاخیر سنتیں پڑھے یہ اس صورت میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اس کا کوئی ورد معین نہ ہو تو اگر اس کا کوئی ورد معین ہے تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے۔ جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سے ہٹ کر کھڑے ہو کر ورد ادا کرے، خواہ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنے ورد کو پورا کرے پھر سنت کیلئے کھڑا ہو، البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراقی فلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"ولا باس بقراة الاوراد بين الفريضة والسنة" فالاولىٰ تاخير الاوراد عن السنة . والله سبحانه تعالىٰ اعلم"

۲۔ زید کا یہ قول کہ مساجد صرف نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں اور ان میں قرآنِ مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت ہے، بے بالکل باطل اور دین پر افتراء ہے۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا:
"ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه' وسعى فى خرابها ... الآية"
اس آیہ کریمہ میں ذکر مطلق ہے۔ اس کی تقلید اپنی طرف سے دین میں تحریف ہے۔ تفسیر "جلالین" میں اس اطلاق کے اظہار کے لئے فرمایا الصلوٰۃ والتسبیح زید کو اپنے اس قول باطل سے جلد توبہ کرنا لازم ہے۔
والله هو الموفق والله سبحانه وتعالىٰ اعلم علمه عز اسمه اتقن واحكم"

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبـــــــــہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

## علم غیب نبی ﷺ پر وہابیہ کا شبہ اور اس کا جواب

**سوال** :۔ قاضی خان میں ہے: "رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل والمراة " خدائے راوپیغمبر را گواہ کردیم قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان فى الاحياء فكيف بعد الموت"

ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (جل جلالہ ﷺ) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے ہیں اور حال یہ کہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

**الجواب** :۔ معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی ﷺ کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے، مگر ابھی بھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب

عبارت قاضی خان کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس ﷺ کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق صفحہ ۱۷ ''اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔'' اور ''فیصلہ علم غیب'' صفحہ ۱۳ میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں: ''بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔'' اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں (۱) (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را     چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے، اب عبارت قاضی خاں پر غور فرمایئے کہ اس میں لفظ ''قالوا'' موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ ''قالوا'' اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۳۵ میں ہے:

" لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف كما صرحوا به "

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے:

"وكلام قاضي خان ليشير علىٰ عدم اختياره له حيث قال واذا صلى علىٰ النبي عليه الصلوٰة والسلام فى القنوت قالوا لا يصلى عليه فى القعدة الاخيرة ففى قوله قالوا اشارة الىٰ عدم استحسانه له والىٰ انه غير مروى عن الائمة كما قلناه فان ذٰلك من المعارف فى عبارتهم لمن استقرها والله تعالىٰ اعلم"

اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمختار میں ہے:

(۱) فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین گنتی کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھ گئے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ ۱۲

"ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق الاجماع"

درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ "قیل" ضعف کی دلیل موجود ہے۔ درالمختار کتاب النکاح میں ہے:

"تزوج بشهادة الله ورسوله ﷺ لم یجزبل قیل یکفر شامی میں هے (وقوله یکفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغیب قال فی التاتارخانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسولٍ"

خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے کہ اس کے نزدیک اعتقادِ علمِ غیب سبب ہے۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روحِ پاک نبی ﷺ پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے:

﴿عالم الغیب فلا یظهر ........ الخ﴾

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے:

"وفی المضمرات والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفرا"

یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

"حاصله ان دعویٰ الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بها الا اذا اسند ذٰلک صریحاً او دلالة الی سبب من الله کوحی والهام"

یعنی غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کرلی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے:

"وفیها کل انسان غیر الانبیآء لا یعلم ما اراد الله تعالیٰ له وبه لان ارادته تعالیٰ غیب الا لفقهاء فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم لحدیث الصادق المصدوق من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین"

غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں۔ اس

واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جوان کے ساتھ ہے، رسول صادق ومصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے۔

العبد المعتصم بحبله المتين

كتبه

محمد نعيم الدين عفا عنه المعين

## دہریہ کا سوال اور اس کا جواب

**سوال**:- ایک دہریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک ملزم کا مقدمہ جج کے یہاں گیا اور اس پر ہر طرح سے جرم ثابت ہو گیا اس کے بعد ایک شخص کی سفارش سے جج نے اس کو بری کر دیا تو کیا جج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے؟

۲.- دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسی شخص کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے؟ اس کا جواب صحیح حدیث سے دیں۔

۳.- تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت میں کسی بزرگ کا واسطہ دیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا بھی جواب صحیح حدیث سے اور مدلل عنایت فرمائیں۔

**الجواب**:- جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ سب کے لئے ایک ہی حکم لگا دینا نہایت بے وقوفی ہے اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا یا اس کے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا تو اس کا معاف کرنا دوسرے کے ضرر اور اتلاف حق کا باعث ہے تو جب تک خود وہ صاحب حق معاف نہ کریں یا اس کی تلافی نہ کر دی جائے مجرم کو چھوڑ دینا خلاف حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے ایسی حالت میں اگر قرض خواہ کے معاف کیے بغیر، یا اس کے نقصان کی تلافی کیے بغیر جرم معاف کر دیا جائے خواہ کسی سفارش سے یا کسی بے سفارش کے تو ضرور اس میں قرض خواہ کا نقصان ہوگا اور جج کا ایسا فیصلہ عدل وحکمت کے خلاف مانا جائے گا، البتہ اگر جج کے سمجھانے سے دست بردار ہو جائے یا جج قرض خواہ کو اس کا مطالبہ ادا کر دے اور امید یہ ہو کہ اس کے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہوگی تو ایسی حالت میں جج کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت اور عقل سلیم کے نزدیک نہایت مستحسن ہے اور اگر جرم

ایسا ہے، جس کا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً جج نے حاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اس کی تعمیل نہ کی ایسے جرم کو اگر جج خود یا کسی کی سفارش سے معاف کر دے تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائے گا اور اس کا یہ جو قابل تعریف ہوگا، شریعت میں یہ قسم ثابت ہے:

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ' اتم واحکم

۲۔ فاتحہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور صدقہ دیا جاتا ہے اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اہل سنت کا مذہب اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

" ان رجلاً قال لرسول اللہ ﷺ ان امی توفیت اینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم "

کہ ایک شخص نے حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیمات سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع دیگا؟ فرمایا ہاں" اس مضمون کی احادیث بخاری ومسلم میں وارد ہیں شرح الصدور میں ہے:

"اخرج ابو القاسم سعد بن علی الریحانی فی فوائدہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ہو اللہ احد والہکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین و المؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ"

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر "فاتحۃ الکتاب ، قل ہو اللہ اور الہکم التکاثر" پڑھے پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب میں قبرستان کے مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں تو وہ اس کے بارگاہ الٰہی میں شفیع ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ مردوں کو فائدہ پہنچے اور ثواب ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو کون شمار کر سکے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو قرآن پاک کی آواز سے انس بھی ہوتا ہے اور اس کے کلمات طیبات سے راحت پہنچتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

" وقراۃ اٰیۃ الکرسی وسورۃ الاخلاص والفاتحۃ وغیر ذلک رجآء ان یونس الموتیٰ "

اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں خود شفاعت کرتی ہیں جیسا دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا کہ ایک شخص الم تنزیل پڑھا کرتا تھا اور تھا بہت گنہگار اس کی قبر میں سورۂ مبارکہ نے اس پر اپنے بازو پھیلا کر عرض کیا یارب اس کی مغفرت فرما یہ مجھ کو بہت پڑھا کرتا تھا۔

" کما فی المشکوۃ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ ﷺ ما من اہل بیت منہم میت فیتصدقون عنہ بعد موتہ الااھداھا لہ جبریل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ہذہ ہدیۃ اھداھا الیک اھلک فاقبلہا فتدخل

علیہ فیفرح بھا ویستبشرون ویحزن جیرانہ الذی لا یھدی الیھم شیٔ"

طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتحیات فرماتے ہیں کہ جس گھر والوں کا کوئی مر جائے اور وہ اس کے لئے صدقہ دیں تو حضرت جبریل علیہ السلام اس کو طبق نور میں لے کر پہنچتے ہیں اور اس کی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے اس کو قبول کر وہ ہدیہ اس کو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں ہدیہ نہیں پہنچتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ بزرگانِ دین واولیاء کا وسیلہ واسطہ بلاشبہ جائز ہے بخاری شریف میں حدیث ابدال کے آخر میں ہے:

"بھم تمطرون وبھم تنصرون و بھم ترزقون"

کہ انہی کی بدولت تم پر مینہ برستا ہے اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے صدقہ میں تم سیراب کئے جاتے ہو۔ اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسیلہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعائے بارش کرنا اور بکثرت احادیث سے توسل کا جواز ثابت ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین



☆☆☆☆☆

# وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء ملت اہل سنت و جماعت ان امور ذیل میں کہ:

۱- وہابی کس کو کہتے ہیں اور غیر مقلد کس کو؟ اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اور ان لوگوں کی علامات ظاہری کیا ہیں؟ اور یہ لوگ دائرہ اہل سنت و جماعت میں داخل ہیں یا مثل اور فرق ضالہ کے اہل سنت و جماعت سے خارج؟ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے میل ملاپ، سلام کلام، بیاہ شادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲:- مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کیسی کتاب ہے اس کے جملہ مضامین اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیہ ہند کہا جاتا ہے۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۳:- علمائے دیوبند پکے مقلد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں یا نہیں اور ان حضرات کے عقائد اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور دیوبندی عقائد والوں کے پیچھے نماز پڑھنا ان سے بیعت ہونا ان سے بیاہ شادی کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان سے میل ملاپ، سلام کلام از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

۴:- سنی کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے؟

۵:- جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم و مغفور اس چودویں صدی میں حکیم امت مجدد مایہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین کہے جاتے ہیں تو آیا یہ حق ہے یا باطل؟ اور مولانا مذکور و موصوف واقعی اس پایہ کے بزرگ تھے یا نہیں؟ بریلوی اور دیوبندی علماء عقائد میں بڑا اختلاف ہے تو آیا ان دونوں فریق میں کونسا فریق حق پر ہے؟ مفصلاً جواب نمبر وار بحوالہ کتاب ایسے عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب"

المستفتی محمد عبد الحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ نگ پور شریف ڈاکخانہ جلالپور ضلع فیض آباد

**الجواب:-** بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ' و نصلی علیٰ حبیبه الکریم ☆

۱- وہابی اور غیر مقلد دونوں عبد الوہاب نجدی کے مقلد ہیں "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کو دونوں مانتے ہیں مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں ایصال ثواب کے طریقوں اور بزرگان دین کی زیارت اور ان کی تعظیم و محبت سے دونوں

کو عداوت ہے۔ بزرگان دین کی جناب میں گستاخ دونوں ہیں۔ عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک دعوی تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلید ائمہ کے منکر ہیں اور درحقیقت نجدی کے مقلدین سے جو اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں ان کا دعوی تقلید بھی نمائشی ہے رد المحتار میں ہے:

" کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک اهل السنة وقتل علماء هم حتی کسر الله شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث و ثلثین ومئتین والف "

یہ لوگ گمراہ بے دین ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز، اختلاط و مصاحبت ممنوع:

" ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ...... الحدیث "

ان کے ساتھ مناکحت میل ملاپ ابتداء بسلام نادرست، مسلمانوں کو ان کی صحبت سے پرہیز لازم۔

والله سبحانه تعالیٰ اعلم .

۴:- سنی وہ ہے جو سید عالم ﷺ اور اصحاب کبار اور ائمہ مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں یہی سواد اعظم یہی ظاہرین علی الحق، یہ ہر بے دین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء کی محبت و توقیر، ذکر الہی کی کثرت ان کی ایک ظاہر علامت ہے۔

والله تعالیٰ اعلم .

۵:- اعلحضرت قدس سرہ' نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں صرف فرمائی ان کے علمی فیوض برکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے، اسلام وسنت کی تائید وتقویت ہوئی، ہر گمراہ بے دین کیادی کے آپ نے پردے فاش کر دیے، ان کے کمالات اس سے زیادہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں، قدس سرہ و روح روحہ آمین۔



العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

# فتویٰ دربارہ گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

علماء دین ذیل کے مسائل میں کیا فرماتے ہیں

**سوال ۱:-** ﴿یاایھا المزمل﴾ اے کملی اوڑھنے والے، تو آیا یہ کملی کیسی تھی جو آج کل کے درویش اوڑھتے ہیں یا کیسی کملی تھی؟ کس جانور کے اون کی تھی اور اس کا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی اور اگر سوت کی تھی تو سوت کیسا تھا اور کس زمین پر وہ کپاس بوئی گئی تھی اور کس نے اس سوت کو کاتا تھا، مہربانی فرما کر قرآن، حدیث، فقہ شریف سے جواب عطا فرمایئے کتاب وصفحہ کا حوالہ ہو؟

**سوال ۲:-** حضرت آدم اور اماں حوا علی نبینا وعلیہما السلام کو جب خداوند کریم نے حکم دیا تھا کہ جنت کے اندر گندم کے پودے کے پاس نہ جانا اور نہ اس کا پھل کھانا تو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر اماں حوا علی نبینا وعلیہا السلام کو وہ دانہ کھلا دیا اور اماں حوا نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو کھلا دیا تو خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ میں رکھا اماں حوا علی نبینا وعلیہا السلام کو جدہ شریف میں رکھا اتنا حکم نہ ماننے پر تو خداوند کریم نے جب ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو شیطان لعین نے نہیں کیا تھا تو خداوند کریم نے اس حکم کے نہ ماننے پر شیطان کو کونسی زمین میں رکھا اس زمین کا کیا نام ہے اور کہاں ہے اور اس کا مفصل حال دیں۔ قرآن وحدیث، فقہ شریف سے کتاب کا صفحہ کا حوالہ ضرور ہو؟

**سوال ۳:-** نجدی مردود، وہابی ملعون دیوبندی شیطان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو فاجر فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور حدیث شریف بتاتے ہیں کہ ثبوت حدیث شریف ہے اور داڑھی کٹے کے پیچھے کیا حکم ہے؟

**سوال ۴:-** بعض حافظ سجدہ تلاوت جو تم کے پارہ کی سورہ علق کے اخیر پر ہے وہ سجدہ تلاوت نہیں دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر ہر ایک کا جواب عطا فرمایئے اردو عبارت کے ساتھ عربی عبارت ضرور ہو قرآن وحدیث اور فقہ شریف سے۔

**سوال ۵:-** اگر پیش امام قرأت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اس کو لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟

**سوال ۶:-** اگر صبح کو پیش امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت صبح کی ادا نہ کرے اور امام سے مل جائے تو سنت کب ادا کرے سورج جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کرکے پڑھ سکتا ہے؟

المستفتی فقیر حقیر محمد نور

# الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ نحمدہ و نصلی حبیبہ الکریم ☆

۱:- قرآن کریم میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ایک ادائے خاص کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب فرما کر آپ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے، اون یا سوت کی کوئی خصوصیت اس خطاب کا باعث نہیں، جو کپڑا بھی تن نازنین وجسم اقدس پر ہے اس سے حضور کو کچھ فضیلت نہیں، ہر چیز کو حضور سے شرف ہے۔ منظور تو محبوب کی وہ ادا ہے جو وقتِ نزول وحی تھی، اس لئے اس لباس کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا بیکار ہے۔ "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" دیکھنا ہے کہ ابتدائے حال میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلب مبارک پر ہوا اس سے بدنِ اقدس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جامہ اقدس میں لپٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ اس ادائے محبوبانہ کو پسند فرما کر تسکین خاطر اقدس کے لئے آپ کے اسی حال سے آپ کو مخاطب فرما کر ملاطفت وکرم کا اظہار فرماتا ہے کہ آپ کی یہ ادا محبوب ہے حتیٰ کہ ہم اسی ادا سے خطاب فرماتے ہیں۔

"قال السھیلی انما المزمل اسم المشتق من حالہ التی کان علیھا حین الخطاب وکذلک المدثر و فی خطابہ ﷺ بھذا الاسم فالدتان احدا ھما الملاطفۃ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم"

۲:- حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو شجرِ ممنوعہ سے کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا، یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اور حضرت حوا جدہ میں اور اس میں حکمت الٰہیہ تھی خلافت کا اظہار اور اس کے احکام کا اجراء اسی طرح مقدور ہوا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہِ کرم کلمات توبہ کی تلقین فرمائی اور توبہ قبول کی۔ قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾

آدم وحوا کے ساتھ تو یہ کرم ہوا اور ابلیس لعین کا نام سریانی زبان میں "عزازیل" اور عربی میں "حارث" تھا، جب اس نے نافرمانی کی تو اس کے نام کو بدل کر "ابلیس" رکھا گیا۔ جس کے معنی مایوس از رحمت ہیں اور اس کی صورت تبدیل کر دی گی اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اس کو زمین کی طرف ہانک دیا قیامت تک اس کو آسمان زمین میں مورد لعنت بنایا۔ شیطان مقام ایلہ میں پھینکا گیا جو مضافات بصرہ سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾

تیسری آیت میں فرمایا:

﴿ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ، لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۷ میں ہے:

" سمی به لانه ابلیس من رحمة الله ای یئس و کان اسمه عزازیل بالسریانیة و بالعربية حارث فلما عصى غير اسمه فسمى به لانه ابليس و غيرت صورته "

یہ واقعہ کا مختصر بیان تھا شیطان کی شامت و بدنصیبی کا انجام تو آخرت کا دائمی عذاب شدید ہے مگر سائل کا منشا معلوم نہیں۔ اس کی اس سوال سے کیا غرض ہے؟ مومن کو یقین کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کے تمام احکام سراسر حکمت وعدل ہیں۔ اس پر کوئی خدا شناس اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا، بندوں کو عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھ لینے کا دعویٰ کریں، اللہ تعالی اپنے بندوں کو توفیق نیک عطا فرمائے اور شر نفس شیطانی سے بچائے، آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم

## وہابی کی امامت کا حکم:-

۳:- داڑھی منڈا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی "فان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علینا اهانته شرعاً فی ردالمحتار" لیکن اس کے پیچھے نماز بکراہت ہو جاتی ہے اور وہابی بے دین، منکر ضروریات دین خارج از اسلام ہے اس کے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی بلکہ اس کو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے۔ حدیث میں: "صلوا خلف کل بر و فاجر" آیا ہے کافر نہیں آیا، اس لئے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے،

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم.

۴:- قرآن پاک میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ سورہ علق کی آخری آیت بھی انہی آیات میں سے ہے۔ جو حافظ اس کا سجدہ ادا نہیں کرتا وہ تارک واجب اور گناہگار ہے کنز الدقائق میں ہے:

" سجود التلاوة تجب باربعة عشر اية " مستخلص الحقائق میں ہے: " وايات السجدة فی اخر الاعراف والرعد والنحل وبنی اسرائیل ومریم واولى الحج والفرقان والنمل والم التنزیل السجده والصاد وحم والنجم واذا السماء انشقت واقرا " والله تعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم.

۵:- اگر امام قرأت میں رک گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو جائز ہے۔ اس سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا، نہ امام کی نہ مقتدی کی، البتہ اگر امام قدر ما یجوز به الصلوٰۃ پڑھ چکا ہو یا دوسری آیت شروع کردے تو بہتر ہے کہ نہ بتائے اور امام سے رتے

ی فوراً نہ بتانا چاہیے تھوڑا توقف کرے کہ شاید اس کو خود یاد آ جائے ، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" والصحیح انه لا یفسد صلوة الفاتح لکل حال ولا صلوة الامام لو اخذ منه علی الصحیح هکذا فی الکافی ویکره لمقتدی ان یفتح علیٰ امامه من ساعة فیصیر قارئًا خلف الامام من غیر حاجة کذا فی المحیط السرخسی ، والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم "

۲- سنت فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھ لئے گئے تو اس کی قضا لازم نہیں ، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے لازم نہیں اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد بالاتفاق سنتوں کی قضا نہ پڑھی جائے گی۔ مراقی الفلاح میں ہے:

" ولم تقض سنة الفجر الا بفواتها مع الفرض الی الزوال وقال محمد رحمه الله تقضی منفردة بعد الشمس قبل الزوال فلا قضاء لما قبل الشمس ولا بعد الزوال اتفاقاً " طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ھے " قیل لا خلاف بینهم فی الحقیقة لانهما یقولان لیس علیه القضاء وان فعل لا باس به و محمد رحمه الله یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا شئ علیه ، والله سبحنه' تعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم "

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

## استفتاء

**سوال ۱ :-** جو امام حد شرع سے داڑھی کم رکھے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

۲:- جو امام سود خواروں کے گھر کھانا کھائے یا ان کی خوشامد کرے ، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

۳:- مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

**الجواب :-** بسم الله الرحمن الرحیم ☆ نحمده' ونصلی علیٰ رسوله الکریم ☆

۱:- داڑھی رکھنا شعار اسلام اور اس کا کٹانا قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام بخاری شریف و مسلم شریف ، ترمذی شریف ، نسائی شریف ، ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحی "

یعنی مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، ایک اور حدیث مسلم شریف میں بدیں الفاظ وارد ہے:

"ان رسول الله ﷺ امرنا خفاء الشوارب واعفاء اللحیة"

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا امر فرمایا۔ احیاء العلوم میں ہے:

"ردعمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه وابن ابی الیلیٰ قاضی المدینة شهادة من کان ینتف لحیة"

یعنی حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ دونوں پیشوایان اسلام نے داڑھی چننے والے کی شہادت (گواہی) رد فرمادی، نیز اسی میں ہے:

"شهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز بشهادة وکان ینتف لحیة فرد شهادته"

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی اور وہ داڑھی کچھ چنا کرتا تھا۔ حضرت خلیفہ نے اس کی شہادت رد فرمادی، درمختار میں ہے:

"یحرم علی الرجل قطع لحیة"

جب ثابت ہوگیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا منڈوانا ممنوع ہے تو اس کا عامل اور مصر فاسق ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ:

"لما فی عامة المتون والشروح والفتاوی من کراهة امامة الفاسق"

۲:- سودخوار کے گھر کا کھانا حرام نہیں، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا مال حرام سے تیار کیا ہوا ہے یا اس کے پاس کوئی مال حلال موجود ہی نہ ہو اور خوشامداً گر ترغیب دین اور اصلاح حال کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

۳:- بے عذر مسجد میں جنازہ لانا اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے:

"لحدیث ابی داؤد من صلیٰ علیٰ میت فی المسجد فلا صلوٰة له"

والله سبحنه اعلم

کتبہ

العبد المعتصم بحبله المتین

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

# تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

منبع علم وفضل، چشمہ فیض وکرم عالی جناب قبلہ حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب دام ظلکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ، دام شریف آیا تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حروف کو صحیح ادا نہ کرسکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

کمترین احمد دین

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا ان کی صفات پر ادا کرنا، اوقاف وحرکات کا لحاظ رکھنا، تغیر وتبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ﴿ورتل القرآن ترتیلاً﴾

تفسیر مدارک میں ہے:

" ورتل القران بین وفصل من الشعر المرتل ای مفلج الاسنان وکلام بالتحریک ای رتل وتغیر رتل ایضا اذا کان مستوی البنیان او اقراء علی توده بتبیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا هو تاکید فی ایجاب الامر به وانه لا بد منه للقاری"

تفسیر خازن میں ہے:

" قال ابن عباس بینه بیانا وایضاً اقراءه علی هینتک ثلاث ایات او اربعاً او خمساً وقیل الترتیل هو التوقف و الترسل والتمهل الافهام وتبیین القراءة حرفاً حرفاً آثره فی الر بعض المد والاشباع والتحقیق و ترتیلاً تاکید فی الامر به وانه لا بد للقاری منه "

اب ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ترتیل فرض ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے:

" لیس تحسین الصوت بالقراءة وتزیینها لحدیث ابن حبان وغیره زینوا القران باصواتکم وفی لفظ الدارمی حسنوا القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القران حسناً واخرج البزاز وغیره حدیث حسن الصوت زینة القران وفیه احادیث صحیحة کثیرة فان لم یکن حسن الصوت حسنه فاستطاع یجب لا یخرج الی التمطیط "

اگر اس طرح کی تغیر ہو جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جن کا اعتقاد کفر ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں لیکن اس تغیر کا مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی نے "ھذا الغراب" کی جگہ "ھذا الغبار" پڑھ دیا اور اگر قرآن پاک میں اس کا مثل نہ ہو اور اس کے کچھ معنی نہ ہوں جیسے سوالوں کی جگہ سوائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن پاک میں اس کا مثل ہو اور معنی بعید ہوں اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

" والقاعدة عند المقمين ان ما غير المعنى تغيرا يكون اعتقاده كفراً مفسداً فى جميع ذلك سواء كان فى القران اولا الا ما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقت تام وان لم يكن التغير كذلك فان لم يكن مثله فى القران ولا معنى له كالسرائل بلام مكان السرائر وان كان مثله فى القران والمعنى بعيد ولم يكن متغيراً فاحشاً تفسد ايضاً عند ابى حنيفة و محمد وهوا لاحوط "

اور اسی میں ہے:

" فالاولى الاخذ بقول المتقدمين لانضباط قواعدهم وكون قولهم احوط والله سبحنه اعلم"

العبد المعتصم بحبله المتين

كتبه

محمد نعيم الدين عفا عنه المعين

## نماز جمعہ

وہابیہ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے آئے دن ایک نہ ایک شگوفہ چھوڑتی رہتی ہے۔ ان صاحبوں کو مزا ہی نہیں آتا جب تک نزاع وجدال کی گرم بازاری نہ ہو اس کا راز یہ ہے کہ خود ان کی گرمی بازار بھی اسی میں منحصر رہ گئی ہے۔ نئی نئی باتیں نکالنا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی خدائی بھر سے علیحدہ چننا ان کا شیوہ ہے، اطمینان سے بیٹھی ہوئی مخلوق کو اختلاف کی کشاکش میں مبتلا کرنا اور بیٹھے بٹھائے لوگوں کو بیکار بحث میں ڈال کر پریشان کرنا ان صاحبوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ کبھی کوا حلال کیا تو مدتوں کائیں کائیں رہیں، ملک بھر میں طوفان مچا۔ صدہا رسالے تصنیف ہوئے۔ سیکڑوں فتوے لکھے گئے۔ لوگوں نے یقین نہ کیا کہ وہابی مولوی کوا کھا سکیں گے اگرچہ ضد میں فتوے دے چکے

تھا۔ مگر طبیعت کیسے گوارا کرے گی، اس بناء پر بہت سے صاحبوں نے کوے پکا پکا کر وہابی مولویوں کی دعوتیں کیں، یقین رکھتے تھے کہ مولوی صاحب کہنے کو تو کہہ گئے ہیں مگر ان سے کوا کھایا نہ جائے گا کیا خبر تھی کہ جناب کا مزاج بھی بہت ہی نفیس واقع ہوا ہے۔ برغبت تمام کوے کھا گئے اور کھلانے والوں کو نفرت آئی، انہوں نے جن برتنوں میں پکایا اور کھلایا تھا وہ مولوی جی کے سامنے لا کر توڑ ڈالے، مگر وہابی مولویوں کی جرأت اور ہمت بھی قابل تعریف ہے دھڑ لے سے کوے کھائے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے کوے مار کر اپنے دروازوں پر لٹکائے، علماء اہل سنت نے رد لکھے، شعراء نے وہابیوں کے بہت مضحکے اڑائے تب کہیں کوا خوری کا سلسلہ مدت کے بعد موقوف ہوا۔

ایک زمانہ میں وہابی صاحبوں نے بکرے کے کپورے حلال کر دیے، فتاویٰ رشیدیہ میں اس کا فتویٰ بھی درج ہوا۔ علماء اہل سنت نے اس کے رد کئے، ملامتیں فرمائیں تب اس کا شور کم ہوا۔ معلوم نہیں اندرون خانہ اب بھی کھا لیتے ہیں یا نہیں؟ اس طرح نئے نئے اختلاف پیدا کرنا ان کی خصلت ہے، آج کل (۱۳۵۰ھ) مراد آباد میں "جمعہ" کے خلاف علم بلند کر رکھے ہیں اور جا بجا مساجد میں کوششیں کرتے پھر رہے ہیں کہ جمعے بند ہو جائیں۔ صرف ایک جامع مسجد میں جمعہ ہوا کرے اور اس پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ اتنا زور انہوں نے کسی فرض کے لئے نہیں دیا، کسی حرام کے ترک کرانے کے لئے ایسی کوشش نہیں کی۔ ہاں گاندھی پرستی کے ذوق میں کچھ دنوں کے لئے شراب کی دو کانوں پر پکٹنگ لگائے جاتے تھے اور اس کو حکم شرع بتایا جاتا تھا مگر معلوم نہیں کہ ان کی وہ شریعت جس میں بحکم گاندھی پکٹنگ فرض تھا اب منسوخ ہو گئی یا مر گئی یا اب کوئی نیا حکم شراب کی حلت کا ان صاحبوں کو کہیں سے موصول ہو گیا کہ اب کہیں بھی کوئی وہابی صاحب پکٹنگ کرتے نظر نہیں آتے اور شراب کو روکنے کے لئے اب کوئی جماعت نہیں اٹھتی، گاندھی اروِن سمجھوتہ ہوا اور وہابیوں کی شریعت بدل گئی۔

آج کل جمعہ بند کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں، مطلب تو اتنا ہے کہ مسجد جامع مراد آباد میں وہابیہ کا عمل دخل ہے۔ سب مسجدوں کے جمعے بند کر دیئے جائیں تو یہاں مجمع خوب ہو اور یار لوگوں کو چندے کے شکار کھیلنے کے لئے ہرا بھرا لہلہاتا غزال آمود جنگل مل جائے اور دل کھول کر جیبوں کی خبر لینی شروع کریں۔ چندے مانگنے کی تو ان صاحبوں کو بہت مشق ہے۔ جامع مسجد کی توسیع کے لئے عام طور پر مسلمانوں سے چندہ کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کے سامنے ہاتھ پھیلائے جاتے تھے۔ ان سے چندے لئے گئے اور حالت جامع مسجد کی یہ ہے کہ اس کو وہابی لوگ آبائی میراث کی طرح استعمال کرتے ہی۔ ہر بد مذہب وہاں آکر تقریر کر سکتا ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ آکر وعظ کر جاتے ہیں، داڑھی منڈے جامع مسجد میں بے دریغ تقریریں کرتے ہیں، مگر علماء اہل سنت کو کبھی اس کا موقع نہیں دیا جاتا ہے، نہ ان کو نماز پڑھانے کی اجازت ملتی ہے نہ وعظ فرمانے کی، چندہ لیتے وقت تو مسجد عام مسلمانوں کی بتائی جاتی ہے، مگر عمل دخل اس میں وہابیوں کا، شہر میں کثیر تعداد کرنے

والا نہیں کہ ایک مہینہ کے چار جمعوں میں سے دو ہی جمعوں میں سنی امامت کیا کریں اور وعظ فرمایا کریں۔ اس پر یہ غوغہ ہے کہ شہر کی مسجدوں کے جمعے موقوف کر دیے جائیں، اہل سنت کے نزدیک وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو کیوں اپنی نمازیں کھوئیں گے ہاں اگر یہی منظور ہے کہ ایک ہی جگہ نماز ہوا کرے، تو کوئی خالص سنی امام کی اقتداء میں عذر نہ ہونا چاہیے مگر وہابیوں کا تعصب اور خود غرضی اس کو کب گوارہ کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں شہر کی مساجد سے جمعہ بند کرنے میں مسلمانوں کو کیسی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے۔ مزدور طبقہ جس کو ٹھیک دوپہر کو تھوڑی سی فرصت ملتی ہے، گھر آتا ہے، کھانا کھاتا ہے، غسل کرتا ہے، کپڑے بدلتا ہے اور اب اسے مزدوری پر حاضری کا وقت بہت ہی کم رہ جاتا ہے، تو وہ اپنے قریب کی مسجد یا جہاں اسے نماز تیار ملے، جمعہ ادا کر لیتا ہے۔ مریض اور ضعیف اور سن رسیدہ اشخاص جو زیادہ دور نہیں چل سکتے محلہ کی مسجدوں میں بآسانی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اگر محلہ کی مسجدوں میں نمازیں بند کر دی جائیں تو آدھے آدمی اپنی ضرورتوں اور کاموں کی وجہ سے جامع مسجد نہ پہنچ سکیں، باقی میں سے کچھ ضعیفی، بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے اور بہت سے سستی کاہلی سے اس دور دراز مسافت کو طے کرنے سے ہمت ہار جائیں، بہت تھوڑے ایسے ہوں گے جو ہمت باندھ کر جامع مسجد پہنچیں گے۔ بلکہ تجربہ اس سے بھی زیادہ تلخ ہوا کہ جن مسجدوں سے جمعہ موقوف کیا گیا۔ وہاں کے بہت سے آدمی صرف جمعہ ہی سے نہیں بلکہ نماز ظہر سے بھی محروم رہ گئے۔ دینی امور میں لوگ بہت سست اور کاہل ہو گئے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ نیکی و نیک خواہی تو نہ ہوئی بلکہ بدی و بدخواہی ہو گئی مگر وہابی صاحبان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اس میں سے کسی بات پر نظر نہیں ڈالتے شہر کی کثیر مساجد میں ہمیشہ سے جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں، وہابی بھی جامع مسجد کے سوا بکثرت مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہابی مولوی اپنے گروہ کی مسجدوں میں امامت کرتے ہیں، گاندھی ارون سمجھوتہ سے پہلے وہابی صاحبوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ تمام نمازیں بے دریغ جائز و درست تھیں، مگر اب کی برسات میں رُت بدلی۔ گاندھی گول میز کانفرنس کی مخالفت سے باز آئے اور اپنے اصول کو خیر باد کہہ کر ولایت روانہ ہوئے اور وہابی مولوی صاحبوں کا مسئلہ بدلا مساجد شہر میں نماز جمعہ بند کرنے کے احکام صادر کئے گئے کوششیں شروع ہوئیں وہ نمازیں جو اب تک بے خدشہ جائز تھیں قابل ممانعت ٹھہریں، شہر میں ان کا چرچا ہوا عام لوگوں کو تشویش ہوئی کہ مسئلہ ایک دم کیوں بدل گیا؟ تو وہابی صاحان نے جلسے کے اور اس کی معذرت یہ کی کہ ہم اب تک غلطی پر تھے۔ ہم کوئی فرشتے نہیں ہیں معصوم نہیں ہیں۔ اب ہمیں اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو ہم اس مسئلہ کا اجراء کرتے ہیں۔ کیا اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے پھر کسی وقت نماز پڑھنا چاہے تو اس کو روکو گے؟ ایسے ہی ہم اس مسئلہ میں غلطی پر تھے، ہمیں سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانا چاہئے تھا، لیکن اب ہم اس غلطی سے باز آتے ہیں تو اس میں ہم پر کیا اعتراض؟

وہابی مولوی صاحبان کے نزدیک تو ان کا یہ عذر کافی ہوگا لیکن سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک شخص شامت نفس سے

کی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے اسے آگاہ کر دیتے ہیں جس وقت بھی خدا توفیق دے وہ اپنی غلطی سے باز آ جاتا ہے تو یہ باز آنا ہرگز قابلِ ملامت نہیں ہوتا، مگر پچھلی زندگی کی غلطی ضرور قابلِ توبہ و تلافی ہوتی ہے۔ بے نمازی کی مثال جو مولوی صاحب نے فرمائی اسے بھی توبہ کے بعد پچھلی نمازیں معاف نہ کی جائیں گی، بلکہ ان کی قضاء لازم رہے گی۔ پھر بھی یہ غلطی تھی ہے اور دوسرے لوگ ہمیشہ اس کو ترک نماز پر ملامت کرتے رہے ہیں لیکن عالم کی غلطی اور ایک عالم نہیں وہابی گروہ کے سارے عالموں کی غلطی اور وہ بھی مدت ہائے دراز تک کہ اس درمیان میں بہت سے وہابی مولوی تو اسی غلطی میں اس جہان سے چل بسے مگر اس جماعت میں کوئی بھی نصف صدی تک جب سے مراد آباد میں وہابیوں کا تسلط ہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق زبان نہ ہلا سکا اور پچاس برس کی طویل مدت میں انہیں اپنی ایسی فاحش غلطی کا شعور نہ ہوا اور اتنی مدت دراز کے بعد آج سمجھے تو ایسے مولویوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ فاتحہ، تیجہ، میلاد شریف، مجالس شہادت گیارھویں شریف، عرس، کھچڑا، سبیل، علم غیب، استمداد وغیرہ مسائل کو بھی نہ سمجھے ہوں اور غلطی میں ہوں، دیکھئے کس سال انہیں اپنی غلطیوں کا شعور ہو اور وہ مجمع میں انہیں بلند آہنگیوں کے ساتھ اس کا اعتراف کر لیں تو شہر سے اس اختلاف کا خاتمہ ہو جائے جو ان صاحبوں نے ڈال رکھا ہے مگر ہیں بہت زود فہم! اپنے ایک مسئلہ کی غلطی پچاس برس میں سمجھے تو اس حساب سے اتنے بہت سے مسائل کی غلطیاں دیکھئے کتنی صدیوں میں سمجھیں؟ خدا کرے جلد کوئی زور کی برسات ہو اور ان صاحبوں کے دماغوں میں ایسی تری و تازگی آئے کہ ایک دم اپنی سب غلطیاں سمجھ لیں اور یہ زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں ہے ہمیشہ اپنی غلطیوں کے سمجھنے میں اتنی ہی دیر نہیں لگاتے ہیں کبھی کبھی جلد بھی سمجھ جاتے ہیں۔

۱۹۲۰ء میں جب مراد آباد میں نمائش شروع ہوئی تھی نیا معاملہ تھا، وہابی مولوی صاحبان نے نمائش کے حرام ہونے کا فتویٰ دے دیا، یہ فتویٰ جا بجا دیواروں پر نالیوں کے کناروں پر نیا حرفوں سے لکھا ہوا تھا، شہر میں دھوم مچا رکھی تھی کہ "نمائش حرام ہے"۔ نمائش کے منتظم پریشان تھے کہ کس طرح نمائش کو کامیاب بنائیں، آخر تیز طبع لوگوں نے ایک تجویز سوچی کہ مراد آباد کے لوگوں نے ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے وہ عجیب چیز ہوگا ایک ہوائی جہاز منگایا وہ شہر میں اڑا اس کی پرواز سے ہوا میں جو تموج پیدا ہوا۔ اس نے بہت سے وہابی مولوی صاحبان کے دماغ درست کر دیئے۔ کئی مولوی صاحبان تو اسی سال بکھ گئے اور شب کی تاریکی میں بند گاڑی کے اندر بیٹھ کر نمائش گاہ میں حاضری دے آئے اور اگلے سال تو کوئی وہابی مولوی نہ بچا جو نمائش کے بازاروں میں کھلے بندوں نہ پھرا ہو۔ پچھلے سال کی کوتاہی کی دل کھول کر تلافی کر ڈالی، ان ہی کے ہم خیال ایک شاعر صاحب نے اپنے علماء کے اس قدر جلد اپنی غلطی کو سمجھ جانے اور اعتراف کر لینے کی تعریف میں ایک غزل لکھ ڈالی جس کے چند شعر یہ ہیں:

وقار آپ نے خود اپنا پامال کیا ذرا نہ جبہ و دستار کا خیال کیا
بدل کے مسئلہ مفتی نے یہ کمال کیا حرام کر کے نمائش کو پھر حلال کیا

اس زود فہمی کو دیکھ کر یہ امید کرنا بھی کچھ بیجا نہیں ہے کہ مولوی صاحبان کو ان مسائل میں بھی جلد تنبہ ہو جائے، شہر والے انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی فصل موافق آئے اور زمانہ پھر رت بدلے اور وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں سے باز آئیں۔ مگر اتنی بات ان مولوی صاحبان کے لئے اور بھی قابل غور ہے کہ ایک مسئلہ میں کم از کم پچاس برس غلطی میں رہے تو کیا اطمینان ہے کہ اب جو سمجھیں وہ غلط نہیں، انہیں تو سمجھنے کو برس چاہییں اپنی غلطی بھی پچاس پچاس برس بعد سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں وہ کتنی مدت میں سمجھا کریں مگر سمجھ کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کو احکام فتوے اور وعظ سے معاف رکھیں۔ مولوی صاحب تو پچاس برس بعد کہہ دیں گے کہ ہماری جماعت کی جماعت غلطی میں رہی مگر ان کے قول پر عمل کرنے والے غلطی کرتے کرتے مرجائیں گے۔ وہابی مولوی صاحب کو تو اب ہوش آیا اور انہوں نے اعلان کیا کہ ثواب جمعہ جامع مسجد ہی میں مل سکتا ہے اور فضیلت وہیں حاصل ہو سکتی ہے اور اب تک وہ غلطی میں تھے لیکن پچاس برس تک جتنے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں سب فضیلت سے خالی رہیں۔ مگر یہ عقل نہ آیا اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب وغریب ہے اس گروہ کے سب سے بڑے مولویوں کی جماعت کی سمجھ میں نہ آیا اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب وغریب ہے، اس گروہ کے سب سے بڑے مولوی جو مراد آباد میں ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فضائل جمعہ کے سلسلہ میں بیان کیا کہ جمعہ ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا، اس کی تمثیل اس طرح بیان کی کہ جس طرح کوئی بادشاہ اپنے لڑکے کو ولی عہد بناتا ہے اس کی تاجپوشی کی خوشی میں ایک بڑا دربار منعقد کرتا ہے اور تمام لوگ اچھے اچھے لباس پہن کر اس دربار میں شریک ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ رسم تاجپوشی ادا کر چکتا ہے تو حسب مراتب تمام اہالیان دربار کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی حضرت آدم کی خلافت کی تاجپوشی کا ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا اور تمام ملائکہ مقربین کو جمع کرایا، جب اس ولی عہد کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو چکی تو تمام حاضرین پر انعام واکرام تقسیم ہوا۔ اب جو لوگ اس دربار میں شامل نہ ہوئے وہ اس انعام واکرام کے مستحق نہیں۔

وہابی مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر مجھے حیرت ہوگئی کیونکہ میں جانتا تھا۔ ولیعہد کسی بادشاہ یا فرمانروا کے اس نامزد کردہ شخص کو کہتے ہیں جس کو بادشاہ کی موت کے بعد سلطنت کرنے کے لئے معین کیا گیا ہو اور جب اس کا عہد سلطنت آتا ہے اور ولی عہد کی تاجپوشی ہو جاتی ہے تو پہلے بادشاہ کی حکومت وسلطنت کا نام ونشان باقی نہیں رہتا میں سوچتا ہی رہ گیا کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں اور ان کا دماغ کہاں ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند عالم کا ولی عہد کیسے بنا دیا؟

خدائے قدوس کی سلطنت ازلی ابدی، اس کا حکم وحکومت لازوال، اس کے ولی عہد کی تاجپوشی کے کیا معنی؟ مولوی صاحب کا دماغ کہاں ہے کہ وہ حضرت قیوم لم یزل ولایزال کی تمثیل ایک فنا ہونے والے انسان سے دیتے ہیں اور اس کے لئے ولی عہد اور اس کی تاجپوشی مانتے ہیں، مگر میں نے مولوی صاحب کی طرف سے یہ عذر کرلیا کہ گھبراہٹ میں ان کی زبان سے یہ کلے نکل گئے لیکن جمعہ کو ایک جگہ ادا کرنے کے لئے اس پریشان بیانی کو دلیل بنانا لکھے پڑھے آدمی کی شان سے بعید ہے۔ اول تو اس تمثیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی یادگار ہے۔ اس بات کو شاید وہابی صاحبوں کا دماغ قبول کرلے اور اگر قبول کرلے تو پھر مولود شریف اور مجالس شہادت وعرس میں کیا کلام ہے وہ بھی تو بزرگوں کی یادگاریں ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو اس دلیل سے شہر میں ایک جمعہ ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم کی خلافت کا ایک دربار تھا اور سارے جہان کی مخلوق کو اسی میں شریک ہونا تھا اور خاص اسی دربار کی شرکت پر انعام واکرام ملنے تھے۔ دوسری جگہ کوئی دربار کرلیتا تو وہ انعام واکرام کا مستحق نہ ہوتا۔ جمعہ ہی اس جشن خلافت کی یادگار ہے لہٰذا ایک ہی جگہ ہونا چاہئے نہ کہ شہر شہر قصبے قصبے ہزاروں جمعے ہوں، چونکہ دربار جشن خلافت ایک ہی تھا اب ہر شہر کے جمعہ کی دلیل کہاں سے آئے گی اور مولوی صاحب ہر ہر شہر وقصبہ میں تقسیم انعام واکرام کی کیا سبیل نکالیں گے؟ جب کہ ان کے نزدیک فقط ایک ہی دربار ہوسکتا ہے اور جو اس خاص دربار میں شرکت نہ کرے انعام واکرام سے خالی رہے گا، یہ مدعا تو مولوی صاحب کو صاف کہ دینا چاہئے تھا کہ جمعہ کا ثواب اور اس کا انعام واکرام صرف کعبہ شریف میں حاصل ہوتا ہے اور کہیں نہیں، وہ اپنی اس دلیل پر نظر رکھتے ہوئے ہر شہر وقصبہ میں جمعہ کی فضیلت کس طرح ثابت کرسکتے ہیں؟ اور اگر یہ کہیے کہ اس دربار کی یادگار میں مسلمانوں کا جو مجمع ہو وہ انعام واکرام کا مستحق ہے تو ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے وہاں وہی انعام واکرام ملے گا اور یہ کہا جائے گا کہ جس نے جماعت مسلمین کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھا وہ انعام واکرام سے محروم رہا، لطف یہ ہے کہ یہ وہابی مولوی صاحبان یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت اسی صورت میں ہے کہ سب لوگ جامع مسجد چلیں اور ایک ہی جگہ جمعہ ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ شہر کی چار بڑی بڑی مسجدوں میں جمعہ ہونا چاہئے۔ اگر چار مسجدوں میں جمعہ کی فضیلت اور اس کا ثواب مل سکتا ہے تو پانچویں مسجد میں کیوں نہ ملے گا؟ اور اگر جامع مسجد کے سوا کہیں ثواب نہیں ملتا ہے تو چار مسجدوں کی تجویز کیوں ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
آج اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

غرض اس وقت تک وہابی صاحبان کی تقریریں بھی سنیں تحریریں بھی دیکھیں، لیکن شہر کے لوگوں کی تسلی وتشفی نہ ہوسکی اور وہابی صاحبان کا بیان ان کی اس نئی تحریک کی معقولیت اہل شہر کے ذہن نشین نہ کرسکا۔ ان کے عالموں کو اپنے دعوے کی

دلیل میں اس قسم کی لایعنی اور بے حاصل باتیں کہنی پڑیں، مگر باوجود اس کے وہابیہ کو بہت اصرار ہے اور وہ مساجد سے جمعہ موقوف کرانے میں انتہائی کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ اس نئی تحریک نے مسلمانوں میں تشویش اور پریشانی پیدا کر دی ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہم اپنے پیشوایان دین اور رہنمایان ملت علمائے اہل سنت سے استفتاء کریں، چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کی استدعا پر ایک سوال لکھ کر حضرت صدر الافاضل، استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب کی خدمت میں بھیج دیا، جس وقت یہ سوال حضرت مدظلہ کے پاس پہنچا وہ کاٹھیاوار کے دور دراز سفر کی تیاری میں تھے۔ انہوں نے چلتے چلتے ایک مختصر مگر نہایت جامع اور تسلی بخش جواب تحریر فرما دیا جس کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(منشی) شوکت حسین رامپوری

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ مسجد جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب نماز جمعہ کا ان کو ملتا ہے یا نہیں؟ عنداللہ اس کا جواب عنایت فرمایئے گا۔ فقط

## الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایک شہر میں چند جگہ بناء بر مذہب مفتیٰ بہ جائز ہے لہٰذا جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں ان کی نماز درست اور جمعہ ادا ہوتا ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے در مختار میں ہے:

"وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذھب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"

کتبہ:

العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

یہ فتویٰ مستفتی شاہی مسجد میں لے گیا جہاں وہابیہ کا مدرسہ ہے وہاں کے صدر مدرس نے اس کے نیچے ذیل کی عبارت لکھی:

"آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے تابعین کے زمانہ تک جو کہ بنص حدیث خیر القرون ہے۔ جمعہ صرف

ایک ہی مقام پر ادا ہوتا رہا ہے۔ حضرات آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ البتہ امام محمد کی ایک روایت سے تعدد کا جواز بمعنی سقوط فرض ثابت ہوا ہے جس کو بعض مشائخ نے بعض شرعی وجوہ کی بناء پر اپنا مختار قرار دیا ہے لیکن اس کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو، بلکہ ان وجوہ پر نظر غائر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بسبب ضرورت وحاجت تعدد جائز ہے ورنہ نہیں اور مشائخین کے کلام میں ضرورت کی قید بھی مذکور ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ جامع مسجد میں مجمع عظیم کے ساتھ جمعہ کا ادا کرنا افضل واکمل ہے اور یقینی سبکدوشی فریضہ جمعہ کی اسی صورت میں ہے۔ تعدد میں شائبہ عدم جواز ضرور موجود ہے پس حسب ارشاد "ما یریبک الی مالا یریبک" یہی مناسب ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے ہاں بدرجہ مجبوری ایک دو بڑی مسجد میں بھی اگر ادا ہو تو گنجائش ہے نہ کہ موجودہ کثرت اور تعدد،

واللہ تعالٰی اعلم

حررہ فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد

پھر یہ فتوٰی جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی کے پاس لایا گیا جو حضرت صدر الافاضل مدظلہ کے شاگرد ہیں انہوں نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

﴿۷۸۶﴾

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین ☆

حضرت استاذی صدر الافاضل مدظلہ العالی کا فتوٰی حق وصحیح ہے۔ اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا ایک حرف جنبش نہیں کرسکتا اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم کرسکے۔ مولوی فخر الدین صاحب کا یہ دعوٰی کہ زمانہ اقدس سے زمانہ تابعین تک جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ہوتا رہا ہے۔ ایسا دعوٰی ہے جس پر وہ کوئی نقل یا حوالہ پیش نہیں کرسکے، علاوہ بریں اگر فرض کرلیا جائے کہ زمانہ تابعین میں جمعہ متعدد جگہ نہ ہوا تو یہ تعدد کے عدم جواز کی دلیل کب ہوسکتا ہے؟ زمانہ تابعین تک مدارس بایں ہیئت کب تھے جن میں مدرسین نوکر ہوتے، نصاب معین ہوتا اس نصاب معین کے تمام ہونے کے بعد سند دی جاتی، دستار بندی کی جاتی اگر خیر القرون میں کسی چیز کا نہ ہونا اس کے عدم جواز کی دلیل ہوسکتا ہے تو یہ مدرسے اور ان کے تعین اوقات ونصاب وتعین ایام تعطیل اور سند ودستار بندی اور خود مولوی صاحب کا نوکری کرنا یہ سب ناجائز ہوگا؟ ورنہ ثابت کریں کہ زمانہ تابعین میں دینیات کے نصاب معین پڑھانے پر نوکری کرنے اور تنخواہ لینے کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ پھر کیا معنی ہے کہ آپ کی نوکری، مدرسہ، سند ودستار ناجائز نہ ہو اور تعدد جمعہ ناجائز ہوجائے؟ ایسی بات کو سند بنانا اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ نہ دیکھا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا "لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع" اس کے ساتھ "فی مواضع واحد" کی قید نہ تھی تو اب اس حدیث کو مقید کرنا اور کلام رسول ﷺ میں اپنی

طرف سے تخصیص لگانا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے، اگر کتابوں پر نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے تعدد کے جواز کی دلیل فقہاء نے اسی حدیث کا اطلاق قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے۔ دوسرے ائمہ کا ذکر تو حنفیوں کے لئے فضول ہے، ورنہ جس کے بدن سے خون بہتا ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں جاتا، تو کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ حنفیوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دے دیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو دوسرے ائمہ کے قول کا ذکر کرنا ہی بیکار ہے اب رہا مذہب حنفی، اس میں قول راجح وہی حضرت امام محمد اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے جس میں تعدد کو جائز بتایا گیا ہے، عالمگیری میں ہے:

" وتودی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وقول ابی حنیفة و محمد رحمة اللہ و هو الاصح وذکر الامام السرخسی انه الصحیح من مذهب ابی حنیفة رحمه اللہ وبه ناخذ هکذا فی بحر الرائق "

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور یہی اصح ہے اور امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور اسی کو ہم اخذ کرتے ہیں۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

" وتصح اقامة الجمعة فی مواضع کثیرة بالمصر وفنائه وهو قول ابی حنیفة و محمد فی الاصح ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق وعلی القول الضعیف المانع من جوز التعدد قیل بصلاة اربع بعدها بنیة اخر ظهر علیه ولیس الاحتیاط فی فعلها لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین واقوهما اطلاق جواز تعدد الجمعة "

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہے اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا، یہی اصح ہے اور یہی اقویٰ ہے اور جو قول کرنا صحیح جواز تعدد سے مانع ہے وہ ضعیف ہے، طحطاوی میں فرمایا:

" لاطلاق حدیث لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع فالمصر شرط اقامتها وهو موجود فی کل فریق "

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مواضع کثیرہ میں صحیح ہونے کی دلیل حدیث "لاجمعۃ ولاتشریق" کا اطلاق ہے، کیونکہ حدیث شریف میں اقامت جمعہ کی شرط مصر یعنی شہر قرار دی گئی ہے اور وہ مسجد میں جمعہ پڑھنے والوں کے لئے حاصل ہے۔ درمختار کی جو عبارت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی نے اپنے فتوے میں نقل کی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں

ہت سے مقامات پر مطلقاً جمعہ ادا ہوتا ہے ۔ یہی مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اس میں دفع حرج ہے ۔ اس کی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں:

" سواء کان المصر کبیراً او لا وسواء فصل بین جانبیه نهر کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقی متصلاً وسواء کانت تعدد فی مسجدین او اکثر هکذا بفاد من الفتح و مقتضاها انه یلزم ان یکون التعدد وبقدر الحاجة کما یدل علیه کلام السرخسی الاوتی "

یعنی جمعہ کا متعدد مقامات پر ادا کرنا ایک شہر میں مطلقاً صحیح ہے خواہ شہر بڑا ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی نہر کبیر اس کو دو حصے کرتی ہو جیسے کہ بغداد یا نہ کرتی ہو اور خواہ پل اٹھا دیا گیا ہو یا بندھا ہوا ہو اور خواہ تعدد دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں ہو ۔ یہی مفاد ہے فتح القدیر کا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعدد کا بقدر حاجت ہونا ہی لازم نہیں ۔ چاہے جس قدر بھی ہو جائز ہے جیسا کہ اس پر امام سرخسی کا آنے والا کلام دلالت کرتا ہے ، اس عبارت میں مولوی فخر الدین کے اس جملہ کا بھی رد ہو گیا کہ " اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کر لو ۔ " وہابی صاحبوں کی جو بات ہے کتب معتبرہ کے خلاف ، اسی ردالمختار میں دفعاً للحرج کی شرح میں فرماتے ہیں:

" لان فی الزام اتحاد الموضع حرجاً بیناً لاستدعائه تطویل المسافة علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز بل قضیة الضرورة عدم اشراطه لا سیما اذا کان مصراً کبیراً کمصرنا کما قاله کمال "

یعنی جمعہ کا ایک جگہ میں ہونا لازم کر دینے میں کھلا حرج ہے کیونکہ اکثر حاضرین پر دور دراز کی مسافت کا بار پڑے گا اور جمعہ کے چند مقامات میں جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی ۔ بلکہ ضرورت اس کے مشروط نہ ہونے کا حکم کرتی ہے خاص کر شہر جب کہ بڑا ہو ۔

ان تمام عبارات سے ظاہر کہ جمعہ مقامات کثیرہ میں بلا کسی قید کے بلا تردد جائز ہے یہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مذہب صحیح اور قول راجح ہے ۔ اسی پر فتویٰ ہے اور جمعہ کے جواز کو ایک جگہ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں کھلا حرج بھی ہے ۔ جب یہ قول راجح ہے تو اس کے خلاف پر اصرار کرنا اور فتویٰ دینا جہالت ہے ۔ چنانچہ درمختار میں فرمایا:

" ان الحکم و الفتیا القول المرجوح جهل و خرق الاجماع "

یعنی قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے ۔

الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور مواضع کثیرہ میں صحت واقامت جمعہ کے جواز میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہا اور یہ بھی

جرت ہو گیا کہ قول مرجوح کو اخذ کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے، علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے قول مرجوح کو اخذ کیا اور شہر میں دو ایک بڑی مسجدوں میں نماز کی اجازت دی انہوں نے اس قول کی بناء پر بھی نمازوں کو ضائع کیا، کیونکہ عدم جواز تعدد کے قول پر جس کو وہابی اخذ کرتے ہیں شہر میں صرف وہی جمعہ صحیح ہو سکتا ہے جو سب سے پہلے ہو خواہ جامع مسجد میں ہو یا کہیں اور۔ اگر دو جگہ جمعہ ایک ہی وقت میں ہو تو اس قول پر دونوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ ایسے ہی اگر اشتباہ رہا کہ کون سا جمعہ پہلے ہوا تو بھی ہر ایک جگہ کا جمعہ فاسد ہو گیا اور نماز نہ ہوئی تو وہابیہ جو عدم جواز تعدد کا قول مرجوح اخذ کرتے ہیں۔ وہ علاوہ اس غلطی کے کہ قول مرجوح کا اخذ کرنا ناجائز ہے۔ ایک سے زیادہ جگہوں میں نماز کی اجازت دے کر اپنی نماز فاسد کرتے ہیں، طحطاوی میں ہے۔

" فالجمعة عدة السابق وتفسد بالمعية واشتباه "

مراد آباد میں بعض مساجد میں جمعہ ساڑھے بارہ بجے ہو جاتا ہے اور شاہی مسجد اور جامع مسجد میں اس کے بعد ہوتا ہے تو قول مرجوح کی بناء پر وہابیہ کے نزدیک جو نمازیں جامع مسجد اور شاہی مسجد میں ہوتی ہیں، وہ بالکل ناجائز و فاسد ہیں چہ جائیکہ افضل واولیٰ، اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے اگر جمعہ شہر کی ایک مسجد میں پڑھ جائے اور قول معتمد و صحیح چھوڑا جائے اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنے کا وبال بھی گوارا کیا جائے اور کتب دینیہ اور مذہب صحیح کی مخالفت بھی کی جائے تو اس مسجد کا امام سنی صحیح العقیدہ ہونا چاہیے، اگر وہابی بدمذہب ہوا تو اس کی بدمذہبی سے نماز فاسد ہو جائے گی، بہر حال مانعین تعدد کا کلام کسی پہلو سے صحیح نہیں ہو سکتا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتم واحکم ☆

کتبہ

العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی



## جنت میں چند جانور بھی جائیں گے

**سوال:-** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب:-** بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم ☆

جنت میں پانچ جانور داخل ہوں گے (۱) براق حضور سید عالم ﷺ کا (۲) دراز گوش حضرت عزیر علیہ السلام کا (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا (۴) مینڈھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا (۵) کتا اصحاب کہف کا، چنانچہ اشباہ و نظائر میں مستطرف سے منقول ہے۔

النبي من الحيوان من يدخل الجنة الا خمسة كلب الكهف و كبش اسماعيل و ناقة الصالح و حمار عزیر و براق النبی ﷺ ''لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعۃ الاسلام سے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ کا ناقہ (۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گئو سالہ (۴) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقرہ (گاؤ) (۶) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی (۷) حضرت عزیر علیہ السلام کا دراز گوش (۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (۹) بلقیس کا ہدہد (۱۰) اصحاب کہف کا کتا۔

" قال مقاتل رحمه الله عشرة من الحيوانات يدخل الجنة ، ناقة محمد عليه الصلوة والسلام ، وناقة صالح عليه الصلوٰة والسلام ، وعجل ابراهيم عليه الصلوة والسلام ، وكبش اسماعيل عليه الصلوٰة والسلام ، وبقرة موسیٰ عليه الصلوة والسلام ، وحوت يونس عليه الصلوة والسلام ، وحمار عزير عليه الصلوة والسلام و نملة سليمان عليه الصلوة والسلام ، وهدهد بلقيس و كلب اهل الكهف كلهم يحشرون ، كذا في مشكوٰة الانوار "

اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائیں گے۔ حموی میں ہے۔

" ذكر في مشكوٰة الانوار شرح شرعة الاسلام انها كلها تصير على صورة الكبش "

سبحان اللہ مقربین بارگاہ حق کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی ان سے نسبت رکھنے کی بدولت جنتی ہو گئے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کی کامل محبت اور ان کا پورا اتباع نصیب فرمائے آمین وصلى الله تعالىٰ علىٰ جميع انبيائه ورسله وسلم☆

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

# مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن ورمضان وعید

ماہ مبارک رمضان میں مسلمان بالعموم عبادات کی طرف زیادہ راغب و مائل ہوتے ہیں، نمازوں میں زیادہ مزا لیتے ہیں، خیرات و حسنات کی کثرت کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں، اس

زمانہ میں وعظ و نصیحت ان کے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یاد الٰہی سے معمور رہتی ہیں۔ جا بجا حفاظ قرآن کریم سناتے ہیں۔ ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی سننے والوں کی رغبت بڑھی رہتی ہے۔ شبینے ہوتے ہیں، کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہ مبارک اعمال حسنہ کے چمنستان کا عالم بہار ہوتا ہے۔ اللہ کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یاد الٰہی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ جماعتوں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں، رستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں، تراویح میں قرآن پاک سنائے اور سنے جاتے ہیں۔ ختم کے روز مساجد میں نرالی زیب و زینت ہوتی ہے برکات قرآن کے لئے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی، حفاظ اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں، حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں جب حافظ صاحب سورۂ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو **بسم اللہ الرحمن الرحیم** جہر سے پڑھتے ہیں اور سورۂ **قل ھو اللہ احد** کی تین مرتبہ تکرار کرتے ہیں۔ ختم قرآن ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورۂ بقر **مفلحون** تک پڑھتے۔ ختم ہونے پر مسلمان حافظ صاحب سے اپنے اوپر دم کراتے ہیں۔ کوئی پانی لاتا ہے کوئی الائچی، اجوائن، زیرہ، نمک، کھجور، سرمہ پر دم کراتا ہے۔ پھر یہ چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لئے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع وزاری کے ساتھ اسلام و مسلمین کے لئے دارین کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ بندے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کے حضور سوال کے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں۔ آخر میں کہیں پنج آیت پڑھ کر کہیں بغیر اس کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ رمضان مبارک کے اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضان مبارک کے فضائل و برکات کا بیان ہوتا ہے اور اس ماہ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات و خیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت و افسوس اور آئندہ کے لئے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب اور باقی ایام رمضان میں کثرت عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے۔ مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے اور آئندہ کے لئے نیکی کا عزم کرتے ہیں، عید کے روز عموماً سویاں پکتی ہیں اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معانقہ و مصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے آپس میں محبت و اتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں اور بالعموم علماء و صلحاء کا یہی طریقہ ہے سب اسی پر کاربند ہیں۔

بعضوں نے ان میں سے بہت سے امور کو ممنوع و ناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی، اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح وعظ کئے۔ ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور میں سے بھی بہت سی باتوں کو منع کیا، مثلاً ختم قرآن کے بعد پانی یا کسی اور چیز پر دم کرنا بدعت و بے اصل بتایا، خطبہ الوداع کی سخت مخالفت کی اس کو بدعت و ناجائز کہا، بعد عید مصافحہ و معانقہ کو بھی منع کیا اور بدعت و ناروا کہا، اس کے ساتھ ہی حسب عادت زیارت قبور کے لئے سفر اور فاتحہ گیارہویں،

ایصال ثواب کے اور دوسرے طریقوں میں اعتراض کیے، جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کھٹکا ہو گیا وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے؟ اس لئے براہ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام

المستفتی محمد شوکت حسین شوکت مراد آبادی

# الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

سائل نے مسطورۂ ذیل امور کو دریافت کیا ہے۔

(۱) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لئے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا

(۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۂ اخلاص کی تکرار

(۵) بعد ختم قرآن سورۂ فاتحہ و بقرہ تا مفلحون پڑھنا

(۶) دعا بعد ختم قرآن پاک (۷) پنج آیت (۸) تقسیم شرینی

(۹) خطبۃ الوداع (۱۰) عید کی سویاں

(۱۱) معانقہ و مصافحہ بعد عید، اب ان میں سے جدا جدا ہر ایک کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

## (۱،۲) ختم قرآن پاک خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے:

" لا حسد الا علی اثنین رجل اتاہ اللہ القران فھو یقوم بہ اناء اللیل واناء النھار ورجل اتاہ اللہ مالاً فھو ینفق منہ اناء اللیل واناء النھار "

یعنی رشک دو شخصوں پر محمود ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے سرفراز فرمایا اور وہ اوقات لیل و نہار میں یعنی شب و روز قرآن پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ رات دن اس کی راہ میں

خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں قابل رشک ہیں۔ یعنی انسان کو ان کی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہیے۔

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"اقرؤا القرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعاً لاصحابہ"

یعنی قرآن پاک پڑھو کہ وہ روز قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفیع ہو کر آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ان الذی لیس فی جوفہ شیٔ من القرآن کالبیت الخرب"

جس کے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ ویران گھر کی مثل ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا"

جس شخص نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے، سبحان اللہ! جب ایک ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے تو تمام قرآن پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد و ابوداؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"من قرأ القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجاً یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا"

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا روز قیامت اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب تمہارے گھروں میں تو تمہارا کیا گمان ہے اس کے حق میں جس نے اس پر عمل کیا۔

امام بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث روایت کی:

"البیت الذی یقرء فیہ القرآن یتزیا لاھل السمآء کما یتزیا النجوم لاھل الارض"

جس مکان میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ وہ آسمان والوں کے لئے ایسا مزین کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے مزین کئے جاتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی "نوّروا منازلکم بالصلوٰۃ وقرأۃ القرآن" یعنی اپنے مکانوں کو نماز اور قرآن پاک کی قرأت سے منور کرو۔

اور حضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی "افضل عبادة امتی قراۃ القران" "میری امت کی بہترین عبادت قرآن پاک کی قرات ہے۔

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائل قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں ۔ فی الواقع مصطفیٰ حبیب خدا ﷺ کا صدقہ ہے کہ ہم کو یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ عطا ہوئی، ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا منہ۔ سوائے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہرہ مند نہیں، اتقان میں ہے۔

"قال ابن الصلاح فی فتاواہ قراۃ القران کرامۃ اکرم اللہ بھا البشر فقد ورد ان الملائکۃ لم یعطوا ذلک وانھا حریصۃ علیٰ اسماعہ من الانس"

یعنی ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ قرآن پاک کی قرات ایک کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشرف فرمایا۔ حدیث میں وارد ہوا کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآن پاک سننے کے آرزومند رہتے ہیں، سبحان اللہ کیا نعمت ہے، کیا کرم ہے اس پر جتنی خوشی کی جائے جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ختم کے روز روزہ رکھنا، اعزہ واحباب کو جمع کرنا مسنون ومستحب ہے۔ اتقان میں ہے:

"لیسن صوم یوم الختم اخرجہ ابن ابی داؤد عن جماعۃ من التابعین وان یحضرہ اھلہ واصدقاء ہ اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان اذاختم القران جمع اھل ودعاء اخرج ابو داؤد وعن الحکم بن عیینۃ قال ارسل الی مجاھد وعندہ ابی امامۃ وقال انا ارسلنا الیک لانا اردنا ان نختم القران والدعاء یستجاب عند ختم القران واخرج مجاھد قال کانوا یجتمعون عند ختم القران ویقول عند تنزل الرحمۃ"

یعنی ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔ اس کو ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے نقل کیا اور اہل واحباب کا جمع ہونا بھی مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآن پاک ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرما کر دعا کرتے تھے، ابو داؤد نے حکم بن عیینہ سے روایت کی انہوں نے کہا میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس وقت ان کے پاس ابن ابی امامہ تھے، دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پاس اس لئے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآن پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد نے نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی واہتمام اور اہل واحباب کو جمع کرنا اور دعا مسنون ومستحب ہے، بزرگان دین صحابہ وتابعین سب کا معمول رہا ہے۔ یہ وقت قبول دعا کا ہے مگر بدقسمت اس سے چڑتا ہے۔ اس کو یہ عبارتیں دکھاؤ، مگر

امید نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے، اللہ تعالیٰ آنکھ عطا فرمائے اور ہدایت کرے آمین۔

## (۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر:۔

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر کسی ایک مقام پر جائز ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورۃ کا جزو نہیں لیکن آیت ہے، تو تکمیل ختم کے لئے اس کو جہر سے پڑھنا چاہئے ورنہ ایک آیت رہ جائے گی اور ختم ناتمام ہوگا، خواہ بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر، تفسیر مدارک میں ہے:

"ان التسمية اية من القران انزلت للفصل بين السور عندنا ذكره فخر الاسلام فى المبسوط"

تفسیر علامہ ابی السعود میں ہے:

"قيل انها اية فذة من القران انزلت للفصل والتبرك بها وهو الصحيح من مذهب الحنفية"

(غنية المستملى)

شرح منیہ میں ہے:

"واجماع الصحابة على اثباتها فى المصحف لا يلزم منه انها اية من كل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجريد عن غير القران وبه نقول انها اية منه نزل للفصل بين السور كذا فى عامة كتب الفقه"

واللہ سبحانہ اعلم۔

## (۴) سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا:۔

سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا درست ہے، حدیث شریف میں وارد ہوا:

"قل هو الله احد يعدل ثلث القران رواه البخارى والمسلم"۔

یعنی سورۂ قل ھو اللہ احد ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور کثرت سے ایسے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے۔ اس لئے اس روز سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک قرآن کا ثواب پائیں اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کی تکمیل و ادا میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو سورۂ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہو جائے۔

اتقان فی علوم القرآن میں ہے:

"عن الامام احمد انه منع من تكرير سورة الاخلاص عند الختم لكن عمل الناس على خلافه

قال بعضهم والحكمة فيه ماورد انها تعدل ثلث القران فيحصل بذلک ختمه فان قيل فكان ينبغى ان يقرأ اربعاً ليحصل ختمان قلنا المقصود ان يكون على يقين من حصول ختمه اما التى قراها واما التى حصل ثوابها بتكرير السورة"

یعنی امام احمد نے ختم کے وقت سورۂ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عمل لوگوں کا اس کے خلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہوگا اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورۂ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تا کہ دو ختم حاصل ہو جائیں، تو ہم کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ ایک ختم بیقین کامل ہو جائے، خواہ وہ جو پڑھا یا وہ جس کا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا۔ ایسی برکت کو چھوڑ دینا اور اس میں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم

## (۵) بعد ختم سورۂ بقرہ مفلحون پڑھنا:-

بعد ختم قرآن سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا مسنون ہے۔ اتقان میں ہے:

" يسن اذا فرغ من الختمة ان يشرع فى اخرى عقيب الختم لحديث الترمذى وغيره احب الاعمال الى الله تعالىٰ الحال المرتحل الذى يضرب من اول القران الى اخره كلما حل ارتحل واخرج الدارمى بسند حسن عن ابن عباس عن ابى ابن كعب ان النبى ﷺ كان اذا قرا قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرء الى اولئک هم المفلحون"

اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی و دارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورۂ فاتحہ و اول سورۂ بقرہ کا تا مفلحون پڑھنا ثابت اور مسنون ہے اور حضور اقدس ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔

واللہ سبحانہ اعلم

## (۶) دعا بعد ختم قرآن:-

دعا بعد ختم قرآن بھی مسنون اور مستحب ہے اور یہ وقت قبولیت دعا کا ہے، ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"ثم دعا بدعاء الختمة جس سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ بعد ختم قرآن دعا فرماتے تھے اور نمبر ا میں حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بھی گذرا:

" انه كان اذا ختم القران جمع اهله ودعا "

کہ وہ حضرت جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دعا کرتے۔

اسی اتقان میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عتیبہ سے مروی ہے کہ مجاہد وابن ابی امامہ نے فرمایا:

الدعاء يستجاب عند ختم القران "

کہ دعا ختم قرآن کے وقت مقبول و مستجاب ہوتی ہے۔

اسی اتقان میں ہے:

" ليسن الدعاء عقب الختم لحديث الطبرانى عن العرباض بن سارية مرفوعاً من ختم القران فله دعوة مستجابة وفى الشعب من حديث انس مرفوعاً مع كل ختمة دعوة مستجابة "

یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عرباض بن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اس کی دعا مستجاب ہے اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے اس لئے بعد ختم قرآن دعا کی جاتی ہے اس سے سنت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں اور اسی لئے مسلمان اپنے اموات کے ایصال ثواب کے لئے جب تیجہ یا عرس کراتے ہیں تو قرآن پاک ختم کراتے ہیں تاکہ دعائے مغفرت بعد ختم قرآن مستجاب ہو اور میت اس عالم میں راحت وآرام پائے۔ وہابیہ اپنی بدعقلی سے ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جن کی حدیثوں میں ترغیبیں دلائی گئی ہیں۔ یا تو بندگان حرص وہوا نے کتب دینیہ دیکھی ہی نہیں اور احادیث تک ان کی نظر نہیں پہنچتی، محض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا یا دیدہ دانستہ پیر کی طرفداری میں حق پوشی کی۔ یہ ہے پیر پرستی اللہ تعالٰی اس سے محفوظ رکھے۔

## (۷) پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا:-

پنج آیت پڑھنا اس طرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنوبت قرآن کریم کی آیات وسور پڑھیں جائز ہے۔

اتقان میں ہے:

" لا باس باجتماع الجماعة فى القراة ولا بادارتها وهى ان يقرأ بعض الجماعة قطعة ثم البعض قطعة بعدها "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیسا کہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

دم کرنا قرآن پاک پڑھ کر جائز ہے۔ اس کو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

"ان النبی ﷺ کان اذا اوی الی فراشه کل لیلة جمع کفیه ثم نفث فیهما فقرء فیهما قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بهما ما استطاع من جسده یبدء بهما علی راسه ووجهه وما اقبل من جسده یفعل ذلک ثلث مرات"

یعنی حضور اقدس نبی اکرم ﷺ جب وقت خواب بستر مبارک پر تشریف لاتے ہر دو کفِ دست مبارک کو جمع کر کے ان میں دم کرتے اور سورۂ قل هو الله اور سورۂ فلق و سورۂ ناس پڑھتے، پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو جہاں تک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے۔ سر مبارک، چہرۂ مبارک اور بدن اقدس کے سامنے کی جانب سے ابتدا فرماتے اور یہ عمل مبارک تین مرتبہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم پڑھ کر دم کرنا حضور اقدس ﷺ کا فعل ہے، اس کو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔

اس حدیث کے حاشیہ میں لمعات سے منقول ہے:

"قد روی انه ﷺ فی مرضه اخذ بیدی عائشة فقرأ ونفث فیهما وامرها مرارهما علی جسده الشریف"

یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر دو دستِ مبارک میں پڑھ کر دم فرماتے اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم پر پھیرنے کا حکم دیتے۔

دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور اللہ کے حبیب ﷺ کا فعل مبارک ہے، اس کو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا اندھا پن اور نابینائی ہے، کیا ان بدنصیبوں کے نزدیک رسول کریم ﷺ کے افعال بھی بدعت ہوگئے؟ اُف ہزار تُف اس باطل پر جس کی ضد اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اس نے امور مسنونہ افعال نبی کریم ﷺ کو بھی بدعت کہہ دیا، مگر اپنی اس بدعت میں وہ خود کہاں بچے گا، اس سے کہو کہ گھر کی خبر تو لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ! اپنے استاذ الاساتذہ اور پیر پیراں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب "قول جمیل" پڑھ جس کی آٹھویں فصل میں لکھا ہے:

"سمعته یقول اذا ظهر مرض الحصبة فخذ خیطا ازرق واقرأ سورة الرحمن وکلما مررت علی قوله تعالیٰ فبای الآء ربکما تکذبان فعقد عقدة وانفث فیها وعلق الخیط فی عنق الصبی یعافه الله تعالیٰ من ذلک المرض"

اس کا ترجمہ پیشوائے آں طائفہ مولوی خرم علی نے ان لفظوں میں کیا:

"اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا دھاگا لے اور اس پر سورۂ رحمٰن پڑھ اور جتنی بار کہ فبای الاء ربکما تکذبان پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اس پر پھونک

ڈال اور دھاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اس کو اس بیماری سے آرام دے گا"

اب دیکھئے یہ لوگ اپنے شیخ المشائخ پر کیا حکم لگاتے ہیں۔ انہوں نے پھونکنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ نیلا دھاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمایا، ان کے نزدیک تو یہ ڈبل بدعتیں ہوئیں، ان کے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں۔

انہی شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا:

" والتی تملص جنیها یاخذ خیطاً معصفراً علیٰ مقدار طولها ویعقد علیه تسع عقد ینفث فی کل منها واصبر وما صبرک الا باللہ الیٰ محسنون وقل یا ایها الکافرون الیٰ اخرها "

اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا:

" اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک دھاگا کسم کا رنگا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہ لگا دے اور ہر گرہ پر آیہ:

﴿واصبر وما صبرک ...... تا ...... محسنون﴾ اور ﴿قل یا ایها الکافرون﴾

پڑھے اور پھونکے۔

کہیے یہ ڈورا اور کسم کا رنگ اور عورت کے قد کا ناپ اور نو گرہیں اور پھر پھونکنا بدعت ہوا یا نہیں؟ اور ان کی اصل دلیل بدعتی ٹھہریں یا نہیں؟ اور اس پھونکنے سے یہ لوگ نہ جلے نہ بھکے اور نہ انہوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بتایا۔ بھکے تو ہیں افعال نبی ﷺ سے۔ آپ کے افعال کو جرأت کے ساتھ بدعت بتا بیٹھتے ہیں۔ پیر سے عداوت نہیں جو ان کے افعال پر حکم لگائیں، شاہ صاحب نے اس قسم کی بدعات کا انبار لگا دیا ہے۔ اسی فصل میں لکھتے ہیں:

" ولمن به الخنازیر یعقد علی سیر من الادیم علی مقدار طول المریض احدی واربعین عقدة ینفث فی کل عقدة بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ بعزة اللہ ...... الخ "

اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا:

" اور جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے "

کہیے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ بھکے یا دو ہی ضد ہے؟ شاید یہ کہو کہ وہ پیر پرانے ہو گئے اب تو نئی گلی نیا کھیل آج تو مولوی اشرف علی کی چلتی ہے ان کے سامنے پرانوں کو کون پوچھے، تو مولوی اشرف علی کا ترجمہ قرآن اٹھالائیے اور سورۂ فاتحہ کے خواص دیکھئے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ:

" امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کر کے بخار والوں کے منہ پر چھینٹا

دے تو انشاء اللہ تعالیٰ بخار دفع ہو (در النظیم) آنکھ کے درد کے لئے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا ہے۔"

اب دیکھئے ان کے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی اور اسی ترجمہ میں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ "ہر قسم کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے"۔

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں، یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں، یہ حقیقت ہوتی ہے، ان کی بدعتوں کی:

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ"

## (۸) تقسیم شیرینی:۔

ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے بلا نکیر رائج و معمول ہے اور علماء و صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے اور صالحین کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے۔ اسی راستہ پر چلنے کی دعا سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما، ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں اور نعمت الٰہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں وہ چار گروہ ہیں جن میں اخیر صالحین ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿اُولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین﴾

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین، ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین منعم علیہم ہیں ان پر انعام الٰہی ہے اور مسلمانوں کو ان کی راہ ہدایت چاہنے کی سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے۔ تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صالحین کا طریقہ ہے تو یقیناً صراط مستقیم میں داخل ہے، اس کا انکار وہ کرے گا جو صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسوں کے شر سے بچائے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے، حدیث شریف میں بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

"ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن"

جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

جواب نمبر ا:۔ میں جو احادیث گذری ہیں ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآن پاک کے لئے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے لہذا یہ شبہ مستحسن ہے۔ بعض جاہل جو اپنی نمود پر

مرتے ہیں ختم سے ایک یا دو روز پہلے شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں گویا ان کے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقت ختم ہونا ان کا قابل اعتراض ہے یہ عمل ان کا جہالت اور طریق صحابہ سے ناواقفی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ختم کے لئے اہتمام فرماتے تھے۔ حتی کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لئے روزہ رکھتے تھے اسی دن اہل واحباب کو جمع کرتے تھے، لوگوں کو بلاتے تھے۔ پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کر دیا جائے تو وہ تبرک ہو اور اس سے مسلمان مستفیض ہو سکیں، وہ اگر قرآن کریم کی برکت کے دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی دل سے قدر کرتے لیکن ان کے نزدیک تو حلال کھانا اور لذیذ وطیب غذائیں بھی قرآن پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہو جاتی ہیں اس لئے وہ فاتحہ کو منع کرتے ہیں اور فاتحہ کے کھانے کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اگر انہیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہرگز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآن پاک کے منکر نہ ہوتے۔

" واللہ یھدی من یشآء الی سواء السبیل "

## (۹) خطبۃ الوداع:-

خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور وغل مچایا اور اس خطبہ کو ناجائز وممنوع بتایا، باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں، مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت پر حملہ کرتے اور اس لئے بعد نبی ﷺ کے اور نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا، اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اسی لئے بعد نبی ﷺ کے نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اس کو منافئ خاتمیت نہ جانا، اسی لئے اپنے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحی باطنی آنے کا دعویٰ کیا، چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل مانگے احکام ان کی طرف مفوض ہوتے ہیں۔ ان کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے دنیا پر اپنے حکم چلائیں اس لیے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جس چیز کو چاہا بے دلیل ممنوع و ناجائز کہہ دیا، خطبۃ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا، خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کون سی ان میں نہیں پائی جاتی، یا کون سا امر ممنوع اس میں داخل ہے؟ تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، رمضان مبارک کے گزرے ہوئے ایام میں عمل خیر پر حسرت افسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق وندامت اور مہینہ کی رخصت کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لا کر آئندہ کے لئے تیقظ وبیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص وتشویق

طریقہ تذکیر ہے اور اس میں نہایت نافع وسود مند نصیحت و پند ہے، اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں، آئندہ کے لئے اعمال نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں، اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا، عالمگیری میں ہے: "عاشرھا العظة والتذكير" یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند ونصیحت ہے۔ وہابیہ نے اس سنت کو بدعت وناجائز کہہ دیا، اس جرأت کا کیا انتہا اور اس بیباکی کی کیا حد کہ شریعت طاہرہ میں جو چیز سنت ہو، یہ ظالم اس کو بدعت وناروا بتائیں، یا یہ مطلب ہے کہ بعینہ یہ الفاظ حضور سید عالم ﷺ سے منقول نہیں۔ تو بھی باطل ہے کیونکہ سنت فقط پند ونصیحت ہے خواہ وہ کسی عبارت سے بھی حاصل ہو، نہ کہ خاص الفاظ اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ وعبارتیں کب حضور سے منقول ہیں اور کیوں یہ خاص حضور ہی کے خطبے نہیں پڑھتے نئے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گھڑتے ہیں، ان کے گرو گھنٹال اسمٰعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے، ورنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو؟ اور اکابر علماء دین کے خطبے بدعت ہو جائیں۔ بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے۔ ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں؟ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا۔ کون نہیں جانتا کہ رمضان مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ، جمعہ اخیرہ اور وقت وداع کا جمعہ ہے۔ اس کو جمعۃ الوداع کہہ دیا تو کیا ہوا، کبھی وہابی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو عبدالحق کیوں کہتے ہیں، سارے ہی مسلمان عبدالحق ہیں اسی کی کیا تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد، خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے۔ ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر مسجدوں کے نام رکھ لئے ہیں۔ کسی مسجد کا نام موتی مسجد، نہ اس میں موتی لگے ہیں نہ موتی نام کوئی مرد یا عورت اس کا بانی تھا، پھر یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اور مسجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں قرون ثلثہ میں پائے گئے تھے؟ مدرسہ کا نام رکھ لیا مدرسۃ الغربا، اس نام کی کیا سند ہے؟ پس وداع نام سے چڑ ہے اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں۔

## (۱۰) عید کی سویاں:-

سویاں اگرچہ نہایت نفیس طیب اور لذیذ غذا ہے مگر حلوہ خوردن روئے باید وہابیوں کی چڑ ہے، اس سے بہت کھسیاتے ہیں لطافت طبع کا یہ عالم کہ کوا ہضم، اس کا کھانا سو شہیدوں کا ثواب، وہابیوں کو کوے بہت مرغوب، فتاویٰ رشیدیہ میں اس کو جائز لکھا ہے، ہندوؤں کے یہاں کی ہولی، دیوالی کی پوری کچوری شوق سے کھا جاتے ہیں، مگر شب برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلوہ تیار کرے اس سے بہت نفرت ہے۔ عید کے روز سویاں جو کمال نظافت کے ساتھ

پکائی جاتی ہیں، اس کی مخالفت میں وہابی بہت سرگرم رہتے ہیں۔ پوچھئے یہ کیوں؟ کیا میدہ ناجائز ہے؟ یا سویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ کہہ نہیں سکتے تو پھر ناجائز کیسے ہوگئیں؟ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے، یا دیدہ و دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھی، اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴾

اے ایمان والو! نہ حرام ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا اور حد سے نہ گزرو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا حد سے گزرنے والوں کو۔ مگر وہابیہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ شب برات کے حلال طیب حلوے کو اور عید کی حلال طیب سویوں کو بے دھڑک ناجائز کر دیا، اس میں قرآن کریم کی مخالفت ہے، حکم الٰہی کی ہٹ دھرمی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سویاں پکانے کو منع کیا جاتا ہے، تو اس میں دو غلطیاں ہیں اول تو سویاں عید کے ساتھ خاص نہیں۔ بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سویاں پکاتے ہیں، رمضان مبارک میں بھی پکتی ہیں اس کے بعد بھی پکتی ہیں۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سویاں خاص عید کو ہی پکتی ہوتیں اور کسی دن نہ پکتیں مگر لوگ جانتے یہ کہ دوسرے ایام میں بھی ان کا پکانا جائز ہے تو بھی اس کی ممانعت کی کیا وجہ ہے؟ کیا عید کے روز حلال چیز پکانے سے حرام ہو جاتی ہے؟ شرع مطہرہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہو جائے، مگر لطف یہ کہ جس طرح سویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیو استعمال میں رہتے ہیں اور وہابی خوب ان کے چھکے اڑاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سویاں تو ناجائز ہوگئیں اور ہندوؤں کے بنائے ہوئے دال سے جائز ہی رہے۔ یہ شاید کانگریس کی محبت میں مورد عنایت ٹھہرے۔ سیو اور سویوں میں فرق کیا ہے صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے سویاں میدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے، مگر انہیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا تھا، تو آج تک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع و بدعت نہیں ٹھہرایا، اس کے علاوہ ایک فرق اور بھی ہے اور وہ یہ کہ افطار میں کھجور افضل ہے، سیو اور دال کو کوئی فضیلت نہیں، مگر عید کے روز سویوں سے ایک مستحب ادا ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے:

"واستحب فی عید الفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثا او خمسا او سبعا او اقل او اکثر بعد ان یکون وترا والا ما شاء من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز"

یعنی عید الفطر کے دن نماز عید کو جانے سے قبل مستحب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ یا سات یا کم یا زیادہ کھائے ہوں وتر، ورنہ اگر کھجوریں نہ کھائے تو جو شیرینی چاہے، فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم کہ جو شیرینی چاہے کھائے۔ اس کا خلاصہ

سنت اور وہابی مولوی کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سویاں کھانا چاہے تو ناجائز، یہ حکم قرآن کے بھی خلاف، فقہ کے بھی خلاف بے دینوں نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور پھر اس پر وہ شدت ہے وہ سرگرمی ہے وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے روکنے کے لئے وہابیوں کو بھی میسر نہ آئیں۔

## (۱۱) مصافحہ و معانقہ:۔

عید کے روز مصافحہ و معانقہ کی ممانعت میں وہابیہ کو نہایت اصرار ہے اور اس کو روکنے کے لئے وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں، بدعت سیہ، و ناجائز بتاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت ہے، رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے ان دونوں کے باب میں احادیث وارد ہوئیں۔

**حدیث نمبر ۱:** بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے:

"قلت لانس اكانت المصافحة فى اصحاب النبى ﷺ قال نعم"

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحاب رسول ﷺ میں مصافحہ تھا؟ فرمایا کہ ہاں۔

**حدیث نمبر ۲:** امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت براء بن عازب سے حدیث مرفوع روایت کی:

"قال النبى ﷺ ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفرلهما قبل ان يفترقا"

کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم مل کر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

**حدیث نمبر ۳:** امام مالک نے مرسلاً عطا خراسانی سے روایت کی:

"ان رسول الله ﷺ قال تصافحوا يذهب الغل"

رسول کریم ﷺ نے فرمایا مصافحہ کرو تاکہ کینہ دور ہو۔

**حدیث نمبر ۴:** بیہقی نے براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"المسلمان اذا تصافحا لم يبق بينهما ذنب الاسقط"

دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں ان کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہتا مگر ساقط ہو جاتا ہے۔

**حدیث نمبر ۵:** ابوداؤد نے ایوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلہ عنزہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

"هل كان رسول الله ﷺ يصافحكم اذا لقيتموه قال مالقيته قط الا صافحنى وبعث الى ذات

یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ فالتزمنی وکانت تلک اجود اجود"
یعنی کیا رسول اللہ ﷺ مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا مگر جب ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک روز میری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے، حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا تو یہ معانقہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا۔

**حدیث نمبر ٦:** امام احمد نے یعلی سے روایت کی:
"ان حسناً و حسیناً استبقا الی رسول اللہ ﷺ فضمھما الیہ"
امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سید عالم ﷺ کے پاس دوڑ کر آئے حضور علیہ وآلہ واصحابہ والصلوٰۃ والسلام نے انہیں سینے سے لگا لیا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ ومعانقہ سنت رسول ہے ﷺ اب رہا کہ کسی خاص وقت میں سنت ہے یا مطلقا؟ احادیث مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کسی مخصوص وقت کے ساتھ خاص نہیں جس وقت جس زمانہ جس دن بھی مصافحہ یا معانقہ علیٰ وجہ محمود کیا جائے گا سنت ہی ہوگا اور ادائے سنت کی نیت رکھنے والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہے:

"ھی سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادوہ بعد صلوۃ الصبح والعصر لا اصل لہ فی الشرع ولکن لا باس بہ وکونھم حافظین علیھا فی بعض الاحوال مفرطین فیھا فی کثیر منھا لا یخرج ذلک البعض عن کونہ مما ورد الشرع باصلھا و ھی من البدع المباحۃ"

یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے اور یہ جو لوگوں نے نماز فجر وعصر کے بعد عادت ڈال لی ہے اس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں، لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا اور بہت حالات میں کوتاہی کر جانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کر دیتا جن کی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی (یعنی بعد عصر وفجر کی پابندی مصافحہ کو سنیت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر وعصر کے بعد پابندی مصافحہ) بدعات مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ا ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو یا شام یا شب میں جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائے گا سنت ہی رہے گا۔ کوئی وقت اور کوئی دن اس کو سنت سے خارج نہ کر سکے گا۔ یہی احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ حدیث نمبر۲ وحدیث نمبر۵ سے یہ مضمون صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے، اب عید کے روز مصافحہ کا منع کرنا

حدیث شریف کی مخالفت ہے۔

دوسری بات عبارت مجمع البحار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر و عصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اس کو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعت مباحہ میں سے ہے، یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مصافحہ بعد عصر و فجر کو سنت میں داخل کرنا اور بدعت مباحہ بتانا دو متضاد اور مخالف باتیں ہیں، کیونکہ بدعت حسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالف سنت نہیں، بلکہ داخل سنت ہوتی ہے، چنانچہ پیشوائے وہابیہ نے "براہین قاطعہ" صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ:

"قسم اول کو بدعت حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں" اور اس سے چند سطر بعد پھر لکھا کہ "قسم محمود سنت میں داخل ہے۔"

جب بدعت حسنہ سنت میں داخل ہوئی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا اور صاف ثابت ہو گیا کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخل سنت ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

" ومصافحه سنت است نزد ملاقات و باید که بهر دو دست بود و آنکه بعضے مرد مصافحه بعد از نماز میکنند یا بعد نماز جمعه کنند چیزے نیست و بدعت است از جهت تخصیص وقت امانیت مصافحه کے علی الاطلاق است باقی ست پس بوجہے سنت است وبوجہے دیگر بدعت "

اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ تو سنت ہی ہے خواہ بعد فجر و عصر ہو یا بعد جمعہ، البتہ تخصیص اس طرح کہ دوسرے اوقات میں نہ کیا جائے بدعت مباحہ ہے۔

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر و عصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بکثرت کوتاہی ہو اور اگر اور اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں۔

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا کسی خاص وقت میں عادی ہو جانا اس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا۔

اب عید کے مصافحہ پر غور کیجئے تو آج کل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور بغیر عید کے بھی مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے۔ البتہ مانعین منکرین یعنی وہابیہ عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف

ناجائز کہتے اور مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ عمل و اعتقاد میں خاص کرتے ہیں یہ تغیر سنت اور تبدیل حکم پیغمبر ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہی بدعت مذمومہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے

" قال رسول اللہ ﷺ ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة رواه احمد "

یعنی جو کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔ دوسری حدیث دارمی کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:

" ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الا نزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم الی یوم القیمة "

یعنی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کی سنتوں میں اس کی مثل اٹھا لیتا ہے پھر اس کی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعت سیۂ کی شامت ونحوست سے بدعتی قوم ایک سنت سے محروم کردی جاتی ہے۔

اب دیکھئے کہ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات وازمان میں مسنون ومستحب ہے۔ وہابیہ نے مصافحہ عیدین کو ناجائز بتایا، اس سے وہ اس سنت سے محروم ہوگئے اور مصافحہ ومعانقہ جو جمیع ازمان میں مسنون تھا اس کو انہوں نے خلاف شرع غیر ایام عیدین کے ساتھ خاص کردیا اور ایام عیدین کو عموم اوقات سے محض اپنی رائے سے خارج کردیا، یہ ابتداع فی الدین ہوا اور اس سے رفع سنت لازم آیا، یہ وہابیہ کی بدعت سیۂ ہے۔

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ مشہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقت قدوم یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے، یہ غلط ہے کیونکہ احادیث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ قدوم کے ساتھ مشروط نہیں، کیونکہ حدیث نمبر ۵، و۶، سے صاف ظاہر ہے کہ معانقہ کے لئے سفر سے آنا شرط نہیں اور ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معانقہ ثابت ہے وہ بعد سفر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۵، کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" از ینجا معلوم گردد که معانقه در غیر حال قدوم از سفر نیز آمده از برائے اظهار محبت و عنایت "



یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہار محبت وعنایت کے لئے ثابت ہے۔ جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہوگیا کہ معانقہ اظہار محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ تو اب معانقہ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہار محبت ہی کے لئے کیا جاتا ہے، اس کا سنت ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بتادیا۔

" ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم "

یہ بھی وہابیہ کے معلومات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقت قدوم سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ معانقہ

کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے اگر اشعۃ اللمعات بھی دیکھی ہوتی تو اتنا جانتے کہ قدوم کے علاوہ تو دیع اور طویل عہد ملاقات اور حب فی اللہ بھی اس کے محل ہیں۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں

" وجائز آنکه نزد توديع و قدوم سفر باشد يا بجهت طول عهد ملاقات يا غلبه و شدت حب في الله بود"

اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دور دور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے بچھڑے باہم ملتے ہیں تو یہاں معانقہ کے تین وجوہ پائے گئے، ایک اظہار محبت ومودت، دوسرے قدوم سفر اور تیسرے طول عہد ملاقات، پھر ان سب سے اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ ومصافحہ کو ناجائز بکے جانا کس قدر جہالت وحق فراموشی وباطل کوشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع ومکروہ ہے؟ حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

" واز شيخ ابو منصور ماتريدی درتطبيق احاديث نقل کرده شده است که آنچه بروجه شهوت بود مکروه است وآنچه برو کرامت باشد مشروع و گفته اند که خلاف درجا نيست که برهنه تن باشد اما باقميص و جبه لا باس به است باجماع و بوالصحيح کذا في الکافي"

اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے اور جو برو کرامت کے طور پر ہو جیسا کہ عیدین میں ہوتا ہے وہ جائز ومشروع ہے۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کر کیا جائے، کہ قمیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو، ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملایا جائے۔ لیکن جب قمیص یا جبہ اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ باجماع جائز ہے، یہی صحیح ہے فقہاء تو یہ فرماتے ہیں، مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث وفقہ کی تو وہابیہ کو کیا پرواہ ہوگی، اور وہ کیا مانیں گے۔ اب ہم انہیں انہی کے امام ومقتداء بزرگ وپیشوا کا قول دکھائیں شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔

" زبدة النصائح" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوائے وہابیہ کی تقریر میں ہے:

" همه اوضاع از قرآن خوانی و فاتحه خوانی و طعام خورانيدن سوائے کندن چاه و مثاله و دعاء واستغفار واضحيه بدعت است گو بدعت حسنه بالخصوص است مثل معانقه روز عيد و مصافحه بعد نماز صبح و يا عصر"

یعنی کنواں کھودنے اور اس کی مثل اور کام اور دعاء واستغفار قرآن کے سوا تمام اوضاع قرآنی خوانی، فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے کہ عید کے دن کا معانقہ اور نماز صبح وعصر کے بعد مصافحہ بدعت

حسنہ ہے۔

وہابیوں کے اس پیشوا نے عید کے معانقہ کو تو بدعت حسنہ بتایا ہی تھا اس کے ساتھ فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارہویں، تیجہ، چالیسواں، عرس وغیرہ سب کو بدعت حسنہ بتایا اور وہابیوں کے سارے گھر ہی کو ڈھا دیا کیونکہ وہابیہ کے نزدیک بدعت حسنہ داخل سنت ہوتی ہے، جیسا کہ ہم اوپر بحوالہ "براہین قاطعہ" نقل کر چکے ہیں، تو وہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سنت ہوئے۔ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ معانقہ عیدین جو حدیث وفقہ کے علاوہ خود امام الوہابیہ کے قول سے سنت ثابت ہوا نئے وہابی اس کو تشبیہ بالہنود بتائیں تو گویا تشبیہ بالہنود کو ان کا امام سنت کہتا ہے، شرم۔

یہ تو ان کو کیا معلوم ہوگا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبہ کن حالات میں ممنوع ہوتا ہے، مگر شاہی مسجد مراد آباد میں تھنی بجاتے ہوئے ہنود کا تشبہ یاد نہ آیا؟ اور اب تشبہ کی وہابیہ کو کیا پرواہ ہے، قشقے لگا چکے، نلکیاں اٹھا چکے، جے بول چکے، انگوچھے ڈال چکے، مسجدوں میں ہندوؤں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بلند مقاموں پر بٹھا چکے۔ ہندو لیڈر کو اپنا رہنما و پیشوا بنا چکے، مسلمانوں سے لڑے اور ہندوؤں سے ملے۔ مسلمانوں پر تبرا کیا اور ہندوؤں کی تعریفیں کیں، ہندوؤں کی اتباع میں جیل تک کاٹی، سب ہندوؤں کے تشبہ کے کا ناگوار ہونا ایک بہانہ ہے حیلہ ہے۔

" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ "

مسائل بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ و عبارات کتب معتبرہ فقہیہ اور خود تصریحات اکابر وہابیہ سے ثابت کردیئے گئے۔ اس وضوح تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے، اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ اندازی سے بچائے، آمین۔

والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و خاتم رسولہ وعلیٰ جمیع انبیائہ و من تبعھم اجمعین آمین۔

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ'

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

☆☆☆☆☆

# عُرس کا حکم

استفتاء از منونا تھ بھنجن قاسم پورہ ضلع اعظم گڑھ مرسلہ مولانا مولوی ابوالحامد احمد علی صاحب زید لطفہٗ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بسند کتاب اور یہ کہ لغۃً عرس کے کیا معنی ہیں بعبارت عربیہ یا فارسیہ و ترجمہ مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں فقط۔

**الجواب :-** "نحمده و نصلی علی رسوله الکریم" بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت و ایصال ثواب و حصول برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں اس کو عرس کہتے ہیں "غیاث اللغات" میں ہے مجازاً بمعنی مجلسِ فاتحہ بزرگان کہ بروز وفات بعد از سالے کنند چراکہ رحلت از عمکدہ بمنزلہ شادی عروی است بحق عاشقان حق چنانکہ سعدی فرمایہ۔

عروسی بود نوبت ماتمت      اگر نیک روزی بود خاتمت

لفظ عرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے کہ نکیرین قبر میں جواب شافی کے بعد بندہ مرحوم سے کہتے ہیں: "نم کنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله الیٰ اخره رواه الترمذی" یعنی سو جا مثل سونے عروس کے جس کو اس کے اہل میں اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے۔ "فی الواقع جب منزل اول کے امتحان گاہ صدق و اخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت و کرم سے نوازا گیا، تو وہ دن اس کے لئے دنیا کے تمام ایام سے زیادہ شادی و خوشی کا دن ہے، اور حقیقت میں وہ آج ہی دولھا بنا ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی ناز برداری کرتے ہیں اور جنتی سامانوں سے اس کی قبر کو روضہ پر بہار بنا کر اس سے آرام کی نیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جس کا بیان حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے:

" ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة وفتحوا له بابا الی الجنة ـــ الیٰ اخره رواه احمد"
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۲)

بندہ صادق کے سوال نکیرین کے جواب شافی دینے کے بعد آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے لئے جنتی فرش بچھاؤ اس کو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ جن کے لئے قبر میں یہ عزت و تکریم ہو ان کے لئے موت کا دن یقیناً شادی کا دن ہے۔ اس لئے اولیاء حق کے روز وفات کو روز عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔

یہ تو لفظ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب و اشتباہ کا محل نہیں ہے اگر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جائے تو بھی بسبب عدم ورود ممانعت کے جائز ہوتا، کیونکہ عدم ممانعت ہی کا نام اباحت و جواز ہے۔

" قال اللہ تعالیٰ « یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا « "

یعنی اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو، اگر کوئی حکم ظاہر فرمادیا جائے گا تو تمہیں گراں گزرے گا، اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں دریافت کروگے تو ظاہر کردیا جائے گا اللہ نے وہ معاف فرمادیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعت طاہرہ نے کوئی حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں اور مباح اسی کو کہتے ہیں کہ اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہوا:

" ما سکت عنه فھو مما عفی عنه "

یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہیں، دوسری حدیث شریف میں ہے

" وسکت عن اشیآء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا "

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بحث نہ کرو۔ یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے تو جن چیزوں کا حکم بیان نہ فرمایا ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ وہ فراموش ہوگئیں ہوں تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے کرنے پر کوئی مواخذہ و عذاب نہیں۔ ان آیات و احادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ:

" الاصل فی الاشیآء الاباحة "

یعنی اصل چیزوں میں جانب شرع سے اباحت ہے تو جس پر ممانعت وارد نہ ہو وہ اباحت اصلی شرعی پر ہے:

" اما الاباحة الاصلیة التی قالت بھا المعتزلة فھی مالا مد خلیة فیھا للشرع وھی غیر ذلک "

اس قاعدہ نافعہ اور اس اصل عظیم سے ہزارہا مسائل حل ہوتے ہیں اور کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں ہے جس کے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں، جب یہ اصل آیت و حدیث و فقہ سے ثابت ہوگئی تو عاقل کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر ممانعت کا وارد ہونا اس کے جواز کی مضبوط دلیل ہے۔ منکرین عرس کو کچھ بھی جائے چون و چرا نہیں ہے

اب تک کہ وہ ممانعت عرس کو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ کریں۔ اور ممانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں تو جواز یقینی ہوا، یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ فرض کر لیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء صلحاء مشائخ کے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ہر ملک میں عرس معمول ہے مسلمان اس میں عام طور پر شرکت کرتے ہیں اور اس کو موجب خیر و برکت جانتے ہیں، مستحسن سمجھتے ہیں تو کافہ اہل اسلام کا عمل اور صالحین کا تعامل کسی چیز کے استحباب کے لئے خود ایک دلیل ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا:

"ماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسنٌ"

جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو انہیں اتنا ہی سمجھ کر استحسان کا قائل ہو جانا چاہئے تھا۔ اب میں آپ کو عرس کے ثبوت دکھاؤں غور کیا جائے کہ عرس میں زیارت قبور ہوتی ہے تلاوت قرآن پاک ہوتی ہے۔ ذکر خیر اور ایصال ثواب ہوتا ہے یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں۔

زیارت قبور کے لئے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

"كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها"

یعنی میں نے تمہیں زیارت قبور سے پہلے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کیا کرو، اور بہت حدیثیں زیارت قبور کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح تلاوت قرآن پاک اور ایصال ثواب، سب امور خیر ہیں اور شرع میں ان کے ثبوت کثرت سے موجود ہیں کہ جن کا انکار، کمال ہٹ دھرمی اور انتہائی نفسانیت ہے، رہی یہ بات کہ عرس میں ہیئت کذائی کہاں تھی؟ یہ سوال خود لایعنی اور ناقابل التفات ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا مستحب ہونے کے لئے اس کی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ تمام مدارس بدعت و گناہ ہو جائیں گے اور ان میں چندے دینا ان کی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو کیونکہ مدرسہ کی ہیئت کذائی زمانہ اقدس میں نہیں پائی گئی، طلباء کی جماعتیں کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ کب مرتب تھیں؟ امتحانوں کی یہ شان کب تھی؟ لیکن اگر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل نہیں مانتے ہیں اور ہیئت کذائی اس کو ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کر سکتی ہے تو عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جا سکتا، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ وہ احادیث سے ثابت ہو، جیسا کہ تفسیر در منثور میں مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ شہدائے احد کے مزاروں پر سال کی اگلی تاریخ تشریف لے جایا کرتے تھے، اس حدیث، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ صفحہ ۴۵ میں ذکر فرمایا، اب رہا یہ عذر کہ حضور ﷺ اگر تشریف لے جاتے ہوں گے تو دو ایک کا خادم ہمراہ ہوتے ہوں گے اجتماع کثیر

کہاں سے ثابت ؟ یہ نہایت ہی رکیک اور بہت ہی کمزور بات ہے کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء ﷺ کی خدمت میں اس موقع پر صرف دو ایک صاحب ہی ہوتے ہوں گے ، بے اصل اور بے دلیل ہے اس کے لئے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ بریں فرض کیجئے دو ایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں تو بھی کیا حضور سید الانبیاء ﷺ کا تاریخ معین پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لئے اس عمل کو سنت نہ کرے گا؟ اور جب باتباع حضور ﷺ تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہوا تو کون سا امتی ہے جس کو کوئی شخص بھی اس سنت کی ادا سے روک سکے تو اگر کسی مزار پر اتباع سنت کی نیت سے بکثرت جانے والے جائیں، تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا، اور ان کے بیک وقت مجتمع ہونے سے وہ سنت اٹھ نہ جائے گی۔ نہ اس لئے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے، اور اس میں اپنی رائے سے سنت کی تقلید لازم آتی ہے۔ حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بحمد اللہ احادیث سے ثابت ہے جب بقصد زیارت و اتباع سنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہو گیا تو اب وعظ و ذکر، تلاوت قرآن، صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں، یہی کام عرس میں ہوتے ہیں، علماء، صلحاء، اولیاء، اہل اللہ ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سنت کے لئے آتے ہیں۔ ان حضرات کی زیارتیں ان کی ملاقات ان کا فیض صحبت یہ ایک نعمت ہے جس سے مومن دینوی و اخروی منافع حاصل کرتا ہے۔ جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اس کے فرش وغیرہ کا انتظام زائرین کی آسائش کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بندگان خدا کے آرام کے لئے رستہ سے کانٹے وغیرہ کسی ایذاء دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے

" قال النبی ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبة افضلها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق "

جب راہ گذر سے کانٹا پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز ہٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اس لئے کہ اس سے بندگان خدا کو ایک طرح کا آرام پہنچتا ہے تو ادائے سنت کے لئے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی فرش، لنگر یعنی کھانے کا انتظام کرنا بطریق اولی موجب برکت و ثواب ہوگا۔ اب ثابت ہو گیا کہ عرس شرع سے ثابت اور رسول کریم ﷺ کی سنت ہے اس کی مخالفت میں تشدد نہ کر کرنا چاہئے کہ اس سے مخالفت سنت کی لازم آئے گی۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم

العبد المعتصم بحبلہ المتین

**کتبہ**

**محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین**

**تمت بالخیر**

## حصہ چہارم

از فتاویٰ:

# مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ☆ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ☆

**اما بعد:** خاکسار فقیر حقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آج کل میں اس ملک ہند میں بعض نام کے اہل اسلام جو اسلامی جامہ پہن کر اپنے آپ کو ناجی اور " ما انا علیہ و اصحابی " کے مصداق بتا رہے ہیں۔ خاص کر فرقہ اہل حدیث غیر مقلدین، میرزائی و چکڑالوی صاحبان اور اسی طرح اہل شیعہ صاحبان بھی اپنی نسبت کہہ رہے ہیں۔ غرض ہر ایک طرف سے یہی صدائیں سنی جارہی ہیں۔ طرفہ یہ کہ ہر ایک فرقہ اپنے دعاوی کے متعلق دلائل بھی دیتا ہے جو کہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے نرے بودے اور غیر مدلل ثابت ہو رہے ہیں بعض تو اس میں ہمارے امام ہمام جناب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حد درجہ کے لغو اعتراضات سے کام لے رہے ہیں کہ الامان، بعض رسولوں اور ملائکہ اور نبوت محمدیہ پر بعض علم حدیث و علم فقہ پر بعض اصحاب ثلاثہ پر جن سے کئی ہزار اوراق سیاہ کر دیئے گئے ہیں، ہم نے خدا کے فضل و کرم سے حسب ایمائے استاذ صاحب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی جان محمد صاحب ساکنان علاقہ ملتان رسالہ ہذا تالیف کیا ہے جس میں تمام مسائل مختلف فیہ کا بدلائل قاطعہ جواب دیا ہے اور معترضین کے دلائل کا نہایت ہی جانفشانی و عرق ریزی سے قلع قمع کر دیا ہے جو ناظرین کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ ناظرین اس کتاب کو منگا کر مؤلف کی داد دیں، اور اگر کوئی سہو و خطا پائیں تو معاف فرما دیں۔

**مسئلہ:** توحید و موحّد

**سوال:** مؤحد (۱) کس کو بولتے ہیں اور اس کے معنی کیا ہیں؟

**جواب:** مؤحد وہ انسان ہے جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو وحدہ لاشریک اور قدیم دل سے یقین کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے اور اس کے احکام ادا کرنے میں رائی بھر آنکھ اور دل ادھر اُدھر نہ ہو، اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے، اور پاک وصاف ہو یہ کمال توحید کا درجہ ہے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۶۴۴ میں مذکور ہے:

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

"وليس المراد بالموحد من يقول بلسانه لا اله الا الله فقط و كمال التوحيد الاستقامة على فعل المامورات وترك المنهيات الخ ۔ ويترك الذنوب والسيئات ويجتنب صغيرها وكبيرها وقليلها و كثيرها وهذا هو الايمان الحقيقي"

یعنی موحد اس کو نہیں کہتے جو صرف زبان سے " لا اله الا الله " کہہ دے بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے، اسی کا نام توحید حقیقی اور ایمان حقیقی ہے۔

**سوال:** لفظ "حنفی "(۱) اصل میں کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں اور حنیفہ وخلیفہ میں تائے تانیث ہے یا مبالغہ؟

**جواب:** لفظ حنفی اصل میں "حنیفی" ہے اور حنفی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ قانون عرب میں ثقالت کلمہ نامنظور ہے اور خفت کلمہ میں منظور۔ اس لئے باسقاط یاء اول حنفی پڑھنا بہتر وانسب ہے اور ہر دو کلمہ حنفی یا حنیفی کہہ لیا جائے تو کوئی عیب نہیں، چنانچہ شرح شافیہ صفحہ ۵۳ ورسالہ حافظ عبد المجید صفحہ ۳۶ اور حنفی کے معنی استقامت و دین سچا اور صحیح تر معنی حنیف کے

---

۱- مسمی جان محمد بن غلام محمد نمبر دار چک نمبر ۳۵ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک بڑ کا جواب: ناظرین یاد رکھیں کہ بناوٹی فاضل دیوبندی گلابی وہابی اپنی پوتھی احکام الشھد میں لکھتا ہے کہ ملتانی کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ سوائے جماعت انبیا علیہم السلام کے کوئی موحد نہیں، نہ غوث نہ قطب نہ صحابی اور پھر لکھتا ہے کہ ملتانی میرے ساتھ مناظرہ کرے۔ میں اعلان دیتا ہوں کہ ناظرین او اقعی انبیا علیہم السلام اور ملائکہ گناہ صغیرہ وکبیرہ سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور حقیقت توحید یقینی کے مصداق ہو کر پکے سچے موحد ہوتے ہیں اور باقی غوث قطب جب انوار تجلیات الٰہیہ حاصل کرتے ہیں۔ اور مقام بیت الارواح میں پہنچتے ہیں تو وہ بھی توحید یقینی کے مصداق بن جاتے ہیں اور یہ ایک خاص حال اور مقام ہے اور باقی تمام مسلمان اصطلاحاً وشرعاً موحد ہیں اور کافر ومنافق ویہودی و عیسائی وآریہ وغیرہ مذاہب باطلہ موحد ذاتی ہیں نہ شرعی اور فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ وغیرہ سب کے سب ضل اور مضل گمراہ ہیں توحید ذاتی کے تحت میں ہیں، نہ شرعی کے فقط اور خادم شریعت مناظرہ کے لئے تیار ہے لیکن تم جان محمد بن غلام محمد نمبر دار میدان مناظرہ میں ہمارے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے ،اس لئے کہ قبل ازیں بمقام لسوڑی تم ہمارے مقابلہ میں ذلیل وخوار اور شکست فاش اٹھا چکے ہو اور اس پر تمام موضع لسوڑی کے مسلمان شاہد ہیں فقط خادم شریعت۔

---

۱- حنیف اور حنفی کہلانا جائز ہے۔ لقولہ تعالیٰ " اتبع ملة ابراهيم حنيفا " اور تمام کائنات کی آفرینش بھی طریق حنیف پر ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ " انى خلقت عبادى حنفاء كلهم " ( مشکوٰۃ باب تغیر الناس ) احناف جمع حنفی کی اور حنفاء جمع حنیف کی لہذا حنیف کو حنیفی اور حنفی پڑھ لینا جائز ہے جیسا کہ مدینی کو مدنی کہا جاتا ہے۔ خادم شریعت ۱۴

پاک وصاف از کفر وشرک وکذب وعقائد باطلہ۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء دین حنیف پر تھے۔ اور دین بمعنی ملت اور ملت بمعنی مذہب دینیہ ہے حنیف دین بمعنی پاک دین وصاف دین اور حنیفہ وخلیفہ میں تاء مبالغہ ہے، نہ تا۔ تانیث۔ چنانچہ شرح رضی جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ میں مذکور ہے:

"اقول تاء حنيفة و خليفة للمبالغة و ليس للتانيث الخ"

اور لفظ خلیفہ قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہے چنانچہ:

﴿انى جاعلٌ فى الارض خليفة﴾ و ﴿انّا جعلنٰك خليفة فى الارض﴾ على هذ القياس

والله اعلم بالصواب

**سوال:** امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت تھا، ابوحنیفہ کس لئے کہا جاتا ہے؟

**جواب:** بے شک امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت ہے لیکن آپ کی کنیت ابوحنیفہ تھی، اور کنیت دو قسم پر ہوتی ہے۔ ابن یا اب سے، چنانچہ ابن عباس یا ابو یوسف اور دوسری وصف کے سبب سے ہوتی ہے جیسا کہ ابوالحسنات وابوتراب و ابوحنیفہ، چونکہ امام صاحب نے ملت حنیف پر پورا پورا قبضہ کیا اس لئے صفت کے ساتھ موصوف ہوئے۔ کنیت ان کی خود بخود ابوحنیفہ ہوگئی اور اصل مذہب وہ ہے کہ جو ابرہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے

﴿قل بل ملّة ابراهيم حنيفا﴾

پس یہ مذہب حنیف قیامت تک قائم رہے گا، اس لئے ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ اس مذہب کی تقلید کرے۔ فقط۔

# تعریف واقسام بدعت

**مسئلہ:**

**سوال:** بدعت کس کو کہتے ہیں اور کتنی قسم پر ہے؟

**جواب:** بدعت وہ چیز ہے جس کی اصل شرع شریف میں نہ لفظاً معلوم ہو نہ اس کے ظاہر وباطن میں پائی جائے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۱۲۴ میں بایں لفظ مذکور ہے۔

" البدعة السيئة التى ليس لها من الكتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفى ملفوظا او مستنبط لا البدعة الغير السيئة التى تكون على اصل وسند ظاهر و خفى فانها لا تكون ضلالة بل هى قد تكون مباحة"

یعنی بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل وسند کتاب وحدیث سے نہ لفظوں میں، نہ خفی مضمون میں ملتی ہو، اور بدعت حسنہ وہ ہے جس کی اصل وسند ظاہر ہو یا خفی ملتی ہو۔ اور ایسی بدعت گمراہی نہیں بلکہ یہ کبھی مباح ومستحب ہوتی ہے اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ، بدعت سیئہ، بدعت حسنہ مستحب کا حکم رکھتی ہے اور بدعت سیئہ حکم ضلالت کا رکھتی ہے اور بدعت حسنہ کی پانچ قسمیں ہیں، واجب ومندوب ومباح وحرام ومکروہ، اور واجب مثل

گمراہ فرقوں کا دلائل عقلیہ سے رد کرنا، اور مندوب مثل بنانا مسافر خانوں اور مدرسوں کا اور مثل گوناں گوں کھانا پکا کر کھانا، اور حرام مثل مذہب جدید باطلہ ایجاد کرنا اور مکروہ مثل مسجد میں نقش و نگار نکالنا، اور کتاب نہایہ شرح ہدایہ و فتح القدیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید و مساجد کو زینت دار کرنا مکروہ نہیں وھو ہذا:

" مباحة كالمصافحة و زينة المساجد والمصاحف "

اور روایت ابی سلمہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کتاب اللہ و سنت سے کوئی امر نہ ملے تو پھر کیا کیا جاوے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عابدین مومنین کی طرف دیکھیں جو وہ کریں اس کو قائم کریں کیونکہ ان کے افعال خلاف شرع نہ ہوں گے۔

" عن ابی سلمة ان النبی ﷺ مسئل عن امرٍ تحدث ليس فی كتاب و سنة فقال ينظر فيه العابدون "

اور علامہ عابدین یعنی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں لکھتے ہیں:

" المراد به ما حدث وليس له' اصل يدل عليه الشرع و ما كان له اصل فليس ببدعةٍ "

اور علامہ جذری نے نہایہ میں یوں لکھا ہے:

" البدعة بدعتان بدعة هدى و بدعة ضلالة "

اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ تم نے بدعت کی اقسام کی تعریف کس حدیث سے نکالی ہے تو اس کا جواب چند حدیثوں سے دیں گے، وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں کی جماعت پسند کرے اس کام کو اللہ بھی پسند کرتا ہے اور جس کام کو برا سمجھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔

" وهو هذا ما راٰه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ماراٰه المؤمنون قبيحا فهو عند الله قبيح "

نقل از موطاامام محمد بروایت ابن مسعود و مشارق الانوار صفحہ"

اور جو شخص دین میں اچھا کام آغاز کرے اور اس پر لوگ بڑی محبت سے عمل کرنا شروع کریں، تو اس شخص کو اجر اس سے پورا ملتا رہے گا، اور اگر کسی نے برے کام کی بنیاد ڈالی، اور اس پر لوگ قائم ہو گئے تو ان کا بوجھ اس کے ذمہ ہوگا، کہ جس نے بنیاد بری باندھی تھی۔

" وهو هذا ومن سن فی الاسلام سنة حسنة له اجرا واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئ ومن سن فی الاسلام سنة سيئة كان عليها وزرها ووزر من عمل بها من بعده الخ "

اور مشکوۃ و ترمذی میں بروایت بلال بن حارث مزنی سے یوں مذکور ہے:

" من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله تعالیٰ و رسوله ...... الخ "

اور کتاب بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ بایں الفاظ مذکور ہے:

" من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد "

اور اگر بدعت کے معنی نئی بات کے لئے جاویں اور یہ کہا جائے کہ جو حکم آپ کی زبان درفشاں اور قرآن مجید سے ظاہر نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے تو یہ کہنے سے معاذ اللہ تمام سلف و خلف و اولیاء اللہ بدعتی ٹھہریں گے کیونکہ اس بلا میں مبتلا رہے اور نہ کوئی اس بلا سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کے زمانہ میں اول و آخر تک اس طرح قرآن مجید کے اوراق نہ تھے، اور نہ قرآن مجید پر زیر و زبر و شد و مد و جزم ایجاد ہوئی تھیں، اور نہ کوئی کتاب علم حدیث و اصول و فقہ و تفسیر وغیرہ تصنیف ہوئی تھی اور نہ اشغال صحابہ رضی اللہ عنہم کا بایں طور تھا جیسا کہ آج کل صوفیاء کرام سے معمول ہے فقط۔

## معنی شرک

**مسئلہ :**

**سوال :** شرک کے کیا معنی ہیں، اور مشرک کے لئے نجات ہے یا نہیں؟

**جواب :** شرک بمعنی ساجھا اور خدا کے سوا دوسرے کو بھی اس کا ہمسر سمجھ کر پوجنا، یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اس کے ساتھ شریک کرنا، جیسا کہ بت پرست لوگ بتوں کو قرار دیتے ہیں، یا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اس کی عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں، چنانچہ شرح عقائد نسفی صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے:

"الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوهیة بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام "

اور مشرک جنت میں نہیں جائے گا سورہ نساء میں مذکور ہے:

" ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک بالله فقد ضل ضلالاً بعیداً "

**مسئلہ :** اہل قبلہ کس کو کہتے ہیں؟ اور انسان کون سے الفاظ کہنے سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

**سوال:** اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے اور مبتدع کس کو کہتے ہیں اور مبتدع کتنی قسم پر ہے اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** اہل قبلہ وہ گروہ ہے جس میں ایمان ہو اور ایمان کی تعریف فقہائے کرام نے یہ فرمائی ہے:

" الایمان تصدیق بالقلب و اقرار باللسان "

اور ایمان کی حقیقت کا دار و مدار ان چھ اصولوں پر ہے، چنانچہ ایمان مفصل میں ہے:

" امنت باللہ وملئکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ "

یعنی صمدیت عز شانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کے اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت اور انبیاء کرام اور رسل عظام کی معرفت، حشر ونشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہو رہا ہے سب اس کی تقدیر میں ہے اور فتاویٰ معیار الحق ص ۳ میں لکھا ہے کہ:

" التصدیق بما جاء بہ النبی من عند اللہ "

اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے لقولہ تعالیٰ:

" اذا جاء ک المنفقون قالوا( بالسنتھم علیٰ خلاف ما فی قلوبھم) نشھد انک لرسول اللہ "

وبقولہ تعالیٰ:

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾

اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے، تو ان کے وہم وخیال باطلہ کو خداوند کریم نے بایں طور رد فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ "

یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اور تمام کتب سماویہ حشر ونشر وفرشتوں ونبیوں پر یقین رکھو، اور ان کے ضمن میں بہت چیزیں ہیں جن کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیہ کریمہ اہل قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں:

" ان استقبال القبلۃ لا یکون برا اذا لم یکن عارفۃ معرفۃ اللہ وانما یکون برا اذا اتیٰ بہ مع الایمان وسائر الشرائط "

یعنی صرف استقبال قبلہ ساتھ ایمان اور اس کی تمام شرائط کے نہ ہو کیونکہ دار و مدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے اور اہل قبلہ کی تعریف کیا ہے حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں:

" ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا الخ "

تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں جیسے حادث ہونا عالم کا اور حشر اجساد اور علم الٰہی کا محیط ہونا جزئیات وکلیات کو اور جو مثل اس کے ہے اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے، اور ضروریات دین سے انکار کرے تو وہ شخص اہل قبلہ نہیں ہوگا اور کتاب رد المختار صفحہ ۵۸۹ پر ذیل میں اس عبارت کے لکھا ہے:

" كل من كان من اهل قبلتنا لا يكفر بها اى بالبدعة المذكورة المبنية على شبهة اذ لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الاسلام "

یعنی جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں، اگر چہ وہ تمام عمر بندگی میں مصروف رہے۔

هکذا فی معیار الحق اور فتاوی معیار صفحہ ۶ میں لکھا ہے کہ درمختار میں ہے:

" مبتدع اى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة "

یہ تعریف اہل بدعت کی ہے یعنی بدعت یہ ہے کہ معتقد ہو خلاف اس کے جو معروف رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، قال الشامی جیسے پیروں پر مسح کرنا اور اور مسح خفین سے شیعوں کا انکار کرنا (ردالمحتار) مگر یہ خلاف بسبب عناد کے نہ ہو بلکہ بسبب شبہ کے ہو۔ قول:

" لا بمعاندة اما لو كان معانداً للادلة القطعية التى لا شبهة له فيها اصلا كانكار الحشر او حدوث العالم و نحو ذلك فهو كافر قطعاً "

(ردالمحتار)

الغرض انکار حشر اور قدم عالم کا قائل کافر ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کا انکار ہے۔ اس میں تاویل اور شبہ کی گنجائش نہیں اور درمختار میں ہے:

" وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها كقوله ان الله تعالى جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق "

اور صاحب شامی وخلاصہ نے یوں لکھا ہے:

"وان انكر خلافة الصديق او عمر فهو كافر"

یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے تو بے شک کافر ہے، اور صاحب قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور علم وذات واحکام میں نکتہ چینی کرے یا عیب لگائے یا حقیر جانے یا کسی کو مانے اور کسی سے انکار کرے یا آپ کے لباس مبارک کو برا جانے یا آپ کے رتبہ کو گھٹائے تو بے شک ان صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے اور کتب عقائد وکتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا ہلکا جانے یا کسی حکم شریعت پر استہزاء اور تمسخر کرے یا جو حکم ثابت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا اس سے انکار کرے یا کسی نبی کی شان کو اپنے سے نیچی جانے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء عظام کی اہانت کرے یا کسی کافر ومبتدع کے افعال واقوال بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے یا ان پر طعن و تبرے بکے یا حضرت عثمان ذوالنورین پر طعن کرے اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند سورتیں نکال دی ہیں اور قرآن مجید کو موجودہ صورت میں ناقص تصور کرے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو خاتم النبیین تصور نہ کرے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام و انکار معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کرامات اولیاء کرام کرے یا خداوند کریم کی ذات کے لئے کوئی جہت مقرر کرے، یا اس کی ذات کے اوصاف حادث جانے یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے، تو ان تمام صورتوں میں بھی انسان بے دین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت احمد رضا خان صاحب مجدد مائہ حاضرہ و فتاویٰ عالمگیری و جوہر نیرہ شرح قدوری اشباہ والنظائر و بحر الرائق و تبیین الحقائق و خزانۃ المفتیین و عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۲، ۹۳ حکم المرتدین میں ملاحظہ فرمائیں:

" الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم ینکرون الشیخین و منھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر الخ ملتقطا "

اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا، چنانچہ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں مذکور ہے:

" موانعۃ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما و کفرا "

اور فتاویٰ عالمگیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ میں اس طرح پر ہے:

" المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط "

اور برجندی شرح وقایہ و ظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقائد کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں:

"وھولاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کما فی الظھیریۃ "

اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸:

" من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر "

یعنی جس میں کفر ہے، اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے، اور اسی طرح شفا شریف میں ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی منھم شمار کیا جائے گا:

" من احسن کلام اھل الھوآء وقال معنوی او کلام بہ معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن "

اور بعض لوگ جو بے ساختہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ:

" من صل صلوتنا او استقبل قبلتنا او اکل ذبیحتنا فذلک المسلم "

جو ہماری سی نماز پڑھے اور قبلے کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلمان ہے تو یہ کہنا ان کا کہاں تک صحیح مانا جائے گا جب کہ کتب عقائد اسلامیہ و کتاب و سنت سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ نہ مجرد استقبال قبلہ کے مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ باوجود ان کا ضروریات دین کے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کو کفایت کر سکتا ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو منافق خارج اسلام سے کیوں کیے جاتے باوجود یکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے تھے الغرضیکہ عدم تکفیر سے کفر ہی لازم آتا ہے۔

نقل از معیار

**سوال:** "ما انا علیه و اصحابی" سے کون فرقہ اسلامیہ مراد ہے۔ وہابی ہیں یا نیچری یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہل سنت والجماعت؟

**جواب:** "ما انا علیه و اصحابی" سے مراد فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے اور ناجی فرقہ ہونے کے لئے مختصر طور پر دلائل اور ہر ایک مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں تا کہ ناظرین خود انصاف کر لیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کونسا راستہ ہے اور کون ناجی ہے:

قال اللہ تعالیٰ ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ فرمانبردار مسلمان ہو۔ یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو۔ تو باایمان ہو کر مرو یہ تب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداوند کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل و جان سے مان کر ان پر عمل بھی ہو لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾

اور یقین ہے کہ جو شخص اس رسی کو مضبوط پکڑے گا وہ ضرور ایمان سے مرے گا اور حبل سے مراد باختلاف دین اللہ و قرآن مجید و اتباع اہل سنت ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مراد ہیں "نحن حبل اللہ الذی، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ واعتصموا بحبل ... الخ ﴾

(صواعق محرقہ) اور ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ نے بروز حجۃ الوداع ناقہ پر بایں طور خطبہ فرمایا:

"یا ایها الناس"

یعنی اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں اگر تم اس کو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے:

"کتاب اللہ و عترتی اهل بیتی"

یعنی کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت اور مسلم ومشکوٰۃ میں بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہے اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اتفاق جماعت میں قائم رہو، اور غیر راہوں کی طرف مت جاؤ:

" ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله "

اس سے معلوم ہوا کہ اجماعی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مرے گا، کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے۔ چنانچہ اور حدیث میں ہے:

" اتبعوا سواد الاعظم "

یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ " لا يجمع امتى على الضلالة " اسی کی تائید پر ہے اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے ناجی فرقہ وہ ہے جو ﴿اهدنا الصراط المستقيم انعمت عليهم﴾ کے لوگوں کی اتباع کا خواہشمند ہے وہ لوگ مقدس وبرگزیدہ ہیں اور ان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے اور وہ لوگ یہ ہیں:

﴿من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين﴾

اور انہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام " ما انا عليه واصحابى " ہوا اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقیناً ناری ہوا کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا﴾

اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ بہتر فرقے کس لئے ناری ہیں کیا وہ خدا کو نہیں مانتے اور رسول وخدا کو پیشوا نہیں جانتے، اور قبلہ وکعبہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف " ما انا عليه واصحابى " کے ہو کر طرح طرح کے راستے مطابق نفس وہوا کے نکالتے ہیں۔ اور تقلید شخصی کو حرام وشرک وبدعت قرار دے رکھا ہے حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عثمان ذی النورین کو کہا کہ قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے

" فان كان له اخوة فلامه السدس "

یعنی میت کے کم از کم تین بھائی بہنیں ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہئے، چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں بولا جا سکتا اور آپ دو بہن بھائی پر بھی بطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے میں ان کی پیروی نہ چھوڑوں گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اس طرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں (اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اس طرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں) اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے خزانے کو بیت المال کی طرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا اور

ایک صحابی نے کہا کہ آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے تو فرمایا کہ میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑوں گا۔ پس ان دلائل مختصرہ سے یہ معلوم ہوا کہ بدون تقلید شخصی ائمہ مجتہدین کے کسی فرد کا چارہ نہیں اور اس لئے ہمارے بزرگان دین نے لکھ دیا ہے کہ جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پیرو ہو کر نہ چلے وہ ناری اور اہل بدعت ہے۔ چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے:

"من کان خارجاً من هذا المذهب الاربعة فی ذلک الزمان فهو من اهل البدعة و النار"

اور صاحب مجالس الابرار نے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ اہل بدعت گناہگار سے بدتر ہے کیونکہ گناہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور مبتدع اپنی بدعت سے توبہ واستغفار نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کام کو طاعت سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

"لان المعاصی یتاب عنها والبدعة لا یتاب عنها و صاحب المعاصی یعلم یکون مرتکب المعاصی فیوجی له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة یعتقد انه فی طاعة و عبادة ولا یتوب ولا یستغفر"

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ مبتدع کے ساتھ موانست ومجالست نہ کی جائے اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے اور گنہگار کے ساتھ نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں لکھا ہے:

"اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیم وقد وجب علیهم اهانة شرعاً و مفاد هذا کراهة التحریمة"

اور برادران اسلام کو واضح ہو کہ ذرا انصاف سے عقائد فرقہ غیر مقلدین مسمی باہلحدیث ونیچری ومرزائی وغیرہ کے ملاحظہ فرما کر خود انصاف اور وزن کرلیں وھو هذا۔

## عقائد غیر مقلدین:

خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اور اس کا عرش پر مکان کرنا کرسی پر پاؤں رکھنا اور یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنا اور ذکر میلاد مبارک کو جنم کنھیا سے مشابہت دینا اور گیارہویں وعرس بزرگان دین کو بدعت کہنا اور آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم سمجھنا اور علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلقاً انکار کرنا اور آپ کے علم غیب کو تشبیہ مجنون وبہائم وجمیع حیوانات سے دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم چھوٹے بڑے بھائی جیسی سمجھنی اور تمام انبیاء واولیاء کرام کو خدا کے سامنے چمار سے ذلیل بیان کرنا اور آپ کے تصور کو نماز میں گاؤ خر سے بدتر سمجھنا اور ائمہ اربعہ اور خاص کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مسئلہ میں مخالف احادیث سمجھ کر مرجیہ اور رائی اور اپنے سے کم فہم اور لاعلم تصور کرنا اور تمام کتب حنفیہ کو بری نظر سے دیکھنا اور حقارت سے کہہ دینا کہ ان تمام کتب متداولہ حنفیہ کو جلا دینا چاہئے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور

تمام مقلدین احناف بزرگان خدا کو رافضی پلید اور گدھے اور نالائق اور مشرک و بدعتی و منکر احادیث و مثل منافق و قبر پرست بیمی کہنا اور سلسلہ نبوت کا حضور کے بعد جاری سمجھنا اور تقلید شخصی کو شرک و بدعت کہنا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ وقوع طلاق ثلاثہ سے صاف انکار کرنا (از رسالہ اہل حدیث ثناء اللہ) اور استمداد اولیائے کرام سے صاف انکار بعض معجزات سے انکار اور بعض کا قائل ہونا وغیرہ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو رسالہ اہل حدیث ثناء اللہ و معیار تقلید و تقویۃ الایمان و بوئے غسلین و شعار الحق و براہین قاطع و تحذیر الناس و حفظ الایمان و اشتہار تفسیر اللہ در حق ثناء اللہ و تفسیر ثنائی و صراط زندگی و فتاویٰ رشیدیہ و ظفر المبین وغیرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

## عقائد مذہب شیعہ:

خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ سے صاف انکار اور ان پر لعن طعن کرنا اور گالیوں سے ان کو یاد کرنا اور قرآن مجید کو غیر سمجھنا:

"لیس من کلام اللہ بل ہو محرف عن موضعہ"

اور آدم علیہ السلام پر اصول کفریہ ثابت کرنا (تفسیر صافی و کلینی) اور حضور علیہ السلام و انبیاء کو تبلیغ احکام میں تقیہ گیر (روضہ) اور صحابہ پر لعن طعن کرنے کو ثواب سمجھنا (مصائب النواصب) اور خلیفہ اول کو غاصب و خائن اور تمام صحابہ کو بغیر چار پانچ کے مرتد سمجھنا اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت سے انکار کرنا (حق الیقین) اور بعض حضرت علی کو خدا بھی کہتے ہیں، انبیاء تقیہ ساز اور خداوند کریم کے لئے جسم بھی مقرر کر لیتے ہیں، باقی عقائد اور مسائل ان کے حقیقت (۱) مذہب شیعہ میں مطالعہ کریں۔

**عقائد نیچری:** اور نیچری صاحب تو ضروریات دین کے صاف صاف منکر ہیں، دوزخ، جنت، بعث و حشر، عذاب قبر، خیر و شر من اللہ و معجزات کے منکر اور قرآن مجید ان کے ہاں قابل ترمیم ہے۔ وحی، معجزہ، انہ کلام، تاثیر اسماء اور دعا آسمان کوئی چیز نہیں (کمافی تفسیر سید احمد) اور ندوہ تمام کا مجموعہ ہے۔

(نقل از معیار نقد)

---

۱ حقیقت مذہب شیعہ ۲ جلدوں میں ہے

# عقائد قادیانی:

"انا انزلناہ قریبا من القادیان"

قرآن میں ہونا اور مرزا صاحب کا زمین و آسمان نئے سرے بنانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج جسمی سے انکار کرنا اور قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنا (اشتہار لیکھرام مارچ ۱۸۹۷ء) اور فرشتے کو اپ کا نام تصور کرنا فرشتوں کا اپنے پر نازل ہونا اور انبیاء کو کاذب سمجھنا۔

(ازالہ صفحہ ۹۲)

اور آپ کی وحی کو غلط کہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا فرزند سمجھنا اور اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد حرام سمجھنا اور معجزات کو مسمریزم کہنا اور اپنی کتاب براہین کو خدا کا کلام تصور کرنا، (ازالہ صفحہ ۳۳۳) اور اپنے آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھنا۔

(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

اور خداوند کریم کے لئے اولاد کا ثبوت کرنا "انت منی بمنزلۃ ولدی وانت منی وانا منک اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سے حقیر سمجھنا وہ یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

علی ہذا القیاس مشتے نمونہ از خروارے چند عقائد (۱) لکھ دیئے گئے۔

# مسئلہ اسقاط:

**سوال:** اسقاط کے کیا معنی اور کیوں کی جاتی ہے اور میت کو اس سے کیا فائدہ؟ اور اس کا ثبوت کیا ہے؟

**جواب:** اسقاط بمعنی گردانیدن چنانچہ کتب لغات کتاب وجیز الصراط میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے کہ

"اسقاط آں چیز است کہ رد کردہ شود از ذمہ میت بایں قدر کہ میسر شود"

اور اسقاط اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان سے اکثر بوجہ نسیان احکام شرعیہ عمداً یا سہواً رہ جاتے ہیں۔ مثل نماز و روزہ و کفارہ یمین وظہار و حج وقتال وغیرہ پس وہ امور اس کے ولی کے ادا کرنے پر میت سے گر جاتے ہیں اس لئے ولی کو لازم ہے کہ جس طرح ہو سکے ان کو ادا کرے، جیسا کہ کتاب نسائی فی سنہ الکبریٰ اور عبد الرزاق فی کتاب الوصایا ونصرۃ الحق وشرح برزخ میں مذکور ہے:

(۱) باقی عقائد وجوابات مرزا کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی میں ملاحظہ کریں قیمت صرف ۸/-

"عن ابن عباسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یصلی احد عن احدٍ ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یومٍ مدین من حنطةٍ"

(رواہ النسائی فی السنة الکبریٰ وعصرۃ النجی)

یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھے اور نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے مگر یہ کہ طعام دیوے اس کے ہر دن کے عوض دو مدّ گندم اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷ اباب القضاء میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

"عن نافعٍ عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ومن مات وعلیہ صیام شھر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یومٍ مسکیناً رواہ الترمذی وقال الصحیح انہ موقوف علی ابن عمر"

یعنی جس کے ذمہ نماز و روزہ اگر رہ جائے تو اس کا ولی ان کے بدلے کسی مسکین کو کھانا کھلاوے اور سر خود ان کو ادا نہ کرے اور اس کی تائید پر یہ حدیث بھی مشکوٰۃ و موطا باب مذکور میں بایں الفاظ موجود ہے:

"ان بن عمر کان یسئل ھل یصوم احد عن احدٍ او یصلی احد عن احدٍ فیقول لا یصوم احد ولا یصلی احد عن احد"

(رواہ فی الموطا)

اور کتاب شرح برزخ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے:

"عن ابن عباسٍ قال لا یصلی احد عن احدٍ ولا یصوم احد عن احدٍ ولکن یطعم عنہ"

اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ"

یعنی جس کے ذمہ روزہ رہ جائے تو اس کے عوض میں ولی روزہ رکھے پس ہم اس کا جواب چند وجہ پر دیں گے اور تو یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ کتاب وجیز الصراط میں لکھا ہے:

"وما ورد من قولہ ﷺ فصومی عن امک وقولہ ﷺ من مات ولیہ صوم صام عنہ ولیہ فمنسوخ کذا فی البرھان وغیرہ ھکذا قال الطحطاوی وغیرہ"

اور دوسرا یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے صرف روزہ کا ذکر ہے جو کہ دوسرا بھی رکھ سکتا ہے، علاوہ اس کے غیر مقلد غزنوی امرتسری صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے کہ ہر دو صورت جائز ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہے کہ نزدیک مذہب حنفیہ و جمہور علما و بقول شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین بعوض ان کے

طعام مسکینوں کو دیا جائے وہو ہذا:

" وذهب الجمهور الى انه لا يصوم عنه وبه قال ابوحنيفة و مالك و شافعى فى اصح قوليه عند اصحابه وقول الحديث بان المراد اطعام الولى عنه وتكفيره عنه فعندنا ان اوصى فيؤخذ من ثلث وعندنا الشافعى اوصىٰ اولم يوص فيؤخذ من كل ماله "

(نقل از حاشیہ مشکوٰۃ)

اور قرآن مجید میں مطلقاً فدیہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾

یعنی اوپر ان لوگوں کے جو طاقت رکھتے ہیں کھانا ہے ایک مسکین کا اور شرح وقایہ میں ہے کہ جو شخص رمضان مبارک میں بیمار ہو جائے اور پھر چند روز صحت پا کر مر جائے تو اس کا والی اس کی طرف سے روزوں کے قضاء کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اسی طرح مسافر کی طرف سے۔

" وان مات فى سفرٍ من مرض فان صح او قام ثم مات فدى عنه وليه بقدر ما فات عنه "

اور یہ بھی لکھا ہے کہ ثلث مال سے نماز و روزہ کا فدیہ ادا کریں اور فدیہ نماز کا مثل روزوں کا ہے۔

" وتصح من ثلث و فدية كل صلوة كصوم يوم وهو الصحيح "

اور شرح الیاس میں یوں لکھا ہے:

" ويعتبر فدية كل صلوةٍ فائت كصوم يوم اى كفدية صومٍ "

اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تو ولی کو لازم ہے کہ نصف ٹوپہ گندم سے اور دو ٹوپہ جو اور کھجوروں کے بدلے ہر نماز روزہ کے ادا کرے، وہ عبارت یہ ہے:

" من مات وعليه قضاء رمضان فاوصىٰ به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من برٍ او صاع من تمر او شعيرٍ لانه عجز من الاداء وكذلك اذا اوصىٰ بالاطعام عن الصلوة "

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے بھائی غریب مسلمان پر رحم کریں اور خاص کر اس وقت تو نہایت درجہ پر میت عاجز ہوا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے میت کے ولی پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ بعوض نماز و روزہ کے کھانا مسکینوں کو کھلائے تا کہ اس سے عذاب کی تخفیف ہو جائے چنانچہ اس حدیث میں ہے:

" عن ابن عمر قال لا يصلى احد عن احد ولا يصوم احد عن احدٍ ولكن ان كنت فاعلاً تصدقت عنه او اهديت "

(رواہ عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق)

اور صاحب درمختار جلد اول باب القضاء الفوائیت وغایۃ الاوطار نے لکھا ہے:

" ولو مات وعلیہ صلوات فائتۃ و اوصی بالکفارۃ یعطیٰ لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا یدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم فقط "

یعنی اگر شخص مرا اور اس کے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی تو دیا جائے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا چاہئے اور یہ کفارہ میت کے تہائی مال سے دیا جائے اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع یا قرض لے اور اس کو فقیر کے حوالے کرے پھر وہ فقیر ہبہ کرے اور وارث پھر فقیر کو دے اسی طرح بار بار کرے یہاں تک کہ پورا ہو جائے۔

(درمختار)

اور اگر کوئی غیر مقلد اس مقام میں اعتراض کرے کہ نماز قضا کے عوض صدقہ دینا کس حدیث میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بروایت سمرہ بن جندب بایں طور مذکور ہے کہ کہا جندب نے فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جس نے جمعہ کو بے عذر چھوڑا وہ صدقہ دے ایک دینار اور جس کو جمعہ نہ ملا وہ نصف دینار صدقہ دے اور ایک روایت میں ہے آدھا درہم اور دو درہم اور ایک مد اور نصف مد بھی آیا ہے اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک درہم یا ایک صاع یا ایک مد گندم سے دیا جائے اور مد سیر کا ہوتا ہے اور صاع میں چار مد آتے ہیں وہو ہذا:

" عن سمرۃ ابن جندبٍ قال قال رسول اللہ ﷺ من ترک الجمعۃ من غیر عذرٍ فلیتصدق بدینارٍ فان لم یجد فنصف دینار "

(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ مشکوۃ باب الجمعۃ صفحہ ۱۲)

اور علاوہ اس کے دو مد گندم دینے کا ذکر حدیث نمبر اول میں گذر چکا ہے۔ اب غیر مقلد صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ ذرا انصاف اور ایمان سے ایک سال نماز روزوں کا حساب لگا کر بیان کریں کہ کتنا غلہ ونقد فدیہ فی سال کا دینا پڑتا ہے فتدبر۔

**سوال:** مریض کو پہلے مرنے کے یعنی عند الموت کیا کیا وصیت کرنی چاہئے اور اسقاط قبل از دفن کی جائے یا اس کے بعد؟

**جواب:** آدمی کو چاہئے کہ قبل از موت اپنے عزیزوں اور ہمسایوں سے اور جن لوگوں کے حق اس پر حق ہیں ان سے بخشالے اور جن کا ادا ہونا بہت مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز، روزہ، حج اور ان کے مثل

مال سے وصیت کرے، چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۳۳۸ میں مذکور ہے وھو ہذا:

" ویوصی بما لم یتمکن من ادائه فی الحال حتی لو کان علیه حق من حقوق الله تعالیٰ کالصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج وغیرھا یجب علیه ان یوصی لهذا الحقوق بثلث ماله ان یحتج والیه وان لم یکن علیه الیه حق من هذه الحقوق لایجب علیه الوصیة بل ینبغی له ان ینظر الی حال الورثة فانهم ان کانوا صغاراً فالافضل له ترک الوصیة "

یعنی متوفی قبل از انتقال اقرباء وماں باپ وہمسایہ وغیرہ سے معافی طلب کرے اور جن کا ادا کرنا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز وروزہ وزکوۃ وحج وغیرہ تو ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت کرے اور یہ واجب ہے کہ ثلث مال سے وصیت کرے اگر اس کے ذمہ کوئی حق اللہ تعالیٰ کا باقی نہیں رہا تو پھر وصیت کرنا واجب نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر متوفی نے موافق حکم شریعت کے جس کام کی وصیت کی ہے اس کو ضرور ادا کریں۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ان کے لئے صدقہ دے کر ان کے لئے ثواب بخشیں چنانچہ نسائی میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے پوچھا کہ یا حضرت والدہ میری مرگئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی اگر اس کے لئے صدقہ کریں، اس کو پہنچے گا، فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہاں بے شک پہنچے گا اور وہ حدیث یہ ہے:

" عن ابن عباسٍ ان سعداً سال النبی ﷺ ان امی ماتت ولم توص افا تصدق عنها قال نعم ایضا رجلاً قال یا رسول الله ان امنه توفیت انفعها ان تصدقت عنها قال نعم "

اور صدقہ میت کے لئے بخشنا اس صورت میں مستحب ہے اور علامہ کرمانی شارح بخاری اور کتاب شرح برزخ میں یوں لکھتے ہیں:

اگر کوئی تم سے مر جائے تو اس کے لئے ضرور صدقہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس دن میں نہایت درجہ پر عاجز ہوا کرتا ہے وھو ہذا

" قال ما یتصدق به الرجل اخر یوم من الدنیا اول یوم من الاخرة "

اور اس کے آگے یوں لکھا ہے:

" ای احق زمان تصدق فیه الرجال فی احواله اخر عمره "

اور حدیث شریف میں ہے:

" فارحموا موتاکم " یعنی تم اپنے مردوں پر رحم کرو اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہئے، چنانچہ شرح الصدور شرح برزخ صفحہ ۱۲۳ بروایت ابی ابن کعب حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ موت مقام خوف ہے پس صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے وہ حدیث یہ ہے:

"اخرج ابی ابن کعب ان النبی ﷺ قال الموت فزع فتصدقوا له قبل الدفن فاقرؤا ما تیسر من القرآن اجعلوا له"

اور حدیث معلق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے اور صاحب شرح برزخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ پہلے یہ کام کرنا سنت ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے تحت میں لکھا ہے:

"افاد الحدیث ان التصدق لروح المیت قبل الدفن سنۃ لو ختم له القرآن لکان جائزاً یرجیٰ فیه نجاۃ المیت وکان السلف علیٰ ذلک"

یعنی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اغر مزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم صدقہ کا ثواب دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو اور وہ یہ حدیث بایں الفاظ معلق ہے:

"اخرج اغر المزنی ان النبی ﷺ قال تصدقوا موتاکم قبل الدفن لعل اللہ تعالی ینجیه بذلک"

(نقل از شرح برزخ)

اور کتاب طحاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

"قال علیه السلام تصدقوا الموتاکم قبل الدفن لیکون ذلک فدیۃً من ایدی ملئکۃ العذاب"

یعنی فرمایا اپنے مردوں کے لئے صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے پس ہوگا یہ فدیہ سامنے فرشتوں کے عذاب سے اور بخاری کتاب بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث وارد ہے کہ ایک عورت نے قوم جہینہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس نے نذر مانی تھی کہ میں حج کروں گی، کیا میں اب اس کی طرف سے حج کروں، آپ نے فرمایا بے شک تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ رہ جاتا تو تو ادا کرتی یا نہ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ضرور ادا کرتی آپ نے فرمایا یہ تو خداوند کریم کا اس کے ذمہ قرضہ ہے، اس کو ضرور ادا کر، پس اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اگر میت کے ذمہ ہے تو ولی اس کو ضرور ادا کرے تا کہ میت عذاب الٰہی سے نجات پا جائے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کچھ قرضہ رہ جاتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا جنازہ نہ پڑھتے تھے، تاوقتیکہ اس کو ادا نہ کر لیتے اور مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ یا حضرت میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ نذر ہے اب میں کیا کروں، آپ نے فرمایا کہ تو اس کو ادا کر، ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے نذر ادا نہ کی ہو تو کفارہ قسم کا ادا کرے، اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ ہم صدقہ دینے سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسقاط کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ یہ کسی صحابی سے ثابت نہیں ہوئی تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں سستی و غفلت نہیں کی، بلکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کوئی حکم صادر ہوتا تو فی الفور بلا دریغ اسی وقت اس کو مان کر ادا کر لیتے، اگر کسی

صحابی سے کسی عذر کے سبب سے کوئی حکم رہ جاتا تو پھر اس کو ادا کرتے، ورنہ اس کے عوض میں ان کے وارث فدیہ ادا کرتے۔ اگر کوئی حکم فی نفسہ کرنے کے قابل ہوتا تو اس کو سر خود ادا کرتے، اگر میت کے ذمہ کوئی حکم مثل نماز و روزہ و حج و کفارہ یمین و ظہار و نذر کا نہ رہ جاتا، تو پھر بھی میت کے لئے قرآن مجید و صدقہ کا ثواب پڑھ کر بخشتے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قربانی کیا کرتے اور مائی خاتون جنت اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روٹی پکا کر بخشتیں اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے لئے شیر و طعام و کلام کا ثواب پڑھ کر بخشا اور الفاظ اس حدیث شریف کے آگے تحریر کئے جائیں گے اور علاوہ اس کے آثار صحابہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے ذمہ نماز و روزہ حج زکوٰۃ و کفارہ نذر و کفارہ یمین کا رہ جاتا تو آپ ان کے وکیلوں پر ان کے ادا کرنے کا حکم لگا دیتے اور وہ جو حکم قابل سر خود کرنے کا ہوتا تو اس کو خود ادا کرتے ورنہ ان کے عوض میں فدیہ دیتے کیونکہ قبل از دفن ایسا فدیہ ادا کرنے سے میت پر عذاب کی تخفیف ہو جاتی اور اس لئے اس فدیہ کا نام اسقاط رکھا گیا ہے کہ بایں طور ادا کرنے سے وہ امور جو اس کے ذمہ رہ جاتے ہیں وہ گر جاتے ہیں اور زبان عرب میں اس کا نام اسقاط رکھا گیا ہے اور تمام کتب فقہ حنفیہ شافعیہ میں لکھا ہے کہ قبل تقسیم و انصاف ثلث مال سے ادا کریں اور پھر باقی ماندہ ورثہ موافق شریعت کے آپس میں تقسیم کر لیں۔

**مسئلہ:** اسقاط کرنا واجب کس حالت میں ہے

**سوال:** اگر متوفی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ضرور اسقاط کریں اور وہ شخص مر گیا اور اس کا ورثہ کچھ نہ نکلا یا کچھ نکلا تو اسکے مال کے مالک یتیم ہیں تو اس وقت کس طرح کیا جائے۔ اگر کچھ بھی نہیں نکلا تو کس قدر قرضہ لے کر اسقاط کرنا جائز ہے اور اس کا مال بہت نکلا اور اس کا وارث کوئی نہیں تو پھر کس طرح کیا جائے۔

**جواب:** اگر اس صورت میں متوفی کا مال کچھ نکلے یا نہ نکلے تو ہر دو صورت میں ولی پر اسقاط کرنا واجب ہے اگر میت قرضدار ہو تو قریبی رشتہ دار اپنی طرف سے ادا کریں کیونکہ میت کے ذمہ احکام شریعت مثل نماز و روزہ و ظہار کے رہ چکے ہیں اگر ورثہ نکلے تو ثلث مال سے ادا کریں، چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

" قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیة من الثلث بشرط ان لا یکون فی الترکة دین من دیون العباد حتی لو کان ینفذ ذلک من ثلث الباقی الا اذ لم یکن له وارث فحینئذٍ ینفذ من جمیع ما بقی "

اگر کچھ مال کے مالک یتیم ہوں اور اگر اس وقت بدوں تقسیم ترکہ کر کے ان کے حق سے اسقاط نہ کی جائے اور ان کے

1. یہ عبارت قاضیخاں جلد اول فصل فی مسجد اور دوسری عبارت عالمگیری جلد ۵ باب الھدایا والضیافات میں ملاحظہ کریں فقط۔

مال سے ایک درہم نہ پکڑا جائے چنانچہ عالمگیری میں (۱) ہے:

"وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین ان کانت فی الورثة صغیرا لم یتخذوا ذلک من الترکة کذا فی التاتارخانیة وان اتخذوا ولی المیت طعاماً للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثة صغیرا فلا یتخذوا ذلک من الترکة"

اور اگر اس صورت میں ولی قرضہ لے کر اسقاط کرے تو بھی جائز ہے جیسا کہ درمختار میں بھی مذکور ہے۔

**مسئلہ:** علمائے دین کا حق لوگوں پر واجب ہے۔ ثبوت حیلہ وطریقہ اسقاط و مستحقین آں

**سوال:** اسقاط کس طرح کی جائے اور اگر مال اندک ہو تو پھر کیا حیلہ کیا جائے اور حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مال اسقاط کس کا حق ہے؟

**جواب:** اگر متوفی کے ذمہ روزے رمضان شریف وکفارہ یمین وسجدہ سہو وتلاوت وواجبات میں سے کوئی حکم رہ جائے اور متوفی ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت بھی کر جائے تو ثلث مال سے اسقاط کریں۔ اگر متوفی نے وصیت تفسیر امور متروکہ کی نہیں کی اور لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اس کے ذمہ کون کون حکم باقی ہیں پس اگر وہ ان کو ادا کرنا چاہیں تو اس کی عمر شماری کا حساب کریں اگر مرد ہو تو اس کی عمر سے بارہ سال حساب نکال دیں، اگر عورت ہو تو اس کی عمر سے نو سال اور بدلہ فی روزہ نیم سیر گندم اور آدھ سیر نماز پنجوقتی اور دو وتار برائے نماز وتر پس بایں حساب باقی ماندہ سالوں کا اندازہ لگا کر مال اسقاط محتاجان جان وغریبان کو بانٹ دیں اگر علمائے دین غریب ہوں یا ان کے ساتھ بوقت معین کرنے کے وعدہ کیا گیا ہو تو بھی اس صورت میں مال اسقاط انہیں کا حق ہو جاتا ہے چنانچہ فتاوی اصول العماوی ووجیز الصراط میں ہے:

"اذا عینو هم لاما مهم شیئا من الاوقاف والصدقات والهدایا وغیرها ولزمهم اداؤها"

اور فتاوی جواہر صفحہ ۲۳۶ میں لکھا ہے "معلم ومتعلم کی خدمت اہل اسلام پر واجب ہے"

"من اشتغل بتعلم العلم واجب علی المسلمین کفایة واذا کان العالم والمتعلم فی بلد لیس له من بیت المال وظیفة یجب علی الاغنیاء تلک البلدة نفقته وکسوته"

اگر اس قدر ثلث مال نہ ہو اور کوئی چیز قیمتی مثل قرآن مجید یا مروارید لے کر محتاجان وغیرہاں کو برائے متوفی دے دیں، اگر ایسا نہ کریں تو اس طور پر حیلہ کریں کہ اپنی طرف سے اندک قرضہ لے کر مساکین کو دے دیں پھر وہ مسکین اس کو دے دے اور اس طرح حساب پورا کریں، چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے اگر میت کے ترکہ سے کچھ مال نہ نکلے ولی ضرور ان امور کو ادا کرے۔ وہو ہذا:

"ولو لم یترک مالا یستقرض وارث نصف صاع من بر ویدفعه الفقیر الوارث ثم ولم حتی یتم هکذا فی درمختار باب قضاء الفوائت (۱)"

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

"اور قرآن مجید وحدیث صحیحہ سے حیلہ کرنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے حالت بیماری میں غصہ میں آ کر قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑی ماروں گا تو جب ان کو صحت ہوئی اور تندرست ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ بتا دیا کہ تم اپنی عورت کو سو تیلہ جھاڑو کا مارو، تو قسم تیرے ذمہ سے اتر جائے گی اور وہ آیت یہ ہے: قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث ﴾

اور اسی طرح حافظ محمد لکھنوی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۳۴ میں بایں الفاظ ابیات تحریر کرتے ہیں:

## ابیات

وارث اتے فرض جو فدیہ صوم صلوۃ تمامی
تریجا حصہ ترکیاں دیویں مسکیناں انعامی
جے سارا فدیہ طاقت ناہیں حیلہ ایہ کچھ ے
کل نمازاں روزے فدیہ کنک حساب گنیوے
فر کنک ساری دی قیمت موجب کرنے جمع روپے
جے سٹھ روپیہ بنیا مثلاً چیز کوئی پھر لیوے !
قیمت جدی سٹھ روپے ملک فقیر کچھ ے
موڑ فقیر وارث نوں بخشے پھر اسنوں بخشیوے
جد یاراں واری اینویں کرن سٹھ تھیوے
ایہ حیلہ شرعی کچھ ے میت شاید اوہ بخشیوے

---

1 درمختار جلد اول باب قضاء الفوائت میں یوں لکھا ہے:

" ولو مات وعلیہ صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالاً یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم یتم"

اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیقات کرنی ہو تو رسالہ احسان الاموات بالصدقات والاسقاط مولفہ مولوی نبی بخش صاحب حلوائی ملاحظہ کریں۔

اور انواع مولوی عبداللہ مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۹ میں یوں لکھا ہے:

ست دیہاں من انخہ من ست وچوں سیر کھا　　اے ورہے راتیں اسقاط میت شاہ جہانی آ

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۶ میں طریقہ اسقاط یوں تحریر ہے کہ اگر " شخصیے بمیر دبرائے فدیه او هفت چیز جمع کنند قدرے زرده نقره و مس و قران و پارچه و جامه و غله و قند جمع نموده وارث اوبگوید خداوند فلاں ترک فرض وواجب و سنت کرده باشد ، ودریں حالت قضائے آں مسکن نیست و هر چه حرام و مکروه هست بجا آورده باش از توبه آں عاجز است اگر چه عمر اوچهل است و زیاده همیں هفت روز باز گردد ، ایں هفت چیز بمقابله تقصیرات هفت روز میدهم ، وشخص دیگر قبول کند ، خداتعالیٰ آں میت رادر اول شب گوردرباغ بهشت کند "

(و هکذا فی جامع الرموز)

اور قرآن مجید ایک دوسرے کو بار بار دینا اور لینا چنانچہ موجود زمانہ میں اکثر مُلا کیا کرتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں، ہاں اگر صرف قرآن مجید محض للہ بروح میت بایں الفاظ دے دے کہ خداوند اس شخص سے کچھ احکام تیرے ادا ہوئے اور کچھ ادا نہیں ہوئے اب یہ ادا کرنے سے عاجز ہے اور عوض ان کے یہ قرآن مجید اس درویش کو دیتا ہوں اور لینے والا کہے کہ میں نے قبول کیا۔

**سوال:** بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت یا کوئی اور اسم ذاتی یا صفاتی میت کی پیشانی یا کفنی پر لکھنا خاک یا سیاہی سے جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت و اسم ذاتی یا صفاتی خاک سے پیشانی یا کفنی پر لکھنا مستحب ہے جیسا کہ درمختار باب جنازہ جلد اول میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے:

" و کتب علیٰ جبهته او عمامته او کفنه عهدنا معه یرجیٰ ان یغفر المیتُ "

اور صاحب زادیہ نے روایت کی ہے کہ فاروق کے گھوڑوں کی رانوں پر جو کہ طبیلہ میں رہتے تھے اسم الٰہی لکھے جاتے تھے۔

" روی انه کان مکتوبا علی فخاذ افراس فی اصطبل فاروق جلیل فی سبیل الله " اور کثیر ابن عباس نے اپنے کفن کے اطراف پر یہ کلمہ تحریر کیا جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں کثیر ابن عباس کا یہ حال لکھا ہے:

" کتب فی اطراف اکفانه یشهد کثیر ابن عباس ان لا اله الا الله هکذا فی نصب الرایة "

اور علامہ شامی و بزاز اور تاتارخانیہ و فتاویٰ عبدالحئی جلد ۳، وجیز الصراط وغیرہ احباب نے اس امر کو جائز لکھا ہے اور

صاحب فتح القدیر نے سورہ یسین وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے۔ اگر کوئی اسم لکھنا ہو تو خاک سے لکھنا چاہئے اور میت کو قبل از جنازہ قدمی دینا سنت ہے:

"عن ابی ہریرۃ قال من حمل الجنازۃ بجوانب الاربع فقد علی اللہ علیہ ایضا محمد بن حنیفۃ حدثنا ابو حنیفۃ لنا منصور بن معتمر قال من السنۃ حمل الجنازۃ بجوانب السریر الاربع"

(رواہ ابن ماجہ نقل از وجیز الصراط مقلقہ)

**مسئلہ:** جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور قدمی دینا

**سوال:** نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں اور میت کے پاؤں غسل دینے کے وقت کس طرف کرنے بہتر ہیں؟

**جواب:** جنازہ پڑھنے کے بعد نزدیک علمائے سلف وخلف دعا مانگنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا جنازہ پڑھا اور سلام پھیر کر یہ دعا اس میت کے لئے مانگی، وہ حدیث یہ ہے:

"وصلی علیہ وقال اللھم اغفر وارحمہ وادخلہ جنتک وقال الحاکم ھذا الحدیث صحیح"

(رواہ البیہقی)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اوّل کتاب الجنازہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں:

"احتمال دارد کہ آنحضرت ﷺ درجنازہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشند چنانچہ آلاں متعارف است"

اور اسی طرح محدث فتح محمد برہانپوری نے اپنی کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں بایں طور تحریر کیا ہے کہ "چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام صالح دیگر فاتحہ بقرتا مفلحون طرف سر جنازہ فاتحہ بقر یعنی ﴿آمن الرسول﴾ طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است در بعض احادیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است"

ونہر الفائق شرح کنز الدقائق جلد اول باب الجنائز میں ہے:

"ویقول بعد صلاۃ الجنازۃ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا لہ"

اور ہدایہ جزو ثانی جلد اول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے روایت ہے کہ جب صحابی براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو حضور نے خود ایسا کیا، چنانچہ گذر چکا ہے کہ صاحب قنیہ وزاہدی نے اس بات کو مکروہ لکھا ہے تو یہ ہر دو صاحب معتزلہ ہیں، لہذا ان کے اقوال پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کا یہ قول مخالف حدیث صحیح وعلماء سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم کے ہے۔

(نقل از کتاب شرح بروج صفحہ ۲۰۳)

اور میت کے پاؤں قبلہ کی طرف بوقت نہلانے کے کرنے بہتر ہیں جیسا کہ بوقت بے طاقتی نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔

" وجب یومی ایماء مستلقیا طولا علی قفاہ ورجلاہ نحو القبلۃ کما یوضع فی الصلاۃ بالایماء وعلیہ المشائخ واختار البعض من اصحابنا ان یوضع مستلقیا علی قفاہ عرضا راسہ نحو القبلۃ کما یوضع فی نحو القبر وعلیہ المتاخرون "

(نقل از مجالس الابرار و شرح مزوج صفحہ ۲۰)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس طرح آسانی سے جگہ تختہ کی ملتی ہو اسی طرح سے رکھا جائے۔

(ھکذا فی ظہیریہ و فتاوی عالمگیری)

واللہ اعلم والصواب

**مسئلہ:** قبر پر قرآن پڑھنا اور فاتحہ خوانی دانوں پر کرنا اور چراغ وغیرہ قبروں پر جلانا

**سوال:** قبر پر میت کو تلقین اور دانوں پر فاتحہ خوانی یا قبر پر چراغ جلانا یا کوئی یوم مقرر کر کے ہفتہ تک روٹی دینی یا قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھانا یہ سب امور جائز ہیں یا بدعت؟

**جواب:** بے شک میت کی قبر پر تلقین کرنا اور فاتحہ خوانی اور جمع ہو کر قرآن شریف قبر پر پڑھنا پڑھانا جائز ہے چنانچہ صاحب شامی و در مختار و مضمرات و غرائب و فتاوی جواہر نے لکھا ہے:

" قراۃ القرآن عند القبور مکروۃ عند الحنیفۃ و عند محمد لا وعلیہ الفتویٰ من المضمرات والاصح انہ لایکرہ "

یعنی قرآن شریف کا پڑھنا قبر کے پاس امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی خوف نہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ (۱) نہیں ہے۔

(نقل از فتاوی جواہر صفحہ ۲۳۳)

اور ائمہ دین سلف و خلف اسی بات پر ہیں کہ قاریوں کا قبر پر بیٹھنا کوئی مکروہ نہیں اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۳ میں یوں لکھا ہے:

" واذا دفن المیت ینبغی ان تجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ ویدعوا للمیت وقراءۃ القرآن عند القبور لا یکرہ ھکذا فی العالمگیریۃ و عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری و فتح القدیر و تکمیل الایمان وامام زرقانی مالکی شرح موطا "

(۱) قرآن مجید کا قبر پر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، مشکوۃ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں اور امام صاحب کے نزدیک بھی قرآن مجید مسلمانوں کی قبر پر پڑھنا جائز ہے۔ ہاں کافر و منافق و بدمذہب کی قبر پر قرآن پڑھنا ناجائز ہے اور گلی ہوئی میت پر مکروہ ہے۔

اور اس بات پر تمام علماء احناف کا اتفاق ہے کہ قاریوں کا بٹھانا قرآن مجید پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور فتاویٰ نجم الدین و کتاب مجالس الابرار وغیرہ کتب فقہ اور احادیث میں لکھا ہے کہ صاحب قبر کو ضرور تلقین کی جائے وھو ھذا:

"قوله عليه السلام لقنوا موتاكم شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله"

اور علمائے دین اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ تلقین بوقت سکرات الموت کی جائے اور بعض نے کہا کہ بوقت دفن کی جائے اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ بعد دفن کے یہ تلقین کی جائے وھو ھذا:

"التلقين بعد الدفن فعله بعض مشائخنا وهو معتاد في بعض البلاد"

اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی مجدد مائۂ حاضرہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بعد از دفن میت کی قبر پر اذان ضرور کہی جائے کیونکہ خود آپ ﷺ نے سعد بن معاذ کی قبر پر الفاظ اذان کے آواز بلند کہے تھے اور اس حدیث کو امام احمد طبرانی و بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی روز معین فاتحہ خوانی کے لئے کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، چنانچہ خود حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے کسی مصلحت کی وجہ سے جمعرات کا روز معین کر لیا تھا اور یہ ذکر مشکوۃ و بخاری و مسلم میں موجود ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اخیر میں جمعہ کے روز کو وعظ کے لئے مقرر کر رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں وعظ کرنے کے لئے کسی روز اور وقت کی قید نہیں۔

## مسئلہ: تیسواں، چالیسواں

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے: "مستحب است که صدقه کرده (۱) شود از موت بعد از دفن واز عالم تا هفت روز" اور صاحب سراج المنیر نے یوں لکھا ہے:

"ويستحب ان يتصدق عن الميت بعد موته سبعة ايام"

پس اس امر میں دوسرا اور چوتھا اور ساتواں سب داخل ہوئے اور تفسیر در منثور میں تحت آیۂ کریمہ عقبی الدار کے لکھا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام مع صحابہ احد میں شہداء کی قبروں پر سال بسال ضرور جایا کرتے تھے۔ ھو ھذا:

"كان يأتي احد على راس كل عام وسلم على قبور الشهداء ويقول سلام عليكم"

(۱) تیسواں چالیسواں کرنا جائز ہے چنانچہ کتاب برزخ و کتاب مین العلم شرح زین العلم صفحہ ۱۳۶ میں نیز بایں لفظ لکھا ہے: "يتصدق الولي قبل مضى ليلة بشي ان تيسر والا يصلي ركعتين بالفاتحة واية الكرسي والتكاثر عشرا في كل ركعة ويهبه الثواب ويقف مستدبر القبلة ويواظب على الصدقة سبعة ايام الخ" اور تفسیر عزیزی جلد آخر صفحہ ۱۱ سورۃ انشقت تحت آیت والقمر فیصلہ تحریر ہے فقط باقی ذکر مقدمہ سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت

اور کلمہ طیبہ کی گنتی دانوں اور تسبیحوں پر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں سو تسبیح ہزار دانہ کی ایک صندوق میں پڑی ہوئی ہے اور وفات میت پر تیسرے روز یا اول روز یا جس وقت چاہتے ہیں جمع ہو کر ان پر پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیتے ہیں۔

**مسئلہ:** عرس شریف و فاتحہ خوانی دانوں پر

اور در المنظوم فی ترجمہ ملفوظات الحمد وم صفحہ ۲۰ و صفحہ ۸۴ ے اور حضرت مجدد والف ثانی جلد ثانی میں یوں تحریر کرتے ہیں

بیاران و دوستاں دعا فاتحہ مسئول ہست اور اس کی تائید پر یہ حدیث وارد ہے:

" قال رسول الله ﷺ من قال لا اله الا الله مائة الف مرة وجعل ثوابه للميت غفر الله لذلك الميت وان كان موجباً للعقوبة كما فى زاد الاخرة "

یعنی جو شخص ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیب کو پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب بخشے گا اور اس کی برکت سے میت کو خداوند کریم بخش دے گا، اگر چہ میت مستحق عذاب ہو اور کلمہ شریف کا ذکر تمام ذکروں سے افضل ہے اور جمع ہو کر ذکر کرنا بھی جائز ہے چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو شخص ہم کو مجلس میں یاد کرتا ہے، میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ ایک روایت صحیح میں یوں بھی مذکور ہے کہ جس مجلس میں ذکر خداوند کریم ہو رہا ہو وہاں چپ ہو کر مت بیٹھو، بلکہ تم بھی ذکر کرو اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت لینی تو حرام ہے یہ علماء و درویش کیوں لیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیویں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بے شک مزدوری لو، کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں بایں الفاظ مذکور ہے:

" فقالوا يا رسول الله ﷺ ان الحق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله " فقط.



**مسئلہ:** قبروں پر چراغ جلانا

اور قبروں پر بے فائدہ چراغ جلانا گناہ ہے۔ ہاں اگر رات کو وہاں جا کر بیٹھتے ہوں یا ذکر اذکار کرتے ہوں یا کوئی خوف ہو تو پھر ان صورتوں میں چراغ اور آگ جلانا جائز ہے چنانچہ تفسیر روح البیان تحت آیہ کریمہ

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ کے لکھا ہے

" وكذا ايقاد القناديل والشمع عند قبور الاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن ونذر الزيت والشمع لاولياء يوقد عند قبورهم تعظيما و محبة فيهم جائز الاينبغى المنهى عنه "

اور اسی طرح علامہ محمد حسن سندھی میر پوری اپنی تصنیف مفاتحہ میں لکھتے ہیں:

" واسراج السراج علی قبور الاولیاء لاستراح الناس مباح "

اور جہاں کہیں قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت کتب فقہ واحادیث میں وارد ہوئی ہے۔ وہاں بے فائدہ قبروں پر چراغ جلانا مراد ہے فقط۔

( هكذا في مجمع البحار و فتاوى سندى )

**مسئلہ:** قبروں پر قبہ بنانا

**سوال:** قبروں پر قبہ بنانا اور پھول چڑھانا اور بوسہ لینا اور غلاف قبر پر ڈالنا جائز ہے یا بدعت؟

**جواب:** نزدیک بعض علماء کے یہ سب افعال مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ " انداختن غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغ وغیرہ و تکلیفات کہ بر مزار ہائے اولیاء جملہ از مستحسنات اند ...... الخ " اور بدعت کہنا ان امور کو جائز نہیں کیونکہ ان امور کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

" قال دخلت علىٰ عائشة رضى الله عنها فقلت يا اماه اكشفى لى عن قبر رسول الله ﷺ وصاحبيه فكشف لى ثلثة قبور ...... الحديث "

یعنی قاسم بن محمد اکابر تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیۃ والسلام صحابہ سے ہیں چنانچہ طبقات میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولو ہمارے سردار سید الابرار ﷺ کے مزار اقدس کو اور آپ کے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المومنین نے تینوں قبروں کو کھولا پس ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ان کو اٹھا دیا اور طوالع انوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے:

" وتقبيل ( ! ) بغير المصحف كقبور الانبياء ومن يتبرك بهم فللعلماء فيه كلام كرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتى ان الشافعى اباحه مطلقاً "

اور فتاوی سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتویٰ اس کی عدم کراہت پر ہے اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ذیل اس حدیث کے یوں لکھا ہے:

" عن ابن عباس قال مر النبى ﷺ بقبور المدينة فاقبل عليهم بوجهه وقال بعض العلماء لا باس بتقبيل قبر الوالدين "

! نہایہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی اجازت دی چونکہ اس نے نذر مانی ہوئی تھی فقط اصل الفاظ حدیث شریف سلطان الفقہ کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت

اور امام بخاری جامع الصحیح اور امام نووی کے مناسک میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور جس منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، اس جگہ پر ہاتھ مل کر منہ پر ملتے تھے اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن شریف کو چوم کر چہرہ پر ملتے تھے۔

" وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضع یدہ علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ "

(نقل از فتاوی مسندی)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ نعلین مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چومنا بھی جائز ہے اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا برائے جلالیت ان کی کے اور قاریوں کے قرآن مجید پڑھنے اور بیٹھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ کتاب کشف النور صاحب تفسیر روح (۱) البیان جلد اول صفحہ ۸۸۹ نے لکھا ہے:

" ان البدعة الحسنة الموافقة المقصود الشرع یسمی منه فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی عین العامة حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر "

اور صاحب ذوالفقار حیدری سندی اور علامہ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ المصابیح تعلیقات بخاری سے یوں تحریر کیا ہے:

" الحسن بن الحسن بن علی ضربت امرأة القبة علیٰ قبرہ سنة ...... الخ "

یعنی وصال کیا حضرت امام حسن مثنّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر ایک سال تک خیمہ کھڑا کیا تھا۔ اور علامہ قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں بایں الفاظ بیان کیا ہے:

" الظاهر انه لاجتماع احباب الله والقراة وحضور اصحاب الدعاء بالمغفرة والرحمة "

اور جو آپ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بھی کراہت پر محمول ہے نہ اس کی حرمت پر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ بوجہ تفاخر مال و دولت کو قبروں کی عمارت برباد کر دیتے تھے، چنانچہ آج کل یہودی و نصاریٰ کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی جیسا کہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کی تشریح تخصیص قبور کی شرح میں کر دی ہے:

" ھذا الحدیث محمول علیٰ ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبناء الحسن العالی کما فی حاشیة الترمذی و حاشیة نسائی "

1. مطبوعہ مصر

اور مجمع البحار میں ہے پس بزرگان دین کی عظمت و رفعت شان اور برائے رعب اسلام کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کی خاطر اور زائرین کے آرام کے لئے قبور اولیاء کرام پر گنبد بنانا کوئی گناہ نہیں، چنانچہ علمائے سلف وخلف کا اسی بات پر عمل لگاتار چلا آیا ہے اور بے شک بے فائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں اور مجمع البحار جلد ثانی میں لکھا ہے

" وقد اباح السلف ان يبنى على قبور المشائخ والعلماء والمشاهير ليزورهم الناس ويستريحون بالجلوس فيه ——— الخ "

اور صاحب درمختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

" ولا يرفع عليه بناء وقيل لا باس به وهو المختار "

اور ملا علی قاری نے بھی اسی طرح تحت حدیث ممانعت (۱) کے لکھا ہے۔

## مسئلہ : نشان کے طور پر قبور پر جھنڈا کھڑا کرنا

اور قبر پر بطور نشانہ جھنڈا کھڑا کرنا کوئی گناہ نہیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان بن مظعون کی قبر پر خود ایک پتھر نشانہ کے طور پر کھڑا کر دیا، وہ حدیث یہ ہے:

" قال لما مات عثمان بن مظعونٍ اخرج بجنازةٍ فدفن امر النبي ﷺ رجلاً ان ياتيه بحجرٍ فلم يستطع حملها فقام اليها فوضعها عند رأسه وقال اعلم بها لقوله عليه السلام قبر اخى "

اور اس کے تحت میں ملا علی قاری نے یوں لکھا ہے:

" يستحب ان يجعل على قبرٍ علامة يعرف بها لقوله عليه السلام قبر اخى "

اور ترمذی (۲) ونسائی میں مذکور ہے کہ آپ نے نشان کے طور پر جھنڈا سفید رنگ کا رکھا تھا اور کبھی سیاہ رنگ کا بھی رکھتے تھے۔

" عن ابن عباسٍ رضى الله عنه ان راية رسول الله ﷺ كانت سوداء ولواء ابيض "



۱ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی قبہ بنانا اولیاء اللہ کی قبر پر جائز ہے۔ چنانچہ میزان جلد اول ص ۱۹۰ اور رحمۃ الائمہ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے " ومن ذلك قول الائمة الثلاثةان القبر لا يبنى اولا يخصص مع قول ابى حنيفة بجواز ذلك الخ " ولا يبنى القبور ولا يخصص عن الثلاثة وجواز ذلك ابو حنيفة "
نقل از رحمۃ الائمہ باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں، خادم شریعت

۲ غرض یہ کہ نشان کے طور پر قبر پر پتھر یا جھنڈا یا کوئی اور شے لگا دینا بغرض پہچان کے منع نہیں، بغرض رسم ورواج بے فائدہ منع ہے۔ خادم شریعت

اور قبروں پر پھول چڑھانا مستحب ہے۔

چنانچہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں تحریر کیا ہے:

" وقد ورد فی الحدیث انه ﷺ شق جریدۃ نصفین ووضع علی کل قبر نصفاً وکانا قبرین یعذبھما وقال انی لارجوا ان یخفف عنھما ما لم ییبسا لانھما یسبحان مادا ما رطبین الخ "

اور فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے:

" وضع الورد والریاحین علی القبور حسن ھکذا فی کتاب مطالب المؤمنین و فتاوی غرائب "

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ قبر پر پھول چڑھانے سے ان کو کیا فائدہ ہوتا ہے جب کہ وہ مر چکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولی اللہ زندہ ہیں اور اس بات پر قرآن شریف خود شاہد ہے کیونکہ ان کا مرنا جینا برابر ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ، ایضا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾

اور کتب تواریخ و کتب احادیث میں لکھا ہے کہ مابین زمین و آسمان کے سیر کرتے ہیں اور اپنے یاروں کی مدد کرتے ہیں اور یاروں کے دشمن ہوں تو ان کو تنبیہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری اور رسالہ تذکرۃ الموتی میں بایں طور لکھتے ہیں:

" ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من الارض والسماء بحیثۃ وینصرون اولیائھم ویدفرون اعدائھم انشاء اللہ "

اور اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے:

" روح المؤمنین فانھا تسیر فی ملکوت السمآء والارض وتسرح فی الجنۃ حیث تشآء وتاوی الی قنادیل تحت العرش ولھا تعلق بجسدہ ایضاً تعلقا کلیا بحیث یقرء القران فی قبرہ ویصلی ویتنعم وینام کنوم العروس "

مسلم نے بروایت انس اخراج کیا کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ رات معراج کو میں نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز گزار رہے تھے اور وہ حدیث یہ ہے:

" مررت بقبر موسی فاذا ھو فیہ قائم یصلی "

اور ابوداؤد و بیہقی میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے بروز جمعہ تم کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی مٹی میں کچھ نہیں رہ جاتا، آپ نے فرمایا:

" ان الله تعالیٰ حرم اجساد الانبیآء علی الارض "

اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مٹی پر حرام کیے ہیں ان کو نہیں کھاتی اور بیہقی میں حضرت انسؓ سے یوں حدیث مذکور ہے

" قال النبی ﷺ ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور "

یعنی پیغمبر زندہ ہیں چالیس یوم کے بعد اپنی قبروں میں مکلف کیے جاتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے رہیں گے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

" من صلی علی قبری سمعتہ ومن صلی غائبا بلغتہ "

یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھے تو وہ مجھ پہنچایا جاتا ہے اور ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے کہا صحابہ نے کہ یا حضرت جو شخص آپ کو مخاطب ہو کر دور سے آپ پر درود پڑھے یا آپ کے بعد تو پھر کیا آپ سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں عشق والوں کا میں خود درود سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل الصلوٰۃ پہنچادے گا وہ حدیث دلائل الخیرات میں بایں طور مذکور ہے:

" قیل لرسول اللہ ﷺ ارایت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالھما عندک قال اسمع صلاۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوۃ غیرھم عرضاً "

اور کتاب شرح برزخ میں بایں طور مضمون حدیث شریف میں وارد ہے کہ بزرگان خدا ہفتہ وار اپنے رفیقوں کے اعمال نامے کا مطالعہ کرتے ہیں اگر ان کے اعمال نامے اچھے دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں ورنہ ان کے لئے دعا مانگتے ہیں اور اسی طرح ہمارے سردار حضور اکرم ﷺ صبح وشام ہمارے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں اور مفصل ذکر اس کا آگے آتا ہے (۱)۔

**مسئلہ:** بحث نذر و نیاز حاضر، ناظر و یارسول اللہ کہنے پر

**سوال:** نذر نیاز بزرگان دین کا دینا اور بوقت مصیبت ان کو وسیلہ پکڑنا اور لفظ "یا رسول اللہ و یا علی و یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ "پکارنا اور ان کو حاضر سمجھنا کیسا ہے؟

**جواب:** بے شک نذر کا پورا کرنا ایمانداروں کا کام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ یُوفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ﴾ الخ

یعنی پورا کرتے ہیں نذر واہ منت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل جانے والی ہے سب پر

(نقل از تفسیر محمدی)

۱ امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ امداد پر خوب بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے مریدوں کی خوب خبر رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور باقی مفصل ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت

اور یہ آیت کریمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ جب ان کے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے تھے اور انہوں نے نذر مانی اور اس کو پورا کیا اور اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ میں حضور کے سر پر دف بجاؤں گی، اس کو اجازت دی اور اس نے دف بجائی اور یہ حدیث مشکوٰۃ باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے:

"وعن ابن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ انی نذرت ان اضرب علی راسک بالدف قال اوفی بنذرک رواہ ابوداؤد زادرزین قالت و نذرت اذبح بمکان کذا وکذا وکذا"

اور ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے یوں عرض کی کہ یا حضرت میں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور مکہ فتح کریں گے تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تو ادا کر اور کتاب طوالع الانوار شرح درمختار سے صاحب فتاویٰ سندیہ نے یوں لکھا ہے کہ نذر ماننے والا اس طور پر نذر مانے کہ اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے۔ اگر میرا فلاں عزیز غائب شدہ آ جائے، یا میری دلی حاجت پوری ہو جائے یا میرا بھائی صحت پائے، تو میں فلاں بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، یا ان کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا، یا تیل، یا ان کے دربار میں فقیروں کو اس قدر روپیہ دوں گا کہ ان کو ان سے نفع ہو تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔

## بیان مسئلہ: نذر اور اس کا طریق

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں لوگ نذر مانتے ہیں یہ حلال طیب ہے، ان کا کھانا جائز ہے اور وہ یہ ہے:

"ان البقرۃ المنذورۃ کما ھو رسم فی زماننا حلال طیب"

اور رسالہ محمد حسین فی النذر میں بایں الفاظ لکھا ہے کہ " اگر بنام خدا بسم اللہ اللہ اکبر ذبح کردہ باشند اگرچہ در دل نیت فاسد دارند، ظاہر خوردنش حلال باشد " اور بوقت مصیبت انبیاء علیہم السلام وصلحاء سے مدد مانگنے میں کوئی گناہ نہیں چنانچہ خود حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی۔

## مسئلہ: ثبوت یارسول اللہ ﷺ اور وسیلہ پکڑنے کا

" لما اقترف الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بمحمد ﷺ ان تغفرلی فقال اللہ تعالیٰ قد غفرت لک ان سئلتنی بحقہ "

(رواہ مسلم)

اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا

حضرت میں نابینا ہوں کوئی مجھے دعا فرمائیے کہ میری آنکھوں میں روشنی ہو جائے ، تو آپ نے بایں الفاظ تعلیم فرمائی:

" اللھم انی اسئلک اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ ان تقضی لی اللھم فشفعہ ———— الخ "

یعنی اے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول ہو۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بوسطہ فلاں نبی یا ولی کے میرا کام کر یا اس طرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا اس طرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو، اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے کیونکہ اکثر صحابہ روم و شام کی جنگوں میں بعض وقت تنگ آ کر یا محمد یا محمد کر کے پکارتے تھے اور اسی وقت فتح و نصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پا لیتے تھے اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا، تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو۔ پس اسی وقت عبداللہ بن عمر نے یا محمد کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ حدیث یہ ہے:

" ان ابن عمر رضی اللہ عنہ خدرت رجلہ فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت "

(نقل از کتاب المفرد صفحہ ۹۳، تصنیف از بخاری)

اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اس طرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا لیکن آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمایا کرتے تھے آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف کے آگے یہ معاملہ بیان کیا اور حضرت عثمان بن حنیف نے اس کو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کے اس کے بعد یہ دعا پڑھا کر:

" اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد ﷺ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فیقضی حاجتی "

جب اس نے یہ دعا پڑھی تو حضرت امیر المومنین نے ایک آدمی بھیج کر اس کو طلب کیا اور اس کو اپنے پاس بٹھایا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب تم کو کوئی حاجت ہوا کرے تو میرے پاس آ جایا کرو اور وہ شخص اس جگہ سے آ کر حضرت عثمان بن حنیف کو جا کر ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ میری حاجت پوری ہو گئی، آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا۔

(نقل از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم)

بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی و امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اعلیٰ حضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے رسالہ انوار الانبیا صفحہ ۲۶ بحوالہ فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں:

" سئلت عمن يقول في حال الشدائد يا رسول الله او يا علي او يا شيخ عبدالقادر هل هو جائز شرعا ام لا اجبت لهم الاستعانة باولياء وندائهم وتوسلهم امر مشروع وشئ مرغوب لاينكره الا مكابر او معاند وقد حرم بركة الاولياء الكرام "

اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سے تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آ جائے، تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے اور گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور اس وقت یاد کرے نام میرا اور حاجت اپنی کو تو حاجت اس کی روا ہوگی ہو ہذا:

" من استغاث لي في كربة كشفت عنه ومن نادى باسمي في شدةٍ فرجت عنه ومن توسل بي الى الله عزوجل في حاجته قضيت له ومن صلى ركعتين يقرأ في كل ركعةٍ بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشر مرة ثم يصلي على رسول الله ﷺ بعد السلام ويسلم عليه ثم يخطو الى جهة العراق احدى عشر خطوة ويذكر فيها اسمي ويذكر حاجته فانها تقضى ...... الخ "

اور مائی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے:

الا يا رسول الله كنت رجاء نا  وكنت بنا براً ولم تک جافیاً

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا:

يا رحمة للعالمين ادرک لزين العابدين ☆ محبوس ايدى الظالمين فى المركب والمزدحم

یعنی رسول خدا و مجھو میری طرف یعنی استعانت کرو زین العابدین کی کہ میں ظالموں کے ہاتھوں میں محبوس ہوں اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی طور پر بوقت مصیبت استغاثہ کیا:

يا جدى من تكلي وطول مصيبتي . لمّا اعانيه اقوم و اقعد

یعنی اے میرے دادا الیسی بیماری و بیکسی کے وقت کون ہے سوائے تمہارے جو اعانت کرے ہماری اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا:

يا اكرم الثقلين يا كنز الورى  خذني بجودک وارضني برضاک
انا طامع بالجود منک ولم يكن  لابی حنيفة فی الانام سواک

یعنی یا اکرم موجودات یا خزانہ نعمت ہائے الٰہی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے مجھے بھی بخشیے اور جیسا اللہ تعالیٰ نے

آپ کو راضی کیا مجھے بھی راضی کیجئے ، میں دل سے آپ کی شفاعت وفیض خاصہ کا امیدوار ہوں۔
اور قطب الاقطاب محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ

یا رسول اللہ اسمع قالنا — یا حبیب اللہ انظر حالنا
اننی فی بحر ھم مغرق — خذ یدی سھل لنا اشکالنا

"یعنی یا رسول خدا سنو احوال ہمارے کو اے حبیب خدا دیکھو حال ہمارے کو تحقیق میں ڈوبا ہوا ہوں دریائے غم میں پکڑو ہاتھ میرا اور آسان کرو مشکلات میری کو...... الخ"

## ﴿ایضاً﴾

اعتصامی سوی جنابک لی — لیس یا سیدی الی الاحدی

میرے دادا! میرے سردار آپ کے سوا میرا کوئی معین ومددگار اللہ کے نزدیک دونوں جہان میں نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں طور توسل کیا:

اے پیر دستگیر دست مرا بگیر — دستم چناں بگیر کہ گویند دستگیر

حضرت بندہ نواز گیسودراز نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح استغاثہ کیا:

غریبم نامراد یا محی الدین جیلانی — زپا افتادہ ام دستم بگیر اے غوث صمدانی

اور حضرت مولانا مولوی نورالدین جامی قدس سرہٗ نے بایں طور استغاثہ کیا:

غوث اعظم مددے یا شہ جیلاں مددے — شاہ شاہاں مددے مرشد پاکاں مددے

اور کتاب شرح برزخ میں اس طرح حدیث وارد ہے:

"روی انہ ﷺ قال اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باھل القبور"



اور اس حدیث کو ملا علی قاری صاحب نے شرح عین العلم میں بھی تحریر کیا ہے اور علامہ امام مناوی کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری نے بحث حرف ہمزہ فصل الفاظ میں بایں طور حدیث صحیح بیان کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء بزرگان دین سے کیونکہ ان کے دل نرم ہیں خوف الٰہی سے اور اگر تم ان سے استمداد واعانت چاہو گے رزق دیے جاؤ گے یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہوں گے

" اطلبوا حوائج ای حوائجکم الی ذوی الرحمۃ من امتی ای الی الرقیقۃ قلوبھم السھلۃ عریکتھم فانکم ان فعلتم ذلک ترزقوا او تنجعوا ای تصیبوا حوائجکم وتظفروا بمطالبکم فان اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "

اور یہ حدیث شرح برزخ صفحہ ۴۴ میں مذکور ہے اور کہا صاحب برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی کتاب سنن کبریٰ اور طبرانی اور معجم اوسط میں ابی سعید خدری سے نیز مروی ہے اور کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتاب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہداء زندہ ہیں اور ان سے استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے اور تفسیر حسینی رؤفی مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحاء قبروں میں حیات ہیں اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی نماز ادا کرتے روزہ رکھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امور انہی پر ملوض ہیں اور متوسلین کی حاجات ادا کرتے ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیب تابعی سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اس وقت تین یوم آذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی آذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی اور حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا اور تاریخ ابن عساکر میں منہال ابن عمر سے روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوت قرآن مجید میں یہ آیت بآواز بلند پڑھی:

﴿ان اصحاب الكهف والرقيم كانوا من ايتنا عجبا﴾

تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی: " اعجب من اصحاب الكهف قتلي وحملي " یعنی میرا شہید ہونا اور اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے اور آیہ کریمہ: ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا﴾ سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں اگرچہ بظاہر شہداء احد کے لئے نازل ہوئی ہے کہ مجاہد حقیقی انبیاء و اصحاب تابعین و تبع تابعین و اولیاء بزرگان دین ہیں اور ان کا مجاہدہ ہر ساعت اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل کتاب الایمان فصل ثانی بروایت فصلہ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

" فالمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله "



1. "قال رسول الله ﷺ اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور" نقل از زاد اللبیب و خزینۃ الجلالی و ہدیۃ الحرمین ص ۵۰ و تبیین العلم شرح مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۱۴ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب حیران ہو تم کاموں میں پس مدد چاہو تم اہل قبور سے" وقال حجة الاسلام امام محمد غزالي من يستمد في حيوته يستمد بعد وفاته" اور نیز حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں لکھا ہے" وقال احد من المشائخ العظام رايت اربعة من المشائخ يتصرفون في قبورهم كتصرفهم في حياتهم منهم الشيخ المعروف الكرخي والشيخ عبد القادر جيلاني الخ" خادم شریعت عفا عنہ ۱۲

اور ایک روایت میں اس طور پر ہے کہ جب تم جہاد ظاہری سے فراغت پا چکو تو پھر اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو، کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے اور کہا علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور میں کہ ولی اللہ زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل فرماتے (۱) ہیں اور وہ یہ ہے:

" المراد من اهل الخلود اهل الایمان والولایة کما قیل ان اولیاء الله لا یموت "

اور شرح برزخ صفحہ ۶۹ بروایت صفوان بن مسلم کہ فرمایا آپ نے کہ اے اہل ایمان تم فناء کے لئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ تم خلود ابدی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو اور نقل کئے جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف وھو ہذا:

" قال یا اهل الایمان انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للابد والبقاء ولکنکم تنقلون من دار الیٰ دار "

اور اس کے تحت میں لکھا ہے:

" ان المؤمن بالموت لایفنی حقیقةً بل هو حی بالحیوة الابدیة وله مقام عندالله احسن ماکان له فی الدنیا فلا یبعد منه الشفاعة کما کانت له "

یعنی مومن کامل نہیں مرتا بلکہ وہ حیات ابدی سے زندہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب سے رتبہ ملا ہے وہ اپنے یاروں کی شفاعت وامداد کرے گا اور ابی دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابن عمر میرے ساتھ ایک پرانے گورستان میں گئے اور ایک صاحب کا سر مبارک قبر سے نکلا ہوا دیکھا اور فرمایا کہ اس کو دفن کر دو اور فرمایا کہ ان کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی:

" الابدان لیس یضرها هذا التراب شیئا "

اور درالسنیہ میں ..... نقل ترمذی بروایت ابی سعید خدری تحریر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو اس طور طوسل کا طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے:

" اللهم انی اسئلک بحق السائلین علیک "

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے مسجد میں جاتے تھے۔ تو اس طور پر دعا مانگتے تھے:

" بسم الله امنت بالله وتوکلت علی الله ولا حول ولا قوة الا بالله اللهم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق مخرجی "

اور یہ حدیث ابن سنی نے باسناد صحیح حضرت بلال سے بیان کی ہے اور امام مالک سے اس طرح مذکور ہے کہ ایک روز حضور نے حج کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو کر امام مالک سے پوچھا کہ میں

اب کس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں، یعنی قبلہ کی طرف یا حضور کے روضہ مبارک کی طرف، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی طرف کیونکہ وہ آپ کے اور آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔

چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے، قولہ تعالیٰ:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

اور بخاری شریف میں بروایت انس بن مالک سے اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل واستدعا، بارش کے لئے بایں طور کرتے کہ استسقاء کے لئے جب باہر تشریف لے جاتے تو اس طرح کہتے: یا اللہ بوسیلہ اس چچا میرے کے تو بارش کر اور یہ ذکر مجالس الابرار میں ہے اور صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو جب ہمارے سردار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح کیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں:

" اللهم انا كنا نتوسل بنبينا محمد ﷺ فتسقينا وانا نتوسل عليك بعم نبينا ﷺ فاسقنا "

اور کتاب الجواہر المنتظم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۳ میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ سنا میں نے ...... کہ آپ کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے اور میں نہایت درجہ بدکار ہوں لہذا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو، تو اسی وقت قبر سے آواز آئی تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے:

" وقد ظلمت نفسي ووجهتك ان يستغفرلي الى ربي فنودي من القبر الشريف انه قد غفرلك "

اور اسی کتاب میں طبرانی سے حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور آپ انتقال کے بعد ہم کو سلام کا جواب دیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں کیونکہ ہمارے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔

(نقل از مشکوٰۃ کتاب حسہ)

اور امام محدث حافظ ابو بکر بن ابی دنیا ابو قلابہ سے بایں طور ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ سے شام کو جا رہا تھا، رات کو میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز خندق میں اتر کر پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا اور صبح کو صاحب قبر نے سامنے ہو کر مجھے کہہ دیا کہ افسوس ہے کہ تو نے تمام رات کو آرام کرنے نہیں دیا اور حدیث صحیح میں ہے کہ نیک آدمی صاحب قبر کو برے

ہمسایہ سے تکلیف ہوتی ہے اور تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں سورہ نحل میں ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

یعنی جو کرے عمل اچھا مرد ہو یا عورت سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو ضرور ہم اس کو زندگی دیں گے پاک اور البتہ بدلہ دیں گے ہم ان کو ثواب ان کا ساتھ بہتر اس چیز کے کہ عمل کرتے تھے۔

**مسئلہ:** ایک وہابی کے اعتراض کا جواب دربارۂ استمداد غیر اللہ

اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی مدد نہیں دے سکتا جیسا کہ:

﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾

سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے جو چیز مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ خود دے گا اگر غیر سے مانگو یا اس کے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

**اقول:** یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کی سراسر جہالت و ناسمجھی کی بات ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقۃً معاون و ناصر و ولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے، ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف امور میں کسی غیر کو سمجھے تو بے شک و شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسا شرک تو قرآن پاک سے کئی جگہ ثابت ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ ولقولہ ﴿ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾

یعنی انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم۔ ولقولہ تعالیٰ:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ولقولہ تعالیٰ ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾

یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے۔ ولقولہ تعالیٰ:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾

اللہ ہے مددگار تمہارا اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

اور حدیث میں دیکھو:

"ما (۱) اغناه الله و رسوله رواه البخاری عن ابی هریرة"

یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے۔ وایضاً:

"فان الله هو مولاه وجبرائیل وصالح المؤمنین"

---

1 یہ آیت امام بخاری نے اپنی حدیث میں بیان کی ہے۔۱۲

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل اور نیک مسلمان اور حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں خزانہ دیا گیا ہوں اور تقسیم کرتا ہوں اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ اس کا جو لکھا گیا ہے اس کے لئے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں

"اللہ یعطی وانا قاسم وکان یوصل علی کل احد نصیبه الذی کتب له انه اعطی مفاتح الخزائن"

اور شرح دلائل الخیرات میں صاحب معیار نے اس طرح لکھا ہے کہ جو کچھ اسباب دنیا وغیرہ کا ملتا ہے یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک (۱) سے ہم کو ملتا ہے اور انہی کے دست مبارک میں تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں اور ترمذی و حاکم نے انس سے اس طرح ذکر کیا ہے:

"الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون رواه الطبرانی فی الکبیر"

---

۱: کتاب جواہر المنظم مصری صفحہ ۵۲ ومواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ تمام خزانے مال ودولت وعلم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ہاتھ دے دیے ہیں جن کو چاہیں آپ دیں اور جن کو چاہیں نہ دیں اور آپ کے ہاتھ میں تمام خزائن کی کنجیاں ہیں۔ "انه خلیفة الله الاعظم الذی جعل خزائن کرامه و موائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی منها من یشاء ویمنع منها من یشاء العالم بالصواب هو الله" از جواہر المنظم اور کتاب بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز باب صلوٰۃ النبی قبل از باب دفن رجلین ومسلم ونووی میں حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں:

"وانی واللہ لانظر الی حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض ...... الحدیث"

باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

---

۲: ہم اہل سنت وجماعت کے لئے آپ کی ذات کے حاضر وناظر ہونے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیها وهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذا"

(نقل از مواہب اللدنیہ جلد صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ مصر)

اور اسی جلد کے صفحہ ۳۸۷ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ:

"اذ لا فرق بین موته وحیاته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وخواطرهم وعزائمهم الخ"

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر جلد اول پارہ دوم تحت آیت "ویکون الرسول علیکم شهیدا" کے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے افعال واقوال وحرکات کو ہمیشہ ملاحظہ فرماتے ہیں اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کا ہر جگہ تصرف ہے اور علاوہ [illegible] کے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تنویر الملک صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں۔ [illegible]

یعنی میری امت میں تیس ابدال ہیں اور انہی کی برکت سے مینہ برسائے جاتے ہیں اور انہی کی برکت سے تم مدد دیے جاتے ہو اور انبیاء و اولیاء و صلحاء کو ہر لحظ میں حاضر و ناظر تصور کیا جائے کیونکہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کی ذات پاک کا خاصہ ہے اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم (۲) خداوند کریم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بندش نہیں، جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں ''کما مر'' اور کتاب فقہ مثل در مختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کتاب احیاء العلوم وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے بوقت تشہد ''**السلام علیک ایھا النبی**'' پڑھنے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جائے اور کلمہ کو حکایت کے طور پر ہرگز نہ پڑھا جائے:

" وقیل ذلک ایھا النبی احضر شخصه الکریم فی قلبک ویصدق الملک فی انه یبلغه ویرد علیک ما هو ادنیٰ منه ایضا ویقصد بالفاظ تشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحی الله تعالیٰ ویسلم علیٰ نبیه وعلیٰ نفسه واولیاءه لا الاخبار عن ذلک وفی الشامیة لایقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه "

اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے لفظ صادر ہوں دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو تب مومن صادق ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ﴾

اور معیار میں ہے:

" ان الرجل لایکون مؤمناً حتیٰ یکون قلبه مع لسانه مع قلبه اوّلا "

اور ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں ہر مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں اور میت کو فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے اور اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور کلمہ پڑھ کر سنا دیتا ہے اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

" فیقولان ما کنت تقول فی هذا الرجل فیقول هو عبدالله ورسوله واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله فقط "

---

کہ آپ کی ذات جسم اطہر کے ساتھ اب تک حیات ہیں اور صاحب تصرف ہیں اور آسمان و زمین کی سیر کرتے ہیں اور اس سے کچھ رائی بھر بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

" ان النبی ﷺ حیّ بجسده و روحه وانه یصرف ویسیر حیث یشاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وبهیئة التی کان علیها قبل وفاته ولم یبدل منه شئ الخ "

باقی ذکر مفصل جلد ا میں ملاحظہ کریں (خادم شریعت عفی عنہ)

## تحقیق وما اھل بہ لغیر اللہ

**مسئلہ:**

**سوال:** اگر کوئی شخص مرغی یا گاؤ یا کسی اور جانور کی اضافت (نسبت) طرف نبی یا ولی کے کرے، چنانچہ بکرا پیر عبدالحکیم کا، یا مرغی شاہ مدار صاحب کی۔ پھر اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرے کھانا یا گیارہویں پیران کے نام کی دینی اور میلاد مبارک کرنا اور اس میں تعظیما قیام کرنا اور طعام اور اشیاء کو روبرو رکھ کر اس پر سورت پڑھ کر فاتحہ دینا یہ تمام افعال جائز ہیں یا بدعت؟

**جواب:** یہ تمام افعال جائز ہیں اور مسئلہ حلت وحرمت ذبیحہ میں حال وقول نیت ذابح کا اعتبار ہے۔ نہ مالک کا مثلاً اگر مجوسی یا مشرک نے نیت بتوں کی کسی مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کی تو اس کا گوشت کھانا بے شک جائز ہے۔ اگرچہ مسلمان کے حق میں یہ بات نہایت مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب سبیل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء وفتاویٰ عالمگیری وتاتارخانیہ وجامع الفتاوی میں ہے:

"مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارھم او الکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم"

اور ردالمحتار میں ہے:

"اعلم ان المراد علی قصد عند ابتداء الذبح"

اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مکارنہ ہے اور اضافت بمعنی کبھی عبادت آتے ہی نہیں۔ جیسے کہ فرقہ ظاہر یہ غیر مقلد لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ جس شے میں غیر خدا کا نام آجائے اور اس پر اس کا نام مشہور ہو جائے تو وہ حرام ہے۔ بریں عقل ودانش ببائید گریست، حضرات ان اضافتوں سے حرام کیا بلکہ کراہت بھی نہیں آتی چنانچہ نماز ظہر کی، نماز جنازہ کی، نماز مسافر کی نماز، مقتدی کی، نماز بیمار کی، پیر کا روزہ، زکوٰۃ اونٹ کی، کعبہ کا حج، داؤد کا روزہ، والدین کی نماز، مہمان کی روٹی اور ولی کا بکرا کہنے سے غیر مقلدین صاحبان کو کیا زہر چڑھ گیا، جواب دو اور صاحب درمختار نے لکھا ہے:

"ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ"

اور حدیث میں ہے:

"من ذبح لضیفہ ذبیحة کانت فداہ من النار"

(رواہ الحاکم)

یعنی جو مہمان کے لئے ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے گا آتش دوزخ سے۔ اور درالمختار میں بزازیہ سے لکھا ہے کہ جو مطلقاً نیت ذبیحہ وغیرہ کو موجب جانے اور ﴿ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ﴾ میں تصور کرے تو اس کی جہالت ونادانی ہے:

"ومن ظن انه لا یحل لانه ذبح لاکرام ابن ادم فیکون وما اهل به لغیر الله تعالٰی فقط هذا لفظ القرآن والحدیث والعقل سبحان الله"

جب نفع دینے میں مخل نہ ہوئی تو فاتحہ وایصال ثواب میں کیا زہرمل گیا اور ﴿وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ بوقت ذبح اگر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو بے شک حرام ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ:

"وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وحرام کرد آنچه آواز دارند بآں دروقت ذبح بغیر الله برائے غیر تعالیٰ بنام بتاں یا باسم پیغمبراں بکشند" اور صاحب تفسیر بیضاوی وتفسیر کشاف ومدارک وجامع البیان وتفسیر درمنثور وصاحب تفسیر احمدی وغیرہ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں:

"ای رفع بالصوت عند الذبح الغنم فیه ان البقرة المنذورة للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر الله علیها وقت الذبح وان کانوا ینذرونها له"

اور صاحب معالم التنزیل نے اس طرح لکھا ہے:

"وما اهل به لغیر الله ای ما ذبح للاصنام و الطواغیة"

اور صاحب رؤفی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہو پھر اس کو اسم اللہ سے ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگی، اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ غیر کی تاثیر اس میں آ جاتی ہے، یہ عبارت کسی دشمنِ دین نے ملا دی ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو تفسیر فوز الکبیر کا مطالعہ کرے۔

**مسئلہ:** ذکر ثبوت میلاد شریف

اور میلاد پاک وفاتحہ خوانی نزدیک علمائے اہل سنت والجماعت کار خیر ہے۔ چنانچہ رسالہ تنویر فی مولد البشیر مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی ابن عباس سے اس طور پر حدیث بیان کرتے ہیں:

"انه کان یحدث فی بیته وقائع ولادته ﷺ بقوم فیستبشرون ویحمدون علیه الصلوٰة فاذاجاء النبی ﷺ قال حلت شفاعتی"

یعنی ایک روز حضرت ابن عباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا حال واقعہ روبروایک کے ظاہر کر رہے تھے اور حاضرین مجلس خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرتے تھے۔ اسی حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے اور فرمایا حلال ہوئی شفاعت میری واسطے تمہارے اور اسی کتاب میں ابی درداء سے یوں ذکر ہے کہ بروز سوموار مع رسول اللہ ﷺ کے عامر انصاری کے گھر گئے اور عامر انصار اپنی اولاد وحاضرین مجلس کو میلاد ﷺ کے بارے میں ترغیب دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی مجلس میں رحمتِ خدا نازل ہوتی ہے اور فرشتے ایسی مجلس کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا

مانگتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد مبارک کرنا اور اس میں خوشبو چراغ روشن کرنے اور حضور کی تعظیم کی خاطر میلاد کے اختتام پر کھڑے ہو جانا جائز بلا کراہت ہے، کیونکہ اجلاس قرآن مجید و احادیث شریف و میلاد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نویں صدی کے مجدد شرح الصدور میں بایں طور لکھتے ہیں:

"فقد اخبرنی الثقاة من اهل الصلاح انه شاهده ﷺ مراراً عند قرأة المولود الشريف و عند ختم رمضان بعض الاحاديث"

اور شرح برزخ صفحہ ۲۹۹ بحوالہ رسالہ ابلغ الکلام ہے کہ مجلس میلاد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے اس وقت قیام کرنا ضروری اور واجب ہے:

"يحضره روحانية ﷺ فعند ذلك يجب التعظيم والقيام"

اور ابوزید علیہ الرحمۃ کے مولود شریف میں مذکور ہے کہ:

"عند ذكر ولادته ﷺ القيام واجب لما انه تحضر روحانيته ﷺ"

اور ایسا ہی امام شعرانی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں۔

**مسئلہ:** مشکوٰۃ باب المعجزات میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو بھوک شدید ہوئی تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یا حضرت ہم لوگوں کا بچا ہوا توشہ منگوالیں پھر ان پر دعا مانگیں تاکہ اس میں برکت ہو۔ فرمایا حضور انور ﷺ نے کہا کہ اچھا پھر دستر خوان چمڑے کا منگوا کر اس پر بچا ہوا توشہ لوگوں کا جو کہ صرف ایک ٹکڑا روٹی اور مٹھی بھر چینا اور ایک مٹھی کھجوروں کی رکھ دی۔ پھر اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اور اس کھانے میں اس قدر برکت ہوگئی کہ تمام لشکر نے

**نوٹ:** فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱،۳۰،۷۰، ۷۱ و فتاویٰ عبدالحئی جلد سوم و صراط مستقیم اسماعیل وہابی نے لکھا ہے کہ فاتحہ دینا طعام و شرینی پر مستحسن ہے اور جائز ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲

۱: کتاب شرح برزخ واقعی کتب احادیث میں سے ہے اور بستان المحدثین میں شاہ صاحب ایک سو کتابیں علم حدیث کی شمار فرماتے ہیں لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کا پیشوا صدیق حسن صاحب ایک ہزار سے زائد کتابیں احادیث کی شمار کرتے ہیں اور کتاب اتحاف النبلاء صفحہ ۹۵ میں بہ نسبت کتاب شرح برزخ ملخصاً یہ عبادت مرقوم ہے کہ "شرح برزخ از کتب حدیث است اولش بدء الموت است و جملہ ابواب او ہشتاد و یک ابواب است ہمہ متعلق باحوال موتی و برزخ و روے بعد ذکر حدیث شرح میکند الخ" اور صاحب کشف الظنون تو ثابت کتب حدیث بیان کرتا ہے اور کتاب شرح برزخ کا مؤلف امام سعید سلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہے فقط۔

خادم شریعت۔

برتن اپنے اپنے پُر کر لئے اور یہ حدیث شریف مسلم نے باب الایمان میں اور طریق پر بھی مروی ہے اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا(۱) ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو ابوذر صحابی نے چند کھجور خشک کے دانے اور دودھ جس میں جو کی روٹی بھیگی ہوئی تھی ,حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لاکر رکھ دیے اور آپ نے اس پر سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ قل شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا مانگی اور ابوذر صحابی کو فرمایا کہ اس کو مجلس میں تقسیم کر دے اور وہ حدیث مبارک یہ ہے:

"وکان یوم الثالث من وفات ابراھیم ابن محمد ﷺ جاء ابوذر عند النبی بتمرۃ یابسۃ ولبن فیه خبزٌ من شعیر فوضعها عند النبی فقرأ رسول الله ﷺ الفاتحۃ وسورۃ الاخلاص ثلث مراتٍ الی ان قال رفع یدیه لدعاء ومسح بوجهه فامر رسول الله ﷺ اباذر ان یقسمها بین الناس وایضاً فیه قال النبی ﷺ وهبت ثواب هذه لابنی ابراهیم"

اور ایسا ہی فتاویٰ اوزجندی(۱) و کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور ابن ابی دینا نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتے اور امام نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں لکھا ہے کہ روبرو فاتحہ دینا اور اس کو تناول کرنا مستحب ہے کیونکہ کھانا یا میوہ یا اور کوئی شے ماکولہ کو رکھ کر حضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر عمل چلا آتا ہے۔ کہ کتاب در تعظیم فی فضائل القرآن العظیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام نووی اذکار میں اس طرح لکھتے ہیں:

"روینا عن کتاب السنی عن عبدالله بن عمرو ابن العاص رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ انه کان یقول علی الطعام اذا قرب علیه اللهم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار"

اور کتاب مائدۃ الفوائد میں بایں طور حدیث وارد ہے:

"قال النبی ﷺ من قال عند اکل الطعام اللهم بارک لنا ما رزقتنا وقنا عذاب النار لم یضره ذلک وبورک له فیه"

الغرض روبرو طعام رکھ کر اس پر کوئی سورت پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث سے نہیں پائی جاتی۔

1 اوزجندی کتاب واقعی حضرت مولانا محمد بن عبدالعزیز شمس الائمہ کی ہے اور حضرت تمیذان حضرت شمس الائمہ کرخی علیہ الرحمۃ میں سے تھے اور حضرت اوزجندی چھٹی صدی کے امام تھے چنانچہ کتاب صدیق الحنفیہ صفحہ ۳۳۹ میں مسطور ہے اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۲۲۷ وصفحہ ۲۵۱ بحوالہ جواہر خلاطی وفتاوی ذبدہ ومحیط سے اپنا دعویٰ ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فتاوی اوزجند بے شک فتاوی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالحی وغیرہ کا یہ لکھنا کہ یہ فتاوی اوزجندی کوئی کتاب نہیں محض غلط اور کم فہمی پر دال ہے اور جو کسی صاحب نے لکھا ہے قال ملا علی قاری فی الاوزجندی یہ محض کاتب کا سہو ہے۔ فقیر کے نزدیک یوں ہونا چاہئے تھا "قال محمد بن عبدالعزیز فی فتاوی اوزجندی"۔ فقط اعلم عند اللہ خادم شریعت عُفی عنہ

**مسئلہ :** ثبوت گیارہویں شریف اور گیارہویں پیران پیر کی کرنی جائز ہے

چنانچہ کتاب ماثبت بالسنہ صفحہ ۱۲۷ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

" هو الذی ادر کنا علیه سیدنا الشیخ الامام العارف الکامل الشیخ عبدالوهاب القادری المتقی المکی فانه قدس سره کان یحافظ فی یوم عرسه هذا التاریخ الخ وقد اشتهر فی دیارنا هذا الیوم الحادی عشر وهو المتعارف عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده "

یعنی وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے اپنے پیشوا مقتداء خدا شناس شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیز گار مکے والے کو پایا ہے یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتا تھا یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ کبیر علی متقی کو دیکھا ہو اور ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہوئی ہے اور یہی متعارف نزدیک ہمارے مشائخ ہند کے اور اولاد ان کی کے ہوئی اور یہ سنت بزرگان دین متاخرین سے ظاہر ہوئی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**مسئلہ :** ناخن بوقت اذان چوم کر آنکھوں پر رکھنا

**سوال :** آذان میں بوقت سننے کلمہ" اشهد ان محمداً رسول الله " کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت ودرود شریف وغیرہ ذکر خیر بلند اور جنازہ کے آگے نعتیں پڑھتے جانا کیسا ہے؟

**جواب :** بے شک نزدیک اہل سنت والجماعت کے ناخنوں کو چومنا ایسے موقع میں سنت ہے۔ چنانچہ شرح برزخ بحوالہ فتاوی مضمرات وحاشیہ ودر المختار وکتاب الاذکار المنتخب الابرار و بروایت دیلمی فی الفردوس حدیث مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن سے کلمہ"اشهدُ ان محمدًا رسول الله '' سنا، تو دونوں زانگشت کو چوم کر آنکھوں پر ملا اور فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جو شخص میرے پیارے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کرے گا، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور محدثین کے نزدیک حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال وترہیب وترغیب میں معتبر ہوا کرتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

" ذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله قال هذا اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیتُ بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیاً وقبل باطن الانملتین السابتین و مسح عینه فقال قال رسول الله ﷺ من فعل مثل فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی فقط "

اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت ودرود شریف وغیرہ کا ذکر جہر کرنا باتفاق حنفیہ وشافعیہ جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاوی حیدریہ بحوالہ کتاب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۵۶ میں حدیث بروایت ابن عمر بایں طور مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام

جنازہ کے پیچھے چلتے ہوئے ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے وہو ہذا:

"روی ابن ابی شیبة عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما لم یکن یسمع من رسول ﷺ وھو یمشی خلف الجنازة الا قول لا الہ الا اللہ"

اور جامع الصغیر من احادیث البشیر امام جلال الدین وعلامہ دیلمی اپنی مسند میں بروایت انس لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے ہمراہ کثرت سے کلمہ طیب کا حکم فرمایا کرتے تھے:

"اکثروا فی الجنازة قولہ لا الا الا اللہ"

اور طریقہ ندیہ شرح محمدیہ وامام شعرانی عہود المحمدیہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے میت ودیگر اموات کی تلقین ہوتی ہے اور غافلوں کے دل اس کی برکت سے روشن ہوجاتے ہیں اور ان کے دل سے غفلت دور ہوجاتی ہے اور اس سے انکار محض جہالت۔

"لکن بعض المشائخ روی ذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر تغیر بادخال حرف فی الحلالة قدام الجنازة وخلفھا التلقین المیت والاموات والاحیاء"

اور قرآن مجید سورۂ رعد میں ہے کہ ذکر الٰہی سے مومنوں کے دل آرام پکڑتے ہیں:

"قال اللہ تعالیٰ ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللہِ ﴾ "

اور شرح ابطی فی کتاب القبور میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یہی عادت تھی کہ جنازہ کے ساتھ سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے:

"قال سنة فی الانصار اذا حملوا المیت ان یقرؤا معھا سورة البقرة ویقول الفقیر فیہ دلیل علی سنیة الذکر عند حمل الجنازة لان الذکر من القرآن ........ الخ"

اور جو بعض علماء نے ذکر جہر کو جنازہ کے ساتھ مکروہ لکھا ہے وہ باعتبار زمانہ سلف کے ہے اور مکروہ سے مکروہ تنزیہ مراد ہے نہ تحریمہ اور نہ اس کے منع کرنے پر کوئی حدیث وارد ہے۔

**مسئلہ:** اشارات انگشت تشہد میں

**سوال:** نماز میں انگشت شہادت (۱) سے اشارہ کرنا بوقت "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کیسا ہے؟

**جواب:** اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا بعض نے ناجائز اور جو حدیثیں اس کے جواز پر آئی

(۱) شرح وقایہ میں جو جاء علماءنا کا لفظ وارد ہے اس سے مراد صاحب اوران کے شاگرد نہیں، مؤلف کے گرد ونواح کے علماء مراد ہیں۔ ابو المنظور عفی عنہ۔

اور روایت ہے حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رمضان میں بیس رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری وابن مبارک کا اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے:

" ھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ "

یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا اور علامہ عینی شرح بخاری نے جمہور علماء بیس رکعت تراویح پڑھنے پر قائم کیا ہے:

" وقال بن عبدالبر وھو قول الجمھور والعلماء "

اور امام بیہقی نے بایں طور حدیث بیان کی ہے:

" عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان بغیر جماعۃ عشرین رکعۃ "

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں بیس رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے اور امام سیوطی نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے وسنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح:

" عن یزید الصحابی قال کان یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ وفی عھد عثمان وعلی مثلہ "

مجموعہ امام سیوطی صفحہ ۴۴ میں یعنی خلافت اصحاب ثلاثہ میں بیس رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جن کی اتباع کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے:

" اتبعوا من بعدی ابی بکر و عمر "

اور جو شخص اتباع سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا منکر ہے اور وہ ناری ہے اور جو حدیث عائشہ صدیقہ سے مسلم و بخاری میں بایں طور مروی ہے:

" سئلت علی قیام رسول اللہ ﷺ فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ الخ "

یعنی سائل نے مائی صاحب سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں کس قدر قیام کرتے تھے۔ کہا مائی صاحبہ نے کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ کی ذات گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ صاحبان ذرا غور سے دیکھو کہ اس حدیث میں کہیں تراویح کا نام ہے ہرگز نہیں تو مراد آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر ہیں اور علاوہ اس کے صحاح ستہ میں اس حدیث کے مخالف کئی احادیث ہیں چنانچہ مسلم و بخاری و مشکوٰۃ میں ابن عباس سے روایت ہے:

" صلوتہ ثلث عشر رکعۃ "

یعنی آپ نے تیرہ رکعت سے قیام تمام کیا اور سات اور نو رکعت سے بھی آپ قیام فرمایا کرتے تھے اب غیر مقلدین زمانیں کرمانی صاحب کا کہنا:

"ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ"

کہاں تک بنا اس کی صحیح تراویح پر تصور کی جائے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ تراویح میں اس کی یوں تعبیر کرتے ہیں:

که آن روایت محمول برنماز تهجد است که در رمضان وغیر رمضان یکساں بود وروایات زیادت محمول برنماز تراویح است که در عرف آنوقت بقیام رمضان مسمی بود که آنحضرت ﷺ فرموده "من قام رمضان الحدیث ... الخ" فقط

## تصورِ شیخ

**مسئلہ:**

**سوال:** تصور کس کو کہتے ہیں اور کس لئے کیا جاتا ہے اور تصور شیخ جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو ذہن میں پیدا ہو کر سامنے آتی ہے اور اس کی پہچان سے دوسری چیز کا علم بھی حاصل ہو اور تصور شیخ صوفیائے کرام اس لئے کراتے ہیں تا کہ طالب المولیٰ اس کے ذریعہ سے افعال قبیحہ وذمیمہ اور شیطان کے مکروفریب سے ہر ساعت وہر لحظہ بچتا رہے اور یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا تصور آنکھ میں جما لیتا ہے، تو اس تصور بصری کے اثر سے اس چیز کا عامل ہو جاتا ہے اور قوت جاذبہ بھی بڑھ جاتی ہے جس کے ذریعہ سے رابطہ طالب ومطلوب کا مضبوط ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان کشش محبت مقناطیسی ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی جان ہو جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت متواتر صوفیائے کرام سے لگاتار چلا آتا ہے چنانچہ فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ بحوالہ کتاب قول جمیل تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب شفاء العلیل مولوی احمد رضا خاں صاحب مجدد مائۃ حاضرہ نے بایں طور نقل کی ہے:

"جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے" ...... الخ۔

اور جو اشیاء ونشانات خداوند کریم نے درمیان آسمان وزمین کے ظاہر کئے ہیں ان میں تفکر وتدبر کرنا ہر ایک انسان کو ضروری ہے، کیونکہ اسی تفکر وتدبر کرنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے، لہذا تصور شیخ میں بھی کوئی گناہ نہیں اور ہمارے فاضلان قادری سروری تو تصور اسم ذات کے قائل ہیں اور اپنے پیشوا کے افعال وفضائل وسیر اپنے دل میں نقش کرتے ہیں اور یہ افعال اپنے وجود میں لا کر فنافی الشیخ کے مرتبہ کو طے کرتے ہوئے بذریعہ تصور اسم ذات فنافی اللہ ہو کر مراتب بقاباللہ پر پہنچتے ہیں کما قولہ تعالیٰ:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ﴾ ایضاً ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ فقط

**مسئلہ:** دربارہ سنتہائے صبح

**سوال:** سنتیں صبح کی بوقتِ اقامت نماز یا قبل از طلوع آفتاب پڑھنی جائز ہیں یا نہ؟

**جواب:** بے شک جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کرلیں، چنانچہ طحاوی و نصرۃ المجتہدین صفحہ ۲۲ میں حدیث مذکور ہے:

" دخلت فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباسٍ والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما بن عباسٍ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر حتی طلعت الشمس فرکع رکعتین الخ وعن علی کان النبی ﷺ یصلی رکعتین عند الاقامۃ "

یعنی کہا حضرت علی نے کہ آپ کی ذات بابرکات ﷺ بوقت اقامت دو رکعت ادا کرلیا کرتے تھے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ذات ﷺ میمونہ کے گھر میں دو رکعت نماز سنت بوقت اقامت پڑھ لیا کرتے تھے۔

شرح بخاری بروایت ابو ہریرہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے:

" قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے ان کو بعد طلوع آفتاب کے اور بخاری و مسلم میں بروایت ابو سعید خدری حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہ پڑھی جائے:

" لاصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس "

اور جو غیر مقلد حدیث قبل از طلوع پیش کرتے ہیں بالکل ضعیف ہے۔

باقی حال جلد ۵ میں مذکور ہے:

**مسئلہ:** وتر تین رکعتیں ہیں

**سوال:** وتر میں تین رکعتیں ہیں یا ایک؟

**جواب:** تین رکعت وتر ہیں چنانچہ مستدرک حاکم و سنن نسائی و موطا امام محمد و آثار امام محمد میں بہت احادیث وارد ہیں:

" علمنا اصحاب محمد ﷺ ان الوتر مثل صلوۃ المغرب وھذا وتر النھار "

یعنی کہا ابو العالیہ نے کہ ہم کو تعلیم دی وتروں کی مثل نماز مغرب کے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے:

" کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن "

یعنی آپ کی ذات تین وتر پڑھتے تھے اور نہیں سلام پھیرتے تھے مگر تیسری رکعت پر اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے

"الوتر ثلاث رکعات"

یعنی وتر تین رکعتیں ہیں اور علاوہ اس کے بخاری ومسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

## مسئلہ : شرائط جمعہ

**سوال :** جمعہ باشرائط فرض ہے۔ یا بدوں شرائط اور وہ شرائط قرآن شریف واحادیث صحیحہ سے ثابت ہیں یا کہ صرف علمائے دین کے قیاس سے؟

**جواب:** بے شک فرض عین باشرائط اور وہ بارہ شرطیں ہیں، چھ اس کے وجوب کی اور چھ اس کے ادا کے لئے چنانچہ کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے۔

حر صحیح بالبلوغ مذکر — مقیم وذوعقل لشرط وجوبها
مصر وسلطان ووقت وخطبة — واذن كذا جمع لشرط ادائها

یعنی آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں، دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں، سوم بالغ ہونا نابالغ پر فرض نہیں، چہارم مرد ہونا عورت پر جمعہ فرض نہیں، پنجم مقیم پر فرض ہے مسافر پر نہیں، ششم عقلمند پر فرض ہے دیوانہ پر نہیں اور باقی شرائط اس کی ادا کی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو اس دن کی ظہر اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی بلکہ ظہر پڑھنی پڑے گی وہ یہ ہیں مصر ہونا بستیوں میں جمعہ(۱) فرض نہیں، دوم سلطان یا نائب بدوں اذن ان کے جمعہ پڑھنا جائز نہیں، سوم وقت ظہر، چہارم خطبہ، پنجم اذن عام، ششم جماعت اور یہ تمام شرائط قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے پائے جاتے ہیں چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایماندارو جب آذان ہو نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو بیچنا الخ۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا حکم مقید مخصوص منہ البعض ہے نہ عام ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر وکتب اصول فقہ میں لکھا ہے۔

" ولاشک ان اطلاق قوله تعالى فاسعوا مقيداً بخصوص المكان و مخصوص منه كثيراً كالعبيد والمسافرين الخ"



اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم" فاسعوا " کا اطلاق خاص کسی مکان کے ساتھ مقید ہے اور اس سے اور بھی بہت خاص کئے گئے ہیں اور صاحب فتح القدیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ جنگلوں اور گاؤں میں بھی درست نہیں، چنانچہ قولہ تعالیٰ:

" فاسعوا الى ذكر الله ليس على اطلاقه اتفاقا بين الامة اذ لا يجوز اقامتها في البرارى اجماعا ولا في كل قرية لا عند الشافعى الخ"

اور دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ کے لئے قاضی ہوا کرتا ہے جو کہ بادشاہ مسلمان کی طرف سے

---

۱ اگر گاؤں میں لوگوں نے جمعہ قائم کر دیا ہو تو اس کو بند نہ کیا جائے لیکن ان لوگوں کو چاہیے جمعہ کے بعد اپنی ظہر نماز (۱) کر لیں اور مسئلہ کا ثبوت تمیں سو سائٹھ کتب معتبرہ میں ہے۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

لوگوں کی صلاحیت کی خاطر متعین کیا جاتا ہے اور اس کو پورے طور اختیار حدود شرعیہ کے جاری کرنے کا بھی ہوتا ہے اور یہ بات کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں اور علاوہ اس کے کلمہ" وذروا البیع "جس کے معنی بیچنا و خرید نا ہے، اس سے بھی مراد قصبہ اور شہر ہے جو آباد ہو، چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے حدیث نمبر اول جو کہ وجوب جمعہ پر دال ہے:

"عن جابرٍ ان رسول الله ﷺ قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة الا مريضٍ او مسافرٍ او امراة او صبي او مملوكٍ ——— الخ"

دار قطنی یعنی جابر سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ پڑھنا ایماندار پر فرض ہے مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکے پر اور غلام پر فرض نہیں اور اس کے علاوہ جو ادا کی شرطیں ان پر یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں، حدیث:

"روى ابن شيبة عن علي قال لاجمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحىٰ الا في مصرٍ جامع او مدينةٍ عظيمة ابن حزم في المحلى ورواه عدلارزاق من حديث عبدالرحمن السلمىٰ ——— الخ"

یعنی روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی نے کہ نہ نماز جمعہ نہ عید فطر اور نہ عید قربانی جائز ہے مگر شہر میں جو جامع ہو یا شہر بڑا ہو اور صحیح بیان کیا اس کو ابن خرم نے اور عبد الرزاق نے بھی عبد الرحمٰن سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے اور صاحب فتح الباری نے بھی اس حدیث کو باسناد صحیح لکھا ہے اور فتح الباری جلد دوم صفحہ ۳۱۶ میں بروایت حضرت حذیفہ یوں لکھا ہے:

"قال ليس على اهل القرىٰ جمعة انما الجمعة على اهل الامصار مثل المدائن"

کہا حذیفہ نے کہ جمعہ شہر والوں پر فرض ہے بستی والوں پر فرض نہیں اور بخاری میں روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ لوگ باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور چھوٹے چھوٹے گاؤں سے آیا کرتے تھے:

"كان الناس يتناولون الجمعة من منازلهم والعوالي رواه بخاری"

اور کتاب بخاری میں:

"من اين تؤتى الجماعة"

بروایت حضرت بایں طور مروی ہے:

"قال اذا كنت في قرية جامعةٍ نودى بالصلوة من يوم الجمعةِ فحق عليك"

یعنی کہا عطا نے کہ جب تو قریہ جامع میں ہو اور وہاں آذان دی جائے جمعہ کی نماز کے لئے تو تجھ پر فرض ہوا جمعہ پڑھنا اگر چہ تو نے آذان سنی ہو یا نہ سنی ہو اور قریہ جامع حکم شہر کا رکھتا ہے اور شرط دوم آپ نے فرمایا ہے کہ:

"الجمعة واجبةٌ على كل مسلمٍ في جماعةٍ الخ"

یعنی آپ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت میں چار شخصوں پر فرض نہیں ،شرط سوم بخاری میں بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بایں طور وارد ہے:

"ان النبی ﷺ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس الخ"

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور شرط چہارم خطبہ، کہا ابن عمر نے کہ حضور نے خطبہ پڑھا تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور لٹکے ہوئے تھے دونوں کنارے دستار مبارک کے پشت مبارک کی طرف، نقل کیا اس کو مسلم نے اور ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں طور حدیث بیان کی:

"کان رسول اللہ ﷺ یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب رواہ ابوداؤد"

یعنی کہا ابن عمر نے کہ آپ دو خطبہ پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے یہاں تک کہ مؤذن آذان سے فارغ ہو جاتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے...... الخ اور ششم شرط جمعہ کے ادا کرنے کی بادشاہ مسلمان ہونا ہے یا اس کا نائب:

"قال ابن منذرِ مضت السنة ان الذی یقیم الجمعة السلطان او من قام بها امره فاذا لم یکن ذلک صلوة الظهر"

اس حدیث کو صاحب نہر اس نے عینی شرح سے نقل کیا ہے، یعنی کہا ابن منذر نے کہ یہ سنت قدیم سے جاری ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا بادشاہ کا حق ہو، اگر یہ بات نہ ہو تو لوگ اپنی ظہر کی نماز ادا کریں جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور بخاری میں مذکور ہے کہ جمعہ قائم کرنا حق بادشاہ مسلمان کا ہے۔ حدیث ابن عمر کو مطالعہ کریں جس میں یہ کلمہ تحریر ہے:

"یقول کلکم راعٍ ـــــ الخ"

اور ابن ماجہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔

"من ترک الجمعة وله امام عادل او جابر فلا جمع الله شمله"

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص ترک کرے جمعہ باوجودیکہ واسطے اس کے بادشاہ عادل یا ظالم ہو پس نہ دور کرے اللہ تعالیٰ پریشانی اس کی:

"وقال حبیب ابن ثابتٍ لایکون الجمعة الا بامیرٍ وخطبةٍ وهو قول اوزاعی و محمد بن مسلمة ویحییٰ بن عمر المالکی ومن مالکٍ اذا تقدم رجل بغیر اذن الامام لم یجزهم الخ"

یعنی کہا حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جمعہ بدوں خطبہ کے جو حکم بادشاہ کے جائز نہیں ہوتا اور یہ قول امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحیٰ بن عمر مالکی کا ہے اور کہا امام مالک نے کہ اگر کوئی شخص بدوں اذن حاکم آگے ہو کر جمعہ

پڑھا دے تو تمام لوگوں کی نماز جائز نہ ہوگی اور صاحب البیان نے قول قدیمانہ امام شافعی کا نقل کیا ہے جمعہ نہیں جائز ہوتا مگر پیچھے بادشاہ یا جس کے واسطے اذن دیا گیا ہو اور کہا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بادشاہ پر چار حق ہیں، ان میں سے ایک جمعہ کا قائم کرنا ہے اور کتاب بیہقی و جواہر النقی جلد اول صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے:

"عن ام عبد اللہ الدوسیة قالت قال رسول اللہ ﷺ الجمعة واجبة علی اهل القریة فیها امام الخ لان القریة اذا کان فیها نائب من جهة الامام ویقیم الحدود یکون حکمه حکم الامصار"

(نقل از عمدة القاری شرح صحیح بخاری)

یعنی کہا ام عبد اللہ دوسیہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جمعہ واجب ہے اہل قریہ پر جس میں امام ہو یعنی بادشاہ اور کہا عمدۃ القاری نے کہ جس گاؤں میں نائب بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو اور وہاں حدود شرعی بھی جاری ہو جائیں تو اس گاؤں کا حکم مثل شہر کے ہو جائے گا اور صاحب مراقی الفلاح نے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے:

"المصر کل موضع له امیر قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهذا فی ظاهر الروایة قال قاضیخان وعلیه الاعتماد"

یعنی مصر وہ جگہ ہے جہاں قاضی ہو یا امیر جو جاری کرے احکام اور قائم کرے حدود شرعیہ کو اور یہ ظاہر روایت ہے اور کہا قاضی خان نے کہ اسی پر اعتماد ہے اور صاحب نہر اس نے لکھا ہے کہ مسجد بڑی ہو یا بازار وغیرہ جو شرائط فقہاء نے لکھے ہیں وہ سب لوازم شہر کے ہیں ان شرائط کی چنداں ضرورت نہیں۔

**مسئلہ:** ولایت کفار میں جمعہ کا کیا حکم ہے

**سوال:** بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ جمعہ ولائت کفار میں پڑھنا جائز ہے اور یہ ملک ہندوستان دار السلام ہے

**جواب:** بے شک ولایت کفار میں جمعہ پڑھنا بایں صورت جائز ہے کہ اگر ولایت مسلمانوں میں کفار نے غلبہ پالیا ہو اور مسلمان جمع ہو کر بادشاہ کافر کو درخواست دیں اور وہ ان کو اجازت دے دے اور کہہ دے کہ اس صورت میں مسلمان جمع ہو کر جمعہ پڑھیں تو جائز ہوگا۔ چنانچہ صاحب ردالمحتار باب القضا میں اس عبارت کی شرح کرتے ہیں:

"بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراض المسلمین یجب علیهم یلتمسوا والیا مسلماً منهم ........ الخ"

یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز ہے وہاں کے مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا اور ہو جائے کوئی والی ساتھ رضا مسلمانوں کے اور واجب ہے ان پر کہ ٹٹولیں یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز نہیں ہو سکتا ہے اور بعض علمائے فرقہ غیر مقلدین کی بھی چالاکی ہے کہ جلدی سے یہ عبارت معراج الدرایہ و جامع الفصولین کی سنا کر عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں اور کلمہ "یلتمسوا والیا مسلماً منهم" کے معنی بھی نہیں کرتے چنانچہ مولوی عبد الجبار غیر مقلد نے اپنے فتاوی

میں عبارت لکھ کر مسئلہ احتیاط الظہر کو اڑا دیا ہے اور اس ملک ہندوستان کو فی الحال نہ دارالاسلام کہہ سکتے ہیں، نہ دارالحرب، چونکہ اس میں نہ تو پورے شرائط دارالاسلام کے پائے جاتے ہیں نہ دارالحرب کے اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اس ملک میں قدرت تنفیذ احکام کی ہے، لیکن اور ملک والوں کو طاقت تنفیذ احکام تو ہے۔ اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے اور ہم لوگ تو مسائل حقہ بیان کرنے سے بھی مجبور ہیں تنفیذ احکام تو درکنار۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز جلد اول کا مطالعہ کرو۔

**مسئلہ:** ثبوت احتیاط الظہر

**سوال:** جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کیوں پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے اور جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور دو فرض تو ایک وقت میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

**جواب:** احتیاط الظہر دفع شک کے لئے پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس ملک ہندوستان میں جمعہ کے ادا کے شرائط جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکے ہیں، کچھ اس ملک میں پائے جاتے ہیں اور کچھ نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ بادشاہ مسلم یا اس کا نائب اور حدود شرعیہ کا جاری ہونا اور مصر ظاہر روایت میں اس شہر کو کہتے جس میں بادشاہ یا نائب بادشاہ حدود شرعیہ کے جاری کرے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد جگہ ایک شہر میں جمعہ پڑھنا نزدیک اکثر علمائے دین کے ناجائز ہے کیونکہ شہر مکہ و مدینہ طیبہ میں ایک ہی جگہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ اگر کئی جگہ شہر میں جمعہ پڑھا جائے تو جنہوں نے پہلے پڑھ لیا ہوگا ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا باقی تمام ظہر کی نماز ادا کریں، اگر سب شک کریں کہ پہلے کونسی جگہ ہوا تو اس صورت میں تمام ظہر کی نماز دوبارہ ادا کریں، چنانچہ میزان الشعرانی میں ہے:

" ومن ذلک قول الائمة الاربعة لایجوز تعدد الجمعة فی بلدٍ الخ "

یعنی اس مسئلہ میں چاروں اماموں کا قول ہے کہ کئی جگہ میں ایک شہر میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں مگر جب ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو اور کہا امام مالک نے کہ جنہوں نے پہلے پڑھا ہے ان کا ہوگا اور احتیاط الظہر کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن بن زیاد جو شاگرد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم پایہ صاحبین کے ہیں، اس سے اور صحابہ تابعین سے ہے چنانچہ کتاب ردالمحتار عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۶ میں لکھا ہے۔

" لما ابتلی اهل المرد باقامة الجمعتین بها مع اختلاف العلمآء فی جوازها امروا باقامتهم باداء الاربعة بعد الجمعة احتیاطاً واختلفوا فی نیتها قیل ینوی الظهر یومه و قیل اخر ظهر علیه وهو الاحسن وقیل الاحوطان یقول نویت اخر ظهرادرکت وقته ولم اصلهم بعد وقال الحسن اختیاری ان یصلی الظهر بهذه النیة ثم یصلی اربعاً نیة السنة ——— الخ "

یعنی جب مردمیں لوگ دو جگہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے حالانکہ اس مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف تھا اور حکم دیا گیا کہ تم لوگ جمعہ کو پڑھو لیکن اس کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطاً ادا کرلیا کرو اور اس کی نیت میں بھی اختلاف ہوا بعض نے کہا اس روز کی ظہر پڑھتے، بعض نے کہا کہ یوں کہے کہ آخر ظہر کی نیت جس کا میں نے وقت پالیا اور ابھی اس کو پڑھا نہیں اور امام حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہت پسندیدہ امر ہے کہ ظہر اسی طور سے پڑھے پھر چار رکعت سنت پڑھے الخ۔ گویا یہ روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے کیونکہ جو روایات ان کے شاگردوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ سب امام صاحب سے مروی ہیں دیکھو درالمختار صفحہ ۳۰۶ اور نور الشمعہ اور بحرالرائق وردالمختار وفتح القدیر ومیزان الشعرانی نے بوجہ مفقود ہونے شرائط کے دوبارہ احتیاط الظہر کو پڑھنا واجب لکھا ہے اور فتاوٰی خانیہ اور صاحب بحرالرائق نے بھی لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی وابراہیم بن مہاجر جو صحابی تابعین سے ہیں جب دیکھتے اپنے امیروں کو ظالم یا کوئی شرط مفقود تو جمعہ کے اول یا اس کے پیچھے بطور خفیہ ظہر ادا کرتے:

" ولذلک تاویلان وحکی فی الظھریۃ والخانیۃ عن ابراھیم النخعی وابراھیم ابن مھاجر انھما کانا یتکلفان وقت الخطبۃ فقیل لابراھیم نخعی فی ذلک فقال انی صلیت الظھر فی داری ثم رحت الی الجمعۃ تقیۃ ولذلک تاویلان احدھما ان الناس کانوا فی ذلک الزمان فریقین منھم لا یصلی الجمعۃ لانہ کان لا یری الجائر سلطانا وسلطانھم یومئذٍ کان جائراً فانھم کانوا لا یصلون الجمعۃ من اجل ذلک و کان فریق منھم بترک الجمعۃ لان السلطان کان یؤخر الجمعۃ عن وقتھا فی ذلک الزمان فکانوا یأتون الظھر فی دار ھم ھم یصلون مع الامام ویجعلونھا سبحۃ ای نافلۃ "

پس اس عبارت (۱) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اصحاب تابعین میں سے بھی سلطان جائر ہونے کی وجہ سے جمعہ کو ترک کر دیا کرتے تھے اور ظہر کو ادا کر لیتے تھے اور بعض ظہر کو خفیہ طور پر ادا کر لیتے اور جمعہ کو نفلی طور پڑھتے اور علاوہ اس کے کتب فقہ معتبرہ مثل فتح القدیر وشامی وعالمگیری وغرائب ظہیریہ وقنیہ وعینی شرح ہدایہ وشرح سفر السعادت ونہر الفائق وفتاوٰی رحمانیہ ومجمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے:

" ان وقع الشک فی المصر فلیصلوا اربعاً فرض الوقت بعد الفراغ من صلوۃ الجمعۃ واختلفوا فی النیۃ والصحیح ان یقول اصلی للہ تعالیٰ اربع رکعاتٍ صلوۃ الظھر التی ادرکت ولم اصلہ بعد ...... الخ "

یعنی جب شک پڑ جائے مصر میں تو لوگ چار رکعتیں پڑھیں فرضی وقت کے پیچھے نماز جمعہ کے اور اختلاف کیا انہوں

(۱) یہ عبارت فتاوٰی قاضیخان کے باب الجمعہ کے خاتمہ پر بھی مسطور ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

نے نیت میں اور صحیح یہ ہے کہ کہے نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت نماز ظہر جو پائی ہے میں نے اور نہیں پڑھا اس کو اور علاوہ ان دلائل کے فقیر نے ۳۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں دیکھا ہے ہر ایک صاحب نے اس کو جائز ہی لکھا ہے اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی ۱۲۹۷ھ میں اس کے جواز پر فتوی دیا تھا جس کا جی چاہے آ کر دیکھ لے، وہو ہذا:

" وہرگاہ در بعض شروط بوجہ ما اشباہ پیدا آید اگر بنظر احتیاط چہار رکعت بگذار درو است ودریں کسے از کلام نیست واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی "

اور علاوہ اس کے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو فرض پڑھنے جائز نہیں سو یہ کہنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں اس کی کہیں ممانعت ظاہرا نہیں پائی جاتی۔ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں:

" لا یصلی بعد صلوۃ مثلها "

یعنی نماز پڑھنے کے بعد ویسی ہیئت پر نماز نہ پڑھنی چاہیے اور حالانکہ اس کی تفسیر میں علمائے دین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ اختلاف ہے اور کہا صاحب عینی شرح کنز الدقائق نے جس نے یہ تاویل کی ہے کہ اس سے تکرار جماعت مسجد محلہ مراد ہے، سو یہ بہت بہتر ہے اور صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے کہ اگر ہیئت اولی بدل جائے تو نماز جماعت بلا کراہت جائز ہوگی اور اہل علم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اصحاب کرام اگر تنہا نماز کو ادا کر لیتے تو پھر اگر جماعت مل جاتی تو اسی نماز کو دوبارہ امام کے ساتھ پڑھ لیتے اور اسی امر کی تعلیم بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کرام کو دیتے اور علاوہ ازیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جاتا، تو اس نماز کو دوبارہ ادا کر لیتے چنانچہ دارمی و نسائی و مشکوۃ میں بروایت ابو سعید خدری مروی ہے کہ دو صحابی سفر میں نکلے اور ان کو پانی نہ ملا دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی بعد نماز ادا کرنے کے ان کو اسی وقت پانی ملا اور ایک نے وضو کر کے نماز کو دوبارہ پڑھ لیا، اور دوسرے نے ایسا نہ کیا اور دوسرے کی نماز بھی ہوگئی لیکن یہ ثواب نہ ملا اور جمعہ کے بعد آپ دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے اور کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کیا کرو اور ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم چھ رکعت کا حکم دیا کرتے تھے۔

(نقل از مؤلف)

اور علاوہ اس کے عینی شرح بخاری سے صاحب نور الشمعہ نے لکھا ہے بایں طور حدیث نقل کر کے دس رکعت بعد نماز جمعہ کے ثبوت کی ہیں وفی سنن سعید بن مسعود عن ابی عبد الرحمن السلمی۔

" قال علمنا بن مسعودِ ان نصلی بعد الجمعة اربعاً فلما قدم علینا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ علمنا ان نصلی ستاً "

یعنی سعد ابن مسعود کی سنن میں عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ ہم کو ابن مسعود نے سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں، پھر جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے شہر میں تشریف لائے تو انہوں نے ہم کو سکھایا کہ ہم چھ رکعت پڑھیں ——— الخ پس اس سے معلوم ہوا کہ چھ چار پر زائد ہیں اور امر زائد مثبت پر ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ:

" المثبت مقدم علی النافی "

یعنی مثبت نفی کرنے والے پر مقدم ہوا کرتا ہے، پس بعد جمعہ کے چھ رکعت کا پڑھنا مختار ہوا اور یہ چار رکعت احتیاطی ملا کر دس رکعت ہوئیں، چنانچہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی ان کا ذکر ہے:

" انه یصلی بعد الجمعة عشر رکعات الخ "

(نقل از در المختار)

یعنی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے۔

واللہ اعلم بالصواب

**مسئلہ:** بسم اللہ شریف نماز میں جہر نہ پڑھی جائے

**سوال:** بسم اللہ شریف سورہ فاتحہ کے اول یا آخر آواز بلند پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** ہر دو جگہ آواز بلند سے بسم اللہ کا پڑھنا ناجائز ہے۔ چنانچہ مسلم و برہان شرح مواہب الرحمٰن باب صفۃ الصلوۃ حضرت انس سے روایت ہے:

" قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ و ابی بکرٍ وعمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اوّل قراۃٍ ولا فی اٰخرھا الخ

کہا حضرت انس نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اور اصحاب ثلٰثہ کے پس وہ شروع کیا کرتے تھے الحمد سے اور نہ ذکر کرتے تھے اول اور آخر اس کے بسم اللہ شریف کو اور نہ ہی کبھی ان سے سنا ہے۔

**مسئلہ:** عدم جواز فاتحہ خلف الامام

**سوال:** پڑھنا فاتحہ کا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے مقتدی کو ناجائز ہے کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار جمہور صحابہ کے لازم آتا ہے چنانچہ تفسیر مدارک و حسینی ۲۳۱ سورہ اعراف رکوع آخر میں مذکور ہے:

﴿ واذا قرئ القرآن ——— الخ ﴾

" در اسباب نزول آوردہ کہ جوانی از انصار در عقب رسول اللہ ﷺ نماز میگذاردو ہر چہ آنحضرت قراۃ میفرمود میخواند آیت ﴿اذا قرئ القرآن﴾ چون قرآن

خواند شود در نماز ﴿فاستمعوا لہ﴾ بشنوید مرآنرا ﴿وانصتوا﴾ و خاموش باشید و باامام تلاوت نکنید ﴿لعلکم ترحمون﴾ شاید کہ رحم کردہ شوید"

اور مدارک میں یوں ہے:

" وظاهره' وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القرآن فی الصلوة وجمهور الصحابة علیٰ انه فی استماع المؤتم ــــــــ الخ "

اور تفسیر عماد بن کثیر علی بن طلحؓ وابن عباس سے اس طرح مذکور ہے:

" ان النبی ﷺ کان اذا صلی باصحابه فنزلت هذه الایة فسکت القوم فقرأ النبی ﷺ "

یعنی روایت کی ابن حمید نے اور بیہقی نے ابوالعالیہ سے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے صحابہ کے ساتھ قرأت فرماتے تھے تو اصحاب بھی قرأت کرتے تھے پھر یہ آیت اتری اور اصحاب پڑھنے سے چپ ہو رہے اور پڑھتے رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشکوٰۃ وموطا وابن ماجہ وابوقتادہ وابوہریرہ وابوموسیٰ اشعری نے بایں طور روایت کی ہے:

" انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا "

یعنی کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تم چپ رہو اور کتب معتبرہ وحاشیہ مشکوٰۃ وموطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر، وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا جائے یا نہ، انہوں نے فرمایا:

" لایقرأ خلف الامام فی شیٔ من الصلوٰۃ "

اور صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بایں طور حدیث بیان کی ہے:

" من کان له امام فقراۃ الامام له قراۃ "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پڑھنا امام کا مقتدی کا پڑھنا ہے اور مقتدی کو قرأت پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اور موطا امام محمد میں ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس کی رکعت ہو جائے گی۔

" من صلی رکعةً لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام "

اور اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو دو قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو جائے گا اور جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" اقرأ بها فی نفسک "

تو اس سے مراد تدبر تفکر ہے اس کے معانی کا دل میں خیال کرنا چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے اور جو حدیث عبادۃ بن صامت سے مروی ہے جس کو غیر مقلدین بحث میں پیش کرتے ہیں، وہ چند وجوہ سے ضعیف اور قابل عمل نہیں دیکھو فتح المعین صفحہ ۲۱۳ و فتاوٰی صابریہ تمام دلائل فرقہ نجدیہ وہابیہ کو جلد گیارہ (۱) میں لکھ کر مع اسناد ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے۔

**مسئلہ:** عدم جواز رفع یدین فی القرأۃ

**سوال:** رفع یدین اور آمین بالجہر نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** رفع یدین کرنا نزدیک امام صاحب کے صحیح نہیں اور جو حدیثیں رفع یدین قبل از رکوع اور اس کے بعد کرنے کے بارہ میں وارد ہیں وہ تمام منسوخ ہیں اور قابل عمل نہیں اور نہ صحیح ہیں، چنانچہ عقود الجواہر المنفیہ و فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بات پر مکہ معظمہ کے بیچ ہوا تو امام صاحب غالب آئے اور امام اوزاعی لاجواب ہو گئے اور امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ حدیث بیان کی ہے کہ ابن عمر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر اول تکبیر میں اور حالانکہ یہ وہی ابن عمر ہیں جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر ترک کر دیا، وھو ہذا:

" حدثنا ان ابی داؤد وقال حدثنا نعیم بن حمادٍ قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ عن النبی ﷺ انہ' کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرٍ ثم لایعود "

یعنی تمام ائمہ دین رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ کی ذات ﷺ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے اور جو حدیثیں رفع یدین کرنے کے بارہ میں عبداللہ بن عمر سے بخاری و مسلم میں درج ہیں وہ تمام منسوخ ہیں، چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے:

" انہ کان بدء الاسلام ثم نسخ "

اور اس کے نسخ پر دلیل ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو رفع یدین کو رکوع و قومہ کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام کیا پھر ترک کر دیا اور دوسری دلیل تنسیخ کی یہ ہے جو کہ امام جعفر طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے، وھو ہذا:

" حدثنا ابو داؤد قال حدثنا احمدبن عبداللہ بن یونس قال اخبرنا ابوبکر عباس بن حصین بن

1: اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ عدم جواز فاتحہ خلف الامام شائع کر دیا گیا ہے جس میں تمام صحاح ستہ کی روایات پر جرح کر دی گئی جن کو وہابی لوگ فاتحہ خلف الامام میں پیش کیا کرتے ہیں اور ان کی اچھی طرح سے تردید کر دی گئی ہے۔ مناظرین ۳ روپے روانہ کر کے طلب کریں، اب یہ ذکر جلد گیارہ میں نہیں ہے۔ خادم شریعت۔

مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی تکبیرة الاولی ــــــــــ الخ "

یعنی کہا حصن حصین بن مجاہد نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن عمر کے وہ بدوں پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے اور ابی شیبہ جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اپنے مصنف میں بایں طور لکھا ہے۔

" عن عبدالله بن مسعودٍ قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر فلم یکن یرفع ایدیهم الا عند افتتاح الصلوٰة "

یعنی کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر کے تو وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، مگر پہلی تکبیر میں اور اگر کسی نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو شرح سفر السعادت و فتح المبین و فتاویٰ صابریہ جلد سوم کا مطالعہ کریں۔

**مسئلہ :** آمین بالجہر خلف الامام

دربارہ آمین بالجہر، آمین بالجہر بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں اور علاوہ اس کے وہ حدیثیں معلول و مرجوحہ ہیں چنانچہ شرح سفر السعادت باب نماز میں مذکور ہے اور جس حدیث میں "مدبها صوته " وارد ہے۔ اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں یعنی " مد بالفه وخفته میمه " یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ "امین البیت الحرام " اور حدیث صحیح ابن مسعود عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفاء کا حکم امام کے لئے دیا کرتے تھے۔ وھو ہذا:

اربع یخفیهن الامام التعوذ والثناء والتسمیة والتامین کما نقله فی فتح القدیر وفتح المبین فتاویٰ صابریه "



اور قرآن مجید میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا چاہئے اور یہی بہتر و انسب ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾

اور احادیث صحیح اسی بات پر شاہد ہیں چنانچہ مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و ترمذی و تہذیب و آثار و دارقطنی و معجم طبرانی نے اسند صحیح یہ حدیث بیان کی ہے:

" عن وائل واخفیٰ بها صوته "

یعنی کہا ابن حجر نے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی، تو جب آپ " ولا الضالین " پر پہنچے تو آمین آہستہ کہی۔

## مسئلہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

**سوال:** سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** مذہب حنفیہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز نہیں چنانچہ کتاب آثار امام محمد وسنن ابوداود میں آثار صحابہ موجود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ زیر ناف ہاتھ باندھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سنت حضور علیہ السلام کی ہے:

" ان علیا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ "

اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جس جگہ "السنۃ کذا ایا ان من السنۃ کذا " کا کلمہ واقع ہو تو وہاں سنت رسول علیہ السلام مراد ہوا کرتی ہے اور اگر کسی نے بہت دلائل اس بارے میں دیکھنے ہوں تو معانی الآثار و فتح المبین کا مطالعہ کرے۔(۱)

## مسئلہ: فرقہ وہابیہ کے ایک اعتراض کا جواب درباره پانی نجس و پاک کے

**سوال:** کنوئیں میں بلی یا چوہا گر کر مر جائے تو کس قدر پانی اس سے نکالا جائے اور فرقہ غیر مقلدین جو یہ کہتا ہے کہ کنوئیں کا پانی بالکل پلید نہیں ہوسکتا اور اپنے دعویٰ میں حدیث بیر بضاعہ کی پیش کرتے ہیں کہ اس میں لتے حیض کے اور مردار گوشت کتوں کے ڈالے جاتے تھے تو حضور نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی اور حضور نے بھی اس کو پیا۔

(نقل از ابوداؤد ترمذی وغیرہ)

**جواب:** معانی الآثار میں ہے کہا حضرت شعبی نے:

" حدثنا ابوبکر قال ثنا ابوعامر العقدی قال ثنا سفیان عن زکویۃ عن الشعبی فی الطیر والسنور ونحوهما یقع فی البئر قال ینزع منها اربعون دلواً ......... الخ "

یعنی پرندے اور بلی وغیرہ کے لئے کنوئیں سے چالیس ڈول سے کم پانی نہ نکالا جائے اور ایک روایت ابی سعید خدری سے بایں طور دارقطنی وطحاوی میں مذکور ہے:

" حدثنا فهر بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید بن الاصبهانی قال ثنا حفص بن غیاث النخعی عن عبداللہ بن سیرۃ الهمدانی عن شعبی وعن ابی سعید خدری الدجاجۃ فی البئر فتموت فیها قال ینزع منها سبعون دلوًا "

یعنی مرغی اگر گر کر مر جائے کنوئیں میں تو ستر ڈول اس سے پانی نکالا جائے اور علاوہ اس کے محمد بن حزیمہ وحجاج ابوعوانہ ومغیرہ بن شعبہ وابراہیم وغیرہ صحابہ نے کہا کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو چالیس ڈول پانی اس سے نکالا جائے اور ایک روایت میں بیس اور دس بھی ہے چنانچہ طحاوی ودار قطنی میں بروایت حضرت انس حدیث منقول ہے:

---

۱: ان تمام مسائل کی تشریح اور تفسیر واضح طور پر بدلائل جلد سوم میں مسطور ہے اور فرقہ غیر مقلدین کے اس بارہ میں جس قدر دلائل ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور متروک و منسوخ ہیں۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

" عن النبي انه قال في الفارة دارقطني وتقويم اذا مالت في البئر واخرجت من ساعتها ينزع منها عشرون دلوا "

یعنی جب کنوئیں میں چوہا مرے اور اسی گھڑی نکالا جائے اس سے بیس ڈول پانی نکالا جائے اور دارقطنی و بیہقی و عبدالرزاق وطحاوی نے حدیث بایں طور نقل کی ہے۔

"حدثنا ابوعبدالله ابن القوام عن سعيد بن محرمة عن ابن عباس ان زنجيا وقع في زمزم فمات فانزل اليه رجلا ثم قال انزعوا ما فيها من الماء الخ ايضا عن ابن عباس وابن زبير انهما افتيا بنزع البئر كلها حين مات زنجي في بير زمزم "

(اخرجه الطحاوي)

یعنی حضرت ابن عباس وابن زبیر سے روایت ہے کہ ایک زنگی چاہ زمزم میں گر کر مر گیا، پس اتارا ایک آدمی کو اس کی طرف پھر فرمایا پانی نکالو اس سے ...... الخ۔ پس جب فتویٰ دیا حضرت ابن عباس وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے تو اس وقت کسی اصحابی نے انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے:

" الماء طهورٌ لاينجسه شئ "

حدیث پیش کی، باوجودیکہ کثرت جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجود تھی اور علاوہ اس کے نہ تو کسی تابعین وتبع تابعین وجمہور صحابہ سے اس کا انکار ثابت ہوا ہے چنانچہ ابن مدینی استاذ امام بخاری صاحب نے کہا ہے:

" فامر ابن عباس وابن زبير بنزع الماء كله بحضور الصحابة ولم ينكر منهم احد فيكون حديث القلتين مخالفاً للاجماع "

یعنی حدیث قلتین کی مخالف اجماع صحابہ کے اس لئے ہوئی کہ روبرو صحابہ کے ابن عباس وابن زبیر نے فتویٰ دیا تھا پھر کسی اصحابی نے انکار نہ کیا، لہذا یہ حدیث مخالف اجماع صحابہ کے ہوئی اور علاوہ ازیں اس حدیث میں اضطراب بھی ہے اور کہا ابن حزم نے:

" لا حجة لهم في حديث القلتين لانه ﷺ لم يحده مقدار القلتين "

یعنی حضور اعلیہ السلام نے مقدار قلتین کی بیان نہیں کی اور بعض روایتوں میں دو قلہ تین قلہ چالیس قلہ اور کوئی چالیس قرب بھی روایت کرتا ہے، اڑھائی مشک قلتین کا اندازہ کسی حدیث صحیح کو چھوڑ کر بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہ ہوگا اور حدیث:

" الماء طهور لاينجسه شئ "

یعنی پانی کو کوئی شے ناپاک نہیں کرتی الخ، اگر اس سے خاص بیر بضاعہ مراد لیا جائے تو وہ ایک کنواں جاری پر نالہ تھا جس سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اگر اس سے عموم مراد لیا جائے تو صحیحین کی حدیثوں سے منسوخ ہے جس میں پیشاب کی

ممانعت، ہاتھ ڈالنے کی نہی وارد ہے، وھو ھذا:

" لا یبولن احدکم فی المآء الدائم الذی لایجری الخ ثم لا یتوضا منه او یشرب "

اور ایک روایت میں:

"لایغتسل احدکم فی المآء الدائم وھو جنبٌ"

یعنی پانی کھڑے میں نہ پیشاب کرنا چاہئے اور نہ اس سے وضو کرنا چاہئے اور اگر جنبی نے غسل کرنا ہو تو پانی اس سے لے کر الگ بیٹھ کر نہائے۔ ایضاً:

" لایغمسن یده فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثاً"

یعنی جو شخص تم سے بیدار ہو پھر ہر گز نہ ڈالے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ دھولے ان کو تین بار کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ رہا کہاں ہاتھ اس کا رات کو اور بعض علمائے دین نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اس کنوئیں کی کیفیت صحابہ نے بیان کی تھی تو اس وقت بالکل صاف تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ راوی کا کہنا کہ اس میں گوشت کتوں کا اور لتے حیض کے ڈالے جاتے تھے یہ بالکل خلاف عادت انسانی کے ہے، کیونکہ مسلمان اور منافق اور کافر بھی اس بات کو ناپسند کرتا ہے، پھر اصحاب کبار تابعین ایسا کام کب کر سکتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نشیب جگہ پر تھا اس میں خود پلیدی واقعہ ہو کر دوسری طرف سے خارج ہو جاتی تھی۔ غرض کہ اس حدیث پر جمہور صحابہ نے عمل نہیں کیا اور حدیث میں ہے:

" ان المسلم لاینجس " ایضاً " ان الارض لاینجس "

یعنی آدمی جنبی مسلمان نجس نہیں ہوتا اور زمین نجس نہیں ہوتی، پس اس حدیث کے معنی بھی وہی

" المآء طھورٌ لاینجسه شیءٌ "

کے معنی ہوئے باقی حال شرح طحاوی و فتح المبین میں دیکھو، فقط۔



☆☆☆☆☆

# بحث شیعہ

"والسلام علی من اتبع الھدی"

## اما بعد :

خاکسار ابوالمنظور نظام الدین ملتانی قادری سروری مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکت میں گذارش کرتا ہے کہ شیعہ صاحبان کا دلی مقصود ہمیشہ سے ہی چلا آیا ہے کہ وہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل حقہ اور ان کی خلافت راشدہ کے انکار میں ہزارہا اوراق سیاہ کریں اور اپنے اباطیل پر طرح طرح کے ملمعے چڑھا کر حق کی جانب جانے والوں کی سدراہ بنیں اور اپنی من گھڑت خلافت بلافصل پر جھوٹی خوشی کے نقارے بجائیں مگر ان کو اب تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کی اوراق گردانی تو کرلی ہوتی پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ راستی پر کون ہے اور کذب وافتراء پر کون۔ ان کا من گھڑت خلافت بلافصل پر اڑے رہنا اور اپنی کتابوں کو طاق پر رکھے رہنا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض ان کا گوشہ نشین بن کر دیواروں پر جابجا آہنی تختیاں تارکول سے سیاہ کر کے ان پر سفید حروف سے خلافت بلافصل کی خود ساختہ روایت کو کندہ کرتا پھرتا ہے اور کلمہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کو شامل کر کے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے تاکہ دل کے کچے دام میں پھنس جائیں اور ان کو اپنا ہم پیالہ وہم نوالہ بنا کر اصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سب وشتم سے کام لیں اور اپنے سینوں کو جو اصحاب ثلاثہ کے ساتھ حسد اور بغض کی آگ سے جلے بھنے رہتے ہیں، ٹھنڈے کریں اور خود تراش کردہ روایت غدیر(۱) پر سرتاپا زور دے کر اس کی صداقت کا گیت گائیں اور اپنی من گھڑتوں پر اڑے بیٹھے رہیں۔ یہ ہے ماہیت حضرات شیعان پاک کے مذہب کی۔



۱: "فلما خرجوا من عنده علیه السلام فی مرضه وبقی عنده العباس " الفضل وعلی واهل بیته خاصة فقال له العباس یارسول الله ﷺ ان یکن هذا الامر فینا مستقراً من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب علیه فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی "

یعنی آپ کی مرض الموت میں تمام حاضرین پوچھنے کے لئے حاضر ہو کر نکلے اور باقی حضرت عباس وفضل وعلی واہل بیت رہے اور عباس بولے کہ امر خلافت بعد آپ کے ہم کو ملے تو آپ اس کی بشارت دیں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم بازر ہیں گے تو پھر ہم کو وصیت فرمائیے، تو آپ نے فرمایا کہ تم بوجھ اٹھانے سے میرے بعد عاجز ہو، کیا حضرت عباس کو واقعہ خم غدیر کا یاد نہ تھا کہ حضور کے سامنے خلافت کے بارہ میں سوال کیا۔

## مسئلہ: ﴿ثبوت حق خلافت اصحاب ثلاثہ﴾

ہم یہاں پر شیعوں کی کتابوں سے مختصر طور پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور خلافت حقہ کا ثبوت دیتے ہیں، وہو ہذا، چنانچہ کتاب نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۸ پر خط امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنام حضرت امیر معاویہ بایں طور تحریر ہے:

"ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرٍ وعمر وعثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل سموہ اماماً کان ذٰلک للہ رضی فان خرج عن امرھم خارج بطعنٍ او بدعۃٍ ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی قاتلوہ علیٰ اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ماتولی والعمری یامعاویۃ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرأ الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃٍ عنہ الا ان تتجن مابدلک والسلام"

یعنی بے شک میری اس قوم نے بیعت کی ہے کہ جس نے ابوبکر الصدیق وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی، اب کسی شخص حاضر اور غائب کو اختیار نہیں کہ اس کی تردید کرے، کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین وانصار کے حکم سے مضبوط ہو چکا ہے جس شخص کو انہوں نے کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے، پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کرے پھر لاؤ اس کو جس امر سے بھاگا۔ پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اس کو مومنوں کے راستے کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں پھر پہنچادے گا اس کو اللہ پسندیدہ بات پر اور قسم ہے مجھے عمر بخشنے والے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے بیان کرے تو پائے گا تو مجھے بری تمام آدمیوں سے خون عثمان کے سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلا لیتا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پائے۔ والسلام فقط۔

دوسرا خط امیر المومنین کا جو حضرت امیر معاویہ کے دو خطوں کے جواب میں لکھا تھا وہ یہ ہے:

"اما ما ذکرت منازل الخلفاء وفضائلھم فنقول نحن وجدنا افضلھم فی دین اللہ ابابکر العتیق والصدیق ثم عمر الفاروق الذی لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منہ الملٰئکۃ ولعمری ان مکانھم فی الاسلام لعظیم فرحمھم اللہ الخ"

(اصفہانی شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ، مولوی سلطان المحمود)

شیعہ یعنی اے معاویہ! تو مجھے مراتب وفضائل خلفاء کے یاد دلاتا ہے ہم نے دین کے جاری کرنے میں جملہ خلفاء سے افضل حضرت ابوبکر عتیق وصدیق کو پایا ہے پھر حضرت عمر میں جو جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، پھر حضرت عثمان ذوالنورین ہیں جن سے ملائکہ مقربین بھی حیاء کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ

اسلام میں خلفائے مذکورین کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں، آمین۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یاد دلانا تیرا پس خدا کی قسم ہے اصل قاتلین تو دار عثمان میں ہی قتل کے گئے تھے اور وہ دونوں کیر وہ سوا ان ہیں اور ماسوا ان کے محاصرین وغیرہ نے توبہ کر لی ہے اور تو میری بیعت سے انکار مت کر۔

اور تحفۃ الشعریہ مطبع یوسفی مقصد اول صفحہ ۲۴۷ بروایت کشف الغمہ نقل از مجمع الاحناف ہے:

"سئل الامام ابوجعفر علیة السلام من حلیه السیف هل یجوز فقال نعم قال حلی ابابکر الصدیق سیفه' فقال الراوی اتقول هکذا فوثب الامام علی مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یکن له الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا و الاخرة"

حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آیا تلوار کو زیور سے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا آپ نے ہاں ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا زیور سے پس کہا راوی نے آیا تم کہتے ہو ایسا یعنی کہ آپ بھی ابوبکر صدیق کہتے ہیں پس اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے پس آپ نے تین دفعہ کہا ہاں میں کہتا ہوں صدیق پس جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہے اور نہ جانے نہ سچا کرے اللہ اس کے قول کو دنیا و آخرت میں یعنی ان کی صدیقیت کا منکر دونوں جہان میں جھوٹا ہے اور جھوٹے کی سزا خدا کے نزدیک لعنت (۱) ہے۔

## فیصلہ باغِ فدک

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ مال انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ الفصل والجہل باب صفت العلم اصول کافی صفحہ ۱۷ بروایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور اس کی شرح شافی میں ہے:

"ان الانبیاء لم یرثوا درهما و لا دینارا و انما یرثوا من احادیثهم فمن اخذ بشیء منها فقد اخذ حظاً"

"یعنی از انبیاء ہرچہ ترکہ است دراں ترکہ حکم نیست"

اور کتب فریقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے خلیفہ اول کو بذریعہ قاصد طلب کر کے روبرو اپنے زوج وابن عباس کے درباره باغ فدک گفتگو کی اور خلیفہ اول نے ان کے جواب میں یہ حدیث بیان کی:

"قال قال رسول الله ﷺ لا نورث و لا نوث ماتر کناه صدقة"

اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور سے بھی سنی ہے یا نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک ہم نے سنی ہے تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا اور کتاب شیعہ نہج الکرامۃ شیخ ابن مظہر علی نے لکھا ہے کہ خاتون جنت کے

1 مفصل ذکر خلاف اصحاب ثلاثہ کا حقیقت مذہب شیعہ اور جلد چہارم سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ

وعظ پر خلیفہ اول نے باغ لکھ کر واپس کر دیا، وہ ہو ہذا:

"لما وعظت فاطمة ابابكرٍ في فدك كتب لها كتاباً"

اور کتاب شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ اول سے روایت کی وہو ہذا:

"وغضب عليّ عليه السلام في بيعت ابي بكرٍ وقال ما غضبت الا في المشورة وانا لنرىٰ ابابكرٍ احق الناس لها ام لصاحب الغار وانا لنعرف له سنهٗ ولقد امره رسول الله ﷺ بالصلوٰة وهو حيٌ الخ"

حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں اظہار ناراضگی فرمائی اور کہا یہ اس واسطے ہے کہ میں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے حقدار ہیں یا واسطے صاحب ہونے غار کے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ عمر میں بڑے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک میں ان کو لوگوں میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

## اصحاب ثلاثہ کا با ایمان ہو کر داخلِ خلد ہونا

﴿ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ الخ ﴾

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا۔

اور علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) منافق ہو کر فوت ہوئے اس کے جواب میں یہی ایک آیت کافی ہے اور وہ یہ ہے:

﴿ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ☆ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا "

یعنی البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ جو بیچ دل ان کے لئے بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جائیں اور قتل کئے جائیں خوب قتل کرنا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شیخین رضی اللہ عنہما کے ایمان کامل اور باایمان فوت ہونے پر یہ قول ہے:

" هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق وماتا على الحق رحمهما الله تعالىٰ في يوم القيامة "

(۱) کتاب احقاق الحق شیعہ

یعنی وہ دونوں امام عادل تھے، (ابو بکر صدیق وعمر فاروق) صاحب انصاف دونوں حق پر تھے اور دونوں حق پر مرے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

**سوال:** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کس قدر تھی، کتب شیعہ سے جواب دو؟

**جواب:** تین بیٹے اور چار بیٹیاں، چنانچہ اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور باب مولد النبی ﷺ صفحہ ۲۷۸ تصنیف امام محمد بن یعقوب کلینی میں بایں طور لکھے ہیں:

"وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنةً فولد له' منها قبل المبعث القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له' بعد المبعث الطيب والطاهر والفاطمة عليها السلام"

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا خدیجہ سے جب آپ کی عمر مبارک قریباً ۲۵ سال کی تھی اور آپ کی اولاد پہلے نبوت کے خدیجہ سے قاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم ہوئے اور بعد از نبوت حضرت طیب وطاہر وفاطمہ پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسی طرح کتاب نخبۃ الاخبار صفحہ ۳۰۶ مطبع مین الطبوض اور کتاب جد تحقیق صفحہ ۸ میں بعینہ اسی طور لکھا ہے، شرف دامادی میں حضرت عثمان اور حضرت علی شریک ہیں، کیونکہ ان کو پیغمبر خدا ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں، کہ وہ دونوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں۔ الخ۔

(نقل از انصاف صفحہ ۵۹)

## غیر مقلدوں کے خیالات کی (۱) تردید

افسوس اس ملک ہندوستان میں غیر مقلدین فرقہ محدثہ نے اس قدر احناف کی مخالفت میں کتابیں طبع فرمائی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ہر ایک ایماندار ذی شعور کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور الاماں کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدھ رسالہ بطور نمونہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) بوئے غسلین از قطرات عشرین اور دوسرا بوئے سرگین، ان تمام میں ائمہ دین مجتہدین متقدمین ومتاخرین سلف صالحین پر طعن وتشنیع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا اور اپنے زعم میں عالم وفاضل واہل حدیث ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا خدا کی پناہ ایسے اہلحدیثوں سے اور جو کچھ کہ ان کی زبان سے نکلا، چند جملات ان کے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے اور وہ یہ ہیں: اول فقہ حنفیہ کو جلا دینا چاہئے، دوم کتب اصول فقہ حنفیہ وغیرہ کو

1 شیعہ لوگوں کا مفصل ذکر حقیقت مذہب شیعہ وبم کا گولہ بر رافضی ٹولہ میں مطالعہ کریں۔
خادم شریعت ابو المنظور عفی عنہ

زمین کھود کر دفن کر دینا چاہئے، سوم حضرت عمر فاروق کی طرح متداولہ کتب کو جلانا چاہئے، چہارم کتب متداولہ من الناس کے پڑھنے سے ایمان بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ پنجم حنفی لوگ صحابہ کرام کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے جس قدر اجمیر کے مجاوروں کی جاتی ہے۔ ششم امام صاحب کے نزدیک مشت زنی واجب اور سود لینا غلام سے مولا کو جائز اور سؤر کے بال پاک اور محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرنے سے حد لازم نہیں آتی اور ان کے نزدیک شراب حلال، کتے کے چمڑے پر نماز پڑھنا جائز، امام صاحب لاعلم تھے چند حدیثیں جانتے تھے اور امام صاحب مرجیہ تھے ...... الخ علیٰ ہذا القیاس۔ کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ، پاکاں دہد

بندہ نے بفضل خدا تعالیٰ در جواب "بوئے غسلین از قطرات عشرین" کتاب "جرعہ غسلین در حلق غیر مقلدین" تیار کی ہے اور اس جگہ صرف فرقہ محدثہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہئے ان میں ضعیف اور بناوٹی باتیں ہیں اور بہت سے مسائل امام صاحب نے برخلاف قرآن و حدیث بیان کئے ہیں اور امام صاحب بھی مرجیہ تھے تو اس بارے میں عرض ہے کہ بالفرض آپ کی بے ثبات باتوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر فرمائیے کہ آسمانی کتاب کے علاوہ کونسی کتاب ہے کہ جس پر عمل کیا جائے، اگر کہو کہ سب صحاح ستہ صحیح ہیں کہ ان پر اجماع مومنین ہو چکا ہے تو میں (۱) کہتا ہوں کہ یہ بات بھی من گھڑت ہے اور بے دلیل کیونکہ اول تو اجماع مسلمین سے آپ پہلے ہی دست بردار ہو چکے ہیں اور کوئی حدیث بھی ان کے صحیح ہونے پر شاہد نہیں اور نہ ہی ان پر اجماع مومنین کا ہوا ہے اور نہ ہی کتب صحاح ستہ ضعف سے خالی ہیں، شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے:

"ان الرجال الذین تکلم فیھم من الرجال مسلم اکثر عدداً من الرجال الذین تکلم فیھم من رجال البخاری الخ"

یعنی وہ رجال بخاری کے جن میں کلام کی گئی ہے وہ مسلم کے رجال سے زیادہ ہیں اور علامہ ملا علی قاری نے اس مقام پر یوں تشریح فرمائی ہے:

"فان الذین انفرد البخاری بھم اربع مائۃ وخمسۃ وثلثون رجلا والمتکلم فیھم بالضعف نحو

۱: اور مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۲۱۱ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم کی صحت پر اجماع نہیں چونکہ اس میں راوی قدریہ، مرجیہ و رافضی و خارجی اور لامذہب اور بدعتی لوگ ہیں جن کی بات پر اعتماد رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا اور یہی فیصلہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اگر کسی صاحب نے بخاری و مسلم کا پورا حال دیکھنا ہو تو جرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔

خادم شریعت

من ثمانین رجلا والذین انفرد بهم مسلم ست مائة وعشرون رجلا والمتکلم فیه منهم مائة وستون رجلاً علی الضعف کذا ذکره البخاری فی شرح الفیة العراقی"

(نقل از فتح الباری)

یعنی جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) آدمی ہیں۔ جن میں قریباً اسی آدمی ضعیف ہیں اور جن سے مسلم نے روایت کی ہے وہ چھ سو بیس آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک سو ساٹھ آدمی ضعیف ہیں اور علاوہ ان کے ترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہا کتب احادیث کا تو ذکر ہی کیا صرف بخاری ومسلم شریف کا حال ملاحظہ فرمایئے، ان میں ایسی ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے ذکر کرنے سے انسان کو شرم آتی ہے چنانچہ کہانی بندر کی اور بدوں انزال صحبت کرنے ساتھ عورت کے غسل کا لازم نہ ہونا اور صحابہ کا متعہ کرنا اور اصحاب ثلاثہ کا باہمی جھگڑا اور حضور پر ام المومنین کا ناراض ہونا اور حضور کا پانی نجس کو استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ فرمایئے کہ کیا یہ تمام باتیں بناوٹی نہیں یا خلاف قرآن مجید نہیں؟ اور ان کے سوا بخاری و مسلم میں ایک بڑی جماعت فرقہ شیعہ وقدریہ جہمیہ وخارجیہ ومرجیہ کی بھی ہے جن سے انہوں نے روایت کی ہے، کیا اب معترضین کفال کے مطابق ان تمام صحاح ستہ کو جلا دینا چاہئے یا خندق کھود کر دفن کر دینا چاہئے کیا ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے، **نعوذ باللہ من ذلک**، ایسا تو کسی مسلمان کا حوصلہ نہیں پڑتا اور نہ ہی کوئی مسلمان کتب فقہ کے بارہ ایسا خیال کر سکتا ہے:

نباشد نکتہ گیری آدمیّت  که کار سگ بود آہو گرفتن

اور اگر کہو کہ ان میں کوئی حدیث ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ تمام صحیح اور قابل عمل ہیں تو اگلی پچھلی باتیں سب کھل جائیں گی پس ہمارا منہ نہ کھولو، لو صرف اس جگہ اظہار حق نہ بطور سوئے ظن چند راوی بخاری ومسلم کے نقل کر دیتا ہوں اور ایک ایک حدیث بھی نقل کر دیتا ہوں، تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے، نقل کفر کفر نباشد، بخاری شریف کے شیعہ راوی

(۱) اسماعیل بن ابان شیعہ دیکھو کتاب تہذیب التہذیب جزو اول (۲) خالد بن مخلد الغلو اکی شیعہ کتاب ایضاً جزو ثالث (۳) سعید بن عمرو جزو رابعہ کتاب ایضاً (۴) جریر بن عبد الحمید جزو ثانی کتاب ایضاً (۵) سعید بن فیروز جزو رابعہ کتاب ایضاً

بخاری شریف کے قدریہ راوی:

(۱) ثور بن یزید ثقہ تو ہے لیکن اس کے قدریہ ہونے میں کسی کو شک نہیں، تہذیب التہذیب جزو ثانی (۲) حسان بن عطیہ المحاربی قدریہ تھا وزکریا بن اسحاق قدریہ تھا، کتاب ایضاً جزو ثالث (۳) حسن بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثانی (۴) سعید بن عبد العزیز قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثالث (۵) عبد اللہ بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو۔

بخاری شریف کے جہمیہ راوی:

(۱) ابشیر بن فسری جہمیہ تھا کتاب میزان الاعتدال صفحہ ۴۸ (۲) قطر بن خلیفہ کتاب تہذیب التہذیب جز و ۵ (۳) یحی بن صالح ابو حاظی جہمی تھا کتاب ایضاً و علی بن الجود جہمی تھا کتاب ایضاً بخاری شریف کے راوی جو حضرت علیؓ کے دشمن تھے اسحاق بن سوید العدوی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا کرتا تھا، کتاب ایضا جز و ثانی (۳) حصین بن الواطی کتاب ایضاً جز و (۴) قیس بن ابی حازم کا بھی یہی حال تھا، کتاب ایضاً جز و ۸۔

بخاری شریف کے خارجی راوی:

(۱) عکرمہ مولیٰ بن عباس خارجی تھا، تہذیب التہذیب جز و سابع (۲) ولید بن کثیر خارجی تھا کتاب ایضاً جز و ۱۱ (۳) عمران بن حطان خارجی تھا کتاب ایضاً جز و ۸ (۴) داؤد بن الحصین شراۃ کا مذہب رکھتا تھا کتاب ایضاً جز و ثالث

بخاری شریف کے مرجیہ راوی:

(۱) شبابہ بن سوار الفزاری مرجیہ تھا، تہذیب التہذیب جز و رابعہ (۲) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی مرجیہ تھا کتاب ایضاً جز و ۱ (۳) عثمان بن غیاث البصری مرجیہ تھا، کتاب ایضاً جز و ۷ (۴) عمر بن ذر الہمدانی مرجیہ تھا کتاب ایضاً جز و ۷ (۵) محمد بن خازم ابو معاویہ القریری مرجیہ تھا کتاب ایضاً جز و ۱۱ (۶) یونس بن ابی بکر مرجیہ تھا کتاب ایضاً جز و ۱۱ (۷) ابراہیم نعیمی مرجیہ تھا وسالم بن عملان وقیس بن المسلم الجدلی وخالد بن یحی بن صفوان وبشیر بن محمد السختیانی وابراہیم بن طہمان تقریب التہذیب جز و اول۔ ایوب بن عائذ الطائی کتاب الضعفاء الصغیر البخاری صفحہ ۵ اور امام بخاری کے استاذ سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی بھی دونوں مرجیہ مذہب کے تھے جن کے ذکر سے بخاری وغیرہ کتب حدیث بھری ہوئی ہیں دیکھو بخاری باب ظلم دون ظلم:

" حدثنا بشیر بن خالد قال حدثنا محمد عن شعبة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله رضی الله عنه لما نزلت الذین امنوا ولم یلبسوا یمانهم الخ "

پس اس میں سلیمان بن مہران وابراہیم نخعی دونوں کا ذکر موجود ہے۔

" حدثنا احمد بن ابی حریح قال حدثنا شبابة الخ "

(باب الصلوة علی نفساء)

" حدثنا محمد بن خلف ابی بکر قال حدثنا ابی یحی الحمانی "

(بخاری حسن الصوت بالقرآء)

" وحدثنا ابونعیم قال حدثنا عمر بن ذرا الخ "

(بخاری اذا دعی الرجل فجاهل البستان)

" حدثنا ورقاء عن ابی نجیح الخ "

(بخاری الشک ۵۸)

مسلم شریف کے ضعیف راوی:

(۱) احمد بن عبد الرحمٰن بن وہب کا حافظہ اخیر میں خراب ہو گیا تھا۔ تقریب صفحہ ۲ (۲) ابان بن تغلب یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ تقریب صفحہ ۱۱ (۳) ابراہیم بن مہاجر بن جابر کا حافظہ خراب تھا۔ تقریب صفحہ ۱۹ (۴) ابراہیم بن یوسف ابن اسحق نہایت وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۱۷ (۵) اسحاق بن منصور السلولی اس میں شیعہ ہونے کا کلام ہے۔ تقریب صفحہ ۲۳ (۶) اسماعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا۔ تقریب صفحہ ۲۴ (۷) اسماعیل بن زیاح مجہول۔ تقریب صفحہ ۲۴ (۸) اسماعیل بن عبد اللہ زبانی بیان کرنے سے خطا کیا کرتا تھا۔ تقریب صفحہ ۳۵ (۹) اسماعیل بن ابی کرایہ شیعہ اور وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۳۵ (۱۰) اشعث بن سور الکندری ضعیف۔ تقریب صفحہ ۲۷ (۱۱) الغرض جب بخاری و مسلم کا یہ حال ہے تو پھر کس لئے ان کو پایہ اعتبار سے ساقط تصور نہ کیا جائے گا، جواب دو اور باقی صحاح ستہ کا حال دوسرے جلد میں واضح کر دیا گیا ہے اور اگر کسی کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو کتاب الجرح البخاری واقوال الصحیحہ واخبار اہل فقہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ صفحہ ۶ کو بھی مطالعہ کرے۔

## مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

(منقول صفحہ ۲۷ کالم ۲، اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۶/۹ ستمبر ۱۹۱۰ء، ۱۳۲۸ھ رمضان المبارک ۱۱/۴)

**س نمبر ۲۵۱:** ایک شخص نے اپنے جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کی اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا، اب علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں، نکاح ہوا یا نہ، لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا، اس کے شوہر پر نان و نفقہ واجب ہو گا یا نہ۔

**ج نمبر ۲۵۱:** (بحکم لَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ) حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہو گا، بچہ بھی صحیح النسب فقط۔ صاحبان یہ ہی اعتقاد مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد فتاویٰ نظامیہ یعنی سلطان الفقہ میں درج ہیں۔

## غیر مقلدوں سے خیر خواہی

(مکہ شریف کے جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ جس کی نقل بعینہٖ یہاں تحریر کی جاتی ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ حامداً و مصلیاً

**اما بعد:** بندہ عاجز سید محمد نذیر حسین متبع سنت والجماعت عقیدۃً فعلاً اور اس کے سوا جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں اور موافق مذہب حنفی کے فتویٰ دیتا ہوں اور حنفی المذہب ہوں:

"وتبت ما احطات وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا و مولنا محمد والہ واصحابہ اجمعین"

راقم سید نذیر حسین بقلم خود ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ

# ﴿حصہ پنجم﴾

## از فتاویٰ:

## مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت **نظام الدین** صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

**سوال:** قرآن مجید میں کتنے فیصلے اور کتنے احکام ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قران وحدیث شریف سے کتنے مسائل استنباط کئے ہیں؟

**جواب:** قران مجید میں صرف تیرہ فیصلے ہیں، جو خداوند عالم نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے دریافت کرنے پر معلوم کرائے جیسے:

﴿ویسئلونک عن المحیض﴾

وغیرہ اور قرآن مجید میں صرف پانچ سو احکام ہیں اور احادیث شریف میں آنحضرت ﷺ کے تین ہزار مسائل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اسی طرح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اور اجماع صحابہ وتابعین وغیرہ سے چند مسائل ثابت ہیں، یہ کل مسائل چار ہزار کے اندر ہیں، غور کرو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کے سوائے پانچ لاکھ مسائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اپنے قیاس سے استخراج کئے، جن کے تراسی ہزار قواعد کلیہ ہیں، ان تمام مسائل کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر الروایت میں جمع کیا اور پانچ لاکھ مسائل ہدایہ ووقایہ وکنز الدقائق وغیرہ فقہ میں درج ہیں۔

(نقل از کتاب تفریح الاولق صفحہ ۳۶۲)

**سوال:** قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟

**جواب:** کتاب فتح المبین کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ماخذ فقہ کا قرآن مجید وحدیث شریف ہے۔ پس فقہ وحدیث میں فقط تغایر اسمی ہے، مسمی ایک ہے یا فرق اجمال وتفصیل کا ہے۔ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے یا کلیات اور جزئیات کا فرق ہے، مدعا ایک ہے۔ غرض اس قسم کی مغایرت حقیقت مغایرت سے نہیں علی ہذا القیاس۔

فقہ شافعی ومالکی وحنبلی بھی ہرگز قرآن وحدیث کے مخالف نہیں، بے شک حنفیہ کے نزدیک اس حدیث پر چلنا جائز نہیں جو مؤول اور منسوخ ہو گو وہ بخاری ومسلم میں کیوں نہ ہو۔

**سوال:** دین اسلام میں اصول کتنے ہیں؟ اور منکر اجماع امت وقیاس مجتہد کس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے؟

**جواب:** دین اسلام میں چار اصول ہیں:

(۱) قرآن مجید (۲) حدیث شریف (۳) اجماع اُمت (۴) قیاس مجتہد

جیسا کہ توضیح تلویح وغیرہ کتب دینیہ میں مذکور ہے:

" الادلة الشرعية على اربعة اركان الكتاب ثم السنة ثم الاجماع ثم القياس "

ادلہ شریعت چار ہیں:

(۱) کتاب (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس

اور اجماع وقیاس مجتہد کا ثبوت قرآن مجید واحادیث شریف سے ثابت ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا "

(سورۃ النساء پارہ پنجم)

اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی اور چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ تو ہم اس کو چلائے جائیں گے اسی راستہ پر جس پر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور مشکوۃ جلد اول کتاب العلم فصل ثانی بروایت عبداللہ ابن عمر بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

'' قال قال رسول الله ﷺ العلم ثلثة اية محكمة اوسنة قائمة او فريضة عادلة ''

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ علم تین ہیں جن کا ماننا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے۔ اول آیت مضبوط، دوم سنت یعنی حدیثیں، سوم فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت وقیاس مجتہد اور اسی حدیث کے حاشیہ پر غیر مقلد صاحب مہداۃ صفحہ ۳۶ میں بایں طور لکھتے ہیں اور وہ بعینہ عبارت یہ ہے:

'' یعنی فریضہ عادلہ اشارہ ہے جو اجماع اور قیاس جو کتاب اور سنت سے نکلا ہو فریضہ اس کو اس لئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے جیسے کتاب اور سنت پر اور معنی عادل کے بھی یہی ہیں اور اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ اصول دین کے چار ہیں، کتاب وسنت واجماع جو ان کے سوا وزائد ہیں، انتھی ''

اور کتاب ترمذی ابن عمر سے مروی ہے:

" ان الله لايجمع امتي او قال امة محمد ﷺ على ضلالة "

یعنی فرمایا آپ نے میری امت نہ اکٹھی ہوگی گمراہی پر اور امام بخاری کتاب الاعتصام السنہ فضائل حرمین جلد ثانی میں بھی بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں:

"باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی الاتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرمان مکة والمدینة ــــ الخ"

یعنی ذکر کیا نبی علیہ السلام نے اور ترغیب دی اہل علم پر کہ جس پر اجماع کیا حرمین مکہ اور مدینہ والوں نے اور اس کے حاشیہ پر علامہ کرمانی نے اس طرح لکھا ہے:

"وقال مالک اجماع اهل المدینة حجة"

یعنی کہا امام مالک نے کہ اجماع اہل مدینہ والوں کا دلیل شرعی ہے اور اس کا انکار کرنا محض جہالت ہے اور قیاس مجتہد کا ثبوت بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے، وھو ہذا:

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

یعنی بعد ذکر کرنے قصہ کفار کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو اور اس کے تحت میں بڑے بڑے علمائے دین ومفسرین مانند فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور صاحب مدارک ومعالم بایں طور تفسیر بیان کرتے ہیں:

"فاتعظوا بحالهم فلا تعذروا ولا تعتمدوا علی غیر الله سبحانه واستدل به علیٰ ان القیاس حجة"

یعنی نصیحت پکڑو حال ان کے سے اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا اور نہ عذر کرو اور نہ بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی پر یہی دلیل ہے قیاس مجتہدین پر اور سورۂ انبیاء میں ارشاد ہے:

﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ☆ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾

اور یاد کرو تم داؤد اور سلیمان کو جب دونوں فیصلہ کرنے لگے ایک کھیت کے بارے میں جب شب کے وقت اس میں چر گئیں کچھ لوگوں کی بکریاں ہمارے روبرو تھا اور ہم نے فیصلہ سمجھا دیا سلیمان کو اور ہر ایک کو عطا کیا تھا ہم نے حکم یعنی پیغمبری اور علم یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت آ کر ایک قوم کی کھیتی کو کھا گئیں اور یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا۔ آپ نے کھیتی والوں کو بکریاں دلوا دیں اور جب یہ امر حضرت سلیمان علیہ السلام پر واضح ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے اس وقت تک نفع اٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی اصلی حالت پر نہ آ جائے اور حدیث صحاح ومعالم میں بایں طور مسطور ہے کہ دو عورتوں کے ہمراہ ان کے دو بیٹے تھے، اتفاقاً ایک عورت کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا، بعد میں انہوں نے سخت جھگڑا شروع کر دیا، آپس میں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ تم سے بیٹے و بھیڑیا لے گیا ہے، تب حضرت داؤد علیہ السلام نے لڑکا دونوں میں سے بڑی عورت کو دلوا دیا، فیصلہ کے بعد

جب ان ہر دو عورتوں کا گزر حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا تو آپ نے فرمایا چھری لاؤ تا کہ میں تمہارے درمیان اس بچہ کو برابر دو حصہ میں تقسیم کر دوں تب دوسری چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ خدا آپ پر رحم کرے ایسا نہ کریں، یہ اصل میں لڑکا بڑی کا ہے، یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلوا دیا ـــــ الخ۔ پس اے منکرین قیاس اب فرمایئے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے اور حدیثوں کی اور ٹھیک بات نہ نکلی تو اس کو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا اور علامہ قصوری کتاب توضیح الدلائل صفحہ ۲۵ بحوالہ دارمی و نسائی کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ قرآن مجید سے جواب دیتے، اگر قرآن میں نہ پاتے تو حدیث شریف سے، اگر حدیث میں سے نہ پاتے تو اجماع سے، اگر اجماع میں بھی نہ پاتے تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کرتے اور خود مولوی محمد اسماعیل نے رسالہ اصول فقہ میں لکھا ہے:

" الادلة الشريعة اربعة الكتاب والسنة والاجماع والقياس "

یعنی ادلہ شریعت چار ہیں، قرآن مجید و حدیث و اجماع و قیاس الخ اور صاحب نبراس نے بحوالہ کتاب عقد الجید لکھا ہے کہ جو شخص اجماع و قیاس کا منکر ہے وہ خارجی اور شیعہ ہے۔ وھو ھذا:

" من لا يقبل شهادته من المبتدعين لا يصح تقليد القضاء و كذا تقليد من لا يقول بالاجماع كالخوارج او بالاخبار الاحاد كالقدرية او بالقياس كالشيعة "

یعنی جو شخص اہل بدعت سے ہے اس کی شہادت اور اس کو قاضی بنانا بھی درست نہیں اور اسی طرح جو اجماع کا قائل نہیں اس کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں کیونکہ اجماع کا منکر مثل خارجیوں کے ہے اور جو اخبار احاد کا قائل نہیں وہ مانند شیعہ کے ہے، انتہی اور کتاب نبراس صفحہ ۴ بحوالہ کتاب مشکوۃ الانوار لکھا ہے کہ جو شخص ظاہر روایت پر عمل کرتا ہے وہ فرقہ باطل سے ہے اور فتح المبین صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ جو شخص قیاس مجتہد کا منکر ہے اس کو علمائے دین سے شمار نہ کیا جائے اور تہذیب الاسماء میں لکھا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے غرضیکہ فرقہ اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ اس فرقہ ضالہ سے اجتناب کرے۔

**سوال:** رتبہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا امام صاحب کو حدیث کا علم نہ تھا صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے صحیح ہے یا غلط؟

**جواب:** امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کئی وجوہات سے امام بخاری پر فضیلت رکھتے ہیں، امام بخاری نہ تو تابعی اور نہ تبع تابعین سے ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۶۱ یا ۸۰ ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں پیدا ہوئے، جو زمانہ خیر القرون تھا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

" خير القرون قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم الخ "

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دیکھنے والے اور تابعین تبع تابعین کے زمانہ کے ملنے جلنے والے لوگ بہتر ہیں

اور امام صاحب درجہ تابعی اور تبع تابعین ہونے کا رکھتے تھے کیونکہ آپ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درجہ کہاں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا اور تابعی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کا خواہ ایک لحظہ ہی زمانہ پایا ہو، خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ صحابہ اور ایک صحابیہ سے حدیثیں سنیں اور بعض صحابہ امام صاحب کے شروع جوانی تک زندہ رہے اور آپ نے ان کی زیارت کی اور جو آپ کی جوانی تک زندہ رہے وہ تین ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ ﷺ جن کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ (۲) سہل بن سعد جن کا انتقال ۹۱ھ میں ہوا (۳) ابوالطفیل بن واثلہ جن کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو کوئی اصحابی زندہ نہ تھا پس آپ کو کسی صحابی کی زیارت کہاں نصیب ہوئی، تیسری وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شہر کوفہ کے رہنے والے تھے جو دارالحدیث تھا اور جس میں ڈیڑھ ہزار صحابہ جلیل القدر نے سکونت اختیار کی اور جس میں ستر اصحاب اہل بدر میں سے داخل ہوئے اور یہ کوفہ وہ شہر ہے جس کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"رمح اللہ وسیف اللہ وکنز الایمان وجمجمة العرب ورأس الاسلام ووجوہ الناس"

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس شہر بخارا کے رہنے والے تھے جس میں کسی اصحابی کا قدم بھی نہیں پہنچا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش وتعلیم امام جعفر صادق ابن امام باقر رضی اللہ عنہما کی گود اور مجلس سے حاصل کی اور یہ رتبہ امام بخاری کو کہاں حاصل ہوا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار ہزار شیوخ (استاد) تھے۔ جن سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کا اور ان کے شاگردوں کا مفصل ذکر ان شاء اللہ تیسری جلد میں ہوگا۔ تعجب ہے کہ جو شخص ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اور بڑے بڑے صحابہ عادل وثقہ مثل حضرت اسود اور علقمہ، عطا وعکرمہ، مجاہد مکحول، حسن بصری سے روایت کی ہو اور خاندان اہلبیت سے فیض ظاہری اور باطنی حاصل کیا ہو، کیا ایسے شخص کو صرف سترہ حدیثیں ملیں اور ایک شخص جو ۲۰۰ھ میں ایک معمولی شہر بخارا میں پیدا ہوا اور جس نے کسی صحابی کو بھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی خاندان اہل بیت میں سے کسی کی صحبت میں سے کچھ فیض لیا اور گھر میں بیٹھے بٹھائے چھ لاکھ حدیثیں جمع کر لیں، اس بات کو کون صاحب عقل سلیم تسلیم کر سکتا ہے اور اب ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ کسی کو وسائل و ذرائع و مواقع حدیثوں کے جمع کرنے کا امورات مذکورہ بالا میں زیادہ تر دستیاب ہوا، اہل انصاف خود انصاف فرمالیں کہ امام صاحب کو جن کے صرف حدیث کے چار ہزار استاد ہیں کس قدر بے شمار حدیثیں یاد ہوں گی۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کا حافظہ بہت خراب تھا نہ مجتہد نہ امام نہ عالم، صرف زاہد اور عابد تھے

امام صاحب ثقہ نہیں ہیں بلکہ ضعیف ہیں اور مذہب ان کا مرجیہ تھا چنانچہ کتاب الانصاف مصنفہ غیر مقلد عبد الکریم صفحہ ۴۴ میں مذکور ہے۔

**جواب :** متعصبین ودشمنان ائمہ دین ومجتہدین کا یہ دستور ہے کہ حق بات کو چھپانا اور آگے پیچھے کی عبارت اڑا کر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور نکتہ چینی بزرگان دین کی کرتے رہنا۔

نباشد نکتہ گیری آدمیت　　　　کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دیکھو بڑے بڑے علمائے دین محدثین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تیار کئے اور آپ سے روایات لے کر کتابیں بنائیں اور آپ کے فیض ظاہری وباطنی سے معمور ہوئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد، محدث اور فقیہ زماں اور حافظ اور ثقاہت میں سب سے اعلیٰ ان کے ہم عصر محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے، وہ ہو ہذا:

"وقال علی بن مدینی ابوحنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وهشیم ووکیع بن الجراح و عباد بن العوام و جعفر بن عون وهو ثقة"

یعنی کہا علی بن مدینی نے کہ ابوحنیفہ ثقہ تھے، ان سے روایت کیا ہے سفیان ثوری وعبداللہ بن مبارک وحماد بن زید ووکیع بن جراح وعباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے۔

(خیرات الحسان صفحہ ۲۹)

اور کتاب خیرات الحسان ابن حجر مکی صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے:

"قال شعبة والله ان ابو حنیفه حسن الفهم جید الحفظ"

یعنی کہا امام شعبہ محدث علامہ نے کہ خدا کی قسم کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فہم میں بہت اچھے اور حافظہ میں بہت جید ہیں اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۱۸۸ میں بایں طور لکھا ہے:

"قال وقیل لیحی ابن معین یا ابابکر ابوحنیفة کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق"

کہا موصلی نے کہ سوال کیا ایک شخص نے یحییٰ بن معین سے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایات میں سچے تھے یا نہیں، کہا ہاں وہ صدوق تھے۔ اور ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں لکھتے ہیں:

"مرانه اخذ عن اربعة الاف شیخ من ائمة التابعین وغیرهم ومن ثم ذکره الذهبی وغیره فی طبقات الحفاظ من المحدثین　　الخ"

یعنی یہ بات گزر چکی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث اخذ کی ہے اس لئے امام ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے اور جو شخص قلت حدیث ان سے روایت ہونے کا بیان کرتا ہے۔۔

محض حسد کی وجہ سے ہے کیونکہ چند حدیثیں حاصل کرنے کے سبب سے اس قدر بے شمار مسائل استنباط نہیں کر سکتا
اور کتاب تقریب التہذیب صفحہ ۳۷۲ میں لکھا ہے:
" النعمان بن ثابتِ الکوفی ابوحنیفة الامام یقال اصله من فارسٍ ویقال مولیٰ بن تیم فقیهٌ مشهورٌ من السادسة مائة سنة خمسین علی الصحیح "
اور امام شیخ محی الدین نووی شارح صحیح مسلم نے روضۃ الطالبین میں بایں طور لکھا ہے:
" اما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتی اوجبوا تقلید واحدٍ من هؤلاءِ علی الامة ونقل امام الحرمین الاجماع علیه "
یعنی کہا علمائے دین نے کہ اجتہادِ مطلق ختم ہو چکا ہے ساتھ ائمہ اربعہ کے یعنی امام اعظم و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے۔ قیامت تک ان چار کے سوا مجتہد مطلق کوئی ہونے والا نہیں پس واجب ہے کہ تقلید ان چار میں سے ایک کی کرے اور حرمین شریفین نے اس پر اجماع قائم کیا ہے اور جو غیر مقلدین فرقہ ظاہریہ وہابیہ نے بحوالہ غنیۃ الطالبین و تاریخ بخاری میں لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ مذہب تھے اس لئے بخاری نے ان سے روایت نہیں کی افسوس معترض کے دل میں اتنا خیال بھی نہیں گزرا کہ میری چرپڑ اور بے معنی بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں

شیوۂ جور و ستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو! دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اگر امام بخاری وغیرہ نے اس لئے حدیثیں امام صاحب سے نہیں لیں کہ وہ مرجیہ مذہب تھے تو یہ کہنا محض غلط ہے کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے حدیثیں لی ہیں جن کا ذکر جلد اول کے ضمیمہ میں گذر چکا ہے اور خود امام بخاری کے استاذ کے استاذ مرجیہ تھے جن کے نام معترضین کو مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے:

ابن تیمی مرجیہ تھا۔
(کتاب بخاری باب ظلم دون الظلم)

عمرو بن مرہ مرجیہ تھا۔
(کتاب بخاری باب علامات حب اللہ عزوجل)

ذر ہمدانی مرجیہ تھا۔
(کتاب بخاری باب المتیمم هل ینفخ فیها)

ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کا حال بھی عنقریب لکھا جائے گا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دار قطنی و بخاری نے مرجیہ لکھ دیا تو آپ کے اور ان کے کہنے میں ان کی شان مبارک میں رائی کے دانہ برابر بھی کمی نہیں آ سکتی کیونکہ یہ اعتراض اور اتہام تو

حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر بھی متعصبین نے لگا دیا تھا، دیکھو کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۰ و میزان الاعتدال صفحہ ۹ جلد اول اور امام صاحب اس اتہام سے تو بالکل بری ہیں کیونکہ خود اپنی کتاب فقہ اکبر مترجم صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو گناہ ضرر نہیں کرتا اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اگرچہ بدکار ہو پھر گیا دنیا سے مسلمان اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں کقول المرجیۃ الخ، یعنی جیسا کہ مرجیہ لوگ کہتے ہیں الخ، اور کتاب عقود الجواہر المنفیہ جزو اول صفحہ العلامہ سید محمد مرتضی لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل خلاف رائے اور بے اصل ہے، اگر امام صاحب مرجی یا رائی ہوتے تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے کے برخلاف ہوتے، حالانکہ تمام متفق ہیں اور ایک دو شخص کی بات اتنی مخلوقات کے مقابلہ میں کب تسلیم ہو سکتی ہے۔

" ولم يصدق في دعواه حتى ان الصلوة عند ابي حنيفة خلف المرجية لاتجوز الخ "

یعنی اس کو اپنے دعویٰ میں سچا نہ تصور کیا جائے گا یہاں تک کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں اور امت کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ امام اعظم ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے۔ پس یہ اتہام امام صاحب پر متعصبین کا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری و دار قطنی وغیرہ نے امام صاحب کو مرجیہ مذہب میں گنا ہے تو یہ کہنا ان کا چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ لوگ ان کے ہم زمانہ و ہم طبقہ نہیں ہیں کوئی تیسری صدی اور کوئی چوتھی صدی کا ہے اور یہ محض ان کی سنی سنائی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں چنانچہ کتاب الاقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۲ بحوالہ کتاب شرح مواقف و کتاب ملل نحل میں لکھا ہے کہ یہ اتہام فرقہ خارجیہ و معتزلہ وغیرہ دشمنان نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگا دیا ہے جیسے کہ عستان کوفی و ابن زہو یہ و ابن قتیبہ و جابر جعفی و خطیب بغدادی اور حالانکہ جابر جعفی وغیرہ کاذب و متعصب ہیں چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۲۸۰ اور کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۵۶ اور ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان صفحہ ۲۶ و ۶۷ میں لکھا ہے کہ یہ محض بے اصل اور افتراء امام صاحب پر ہے، امام صاحب مرجی نہ تھے اور علاوہ اس کے جو معترض نے غنیۃ الطالبین کا حوالہ دیا ہے پیر صاحب نے امام اعظم کوفی کو مرجیہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بڑے بڑے علمائے دین و مؤرخین نے کوثر النبی اور مولوی غلام قادر بھیروی نے کتاب نور ربانی کے اختتام پر لکھا ہے کہ یہ کتاب غنیۃ الطالبین جو مشہور ہے پیر صاحب کی نہیں اور بڑے بڑے بزرگان دین کی زبانی سنا گیا ہے کہ یہ کتاب پیر محی الدین سید عبد القادر کی نہیں ان کی کتاب واقعی فتوح الغیب ہے اور مولوی عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی اسی کے ترجمہ فارسی میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی مبتدع نے ملا دی ہے اور میرا ابھی یہی خیال ہے کہ یہ عبارت کسی متعصب دشمن مذہب حنفی نے اس میں درج کر دی ہے کیونکہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین مترجم ترجمہ شیخ محی الدین مطبوعہ اسلامیہ صفحہ ۱۴۰ فصل " والذی یؤمر بہ وینکر علی ضربین " میں لکھا

ہے کہ نہیں جائز واسطے فقیہہ اور واعظ کے کہ تردید اور انکار کرنا مسائل اختلافیہ میں جن کو ائمہ اربعہ نے اجتہادات اخذ کیا ہے اور نہیں جائز واسطے شافعی اور حنبلی کے کہ تردید کرے مسائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اور نہیں جائز کسی کو کہ اٹھائے دل کسی شخص کا مذہب شافعی اور حنبلی سے کیونکہ اٹھانا ان کا جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے ...... الخ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حق اور سچے مذہب والے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو اتہام امام صاحب کے مذہب پر مرجیہ ہونے کا اس میں درج ہے کسی متعصب ضدی حسدی وہابی نجدی کا بن بنایا ہے۔ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے ورنہ اس مذہب کی تردید کرتے اور کتب تواریخ وتصوف میں لکھا ہے کہ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے اور آخری عمر کے حصہ کو اسی مذہب پر پورا کیا اور علاوہ اس کے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت پیر صاحب کی ہے تو بھی اس سے امام صاحب کا مرجیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، وہو ہذا:

" واما الحنفية فهم اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت ...... الخ"

یعنی اے پر حنفیہ وہ یار ابوحنیفہ بن ثابت کے ہیں۔ انہوں نے یہ زعم کیا کہ تحقیق ایمان ومعرفت خدا کی اور اقرار کرنا ساتھ خدا اور اس کے رسول کے اور ساتھ اس چیز کے جو آئی ہے خدا کے پاس سے اجمالی طور پر جیسے کہ ذکر کیا اس کو برہوتی نے کتاب شجرہ میں، انتہی۔ پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ امام صاحب مرجی تھے۔ فقط

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

**سوال :** کتاب بخاری میں کوئی حدیث ضعیف ہے یا نہیں، اگر اس میں ضعیف ہیں تو پھر ان کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کس لئے کہا جاتا ہے اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد کا کیا حال ہے؟

**جواب :** کتاب بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی ونسائی وابوداؤد ومسند امام احمد حنبل کے بارہ میں علمائے دین محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں ضعف سے خالی نہیں مانند دیگر کتابوں کے ہیں اور یہ کتابیں جو صحاح ستہ کہاتی ہیں مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بہت اعلیٰ اور صحیح ہیں۔ کیونکہ ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے اور بخاری شریف کو اصح وجہ تغلیب کے کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور اس میں بہت کم ضعیف چنانچہ نصرۃ المجتہدین وشرح نخبہ ملا علی قاری وابن حجر وتذکرہ محمد طاہر پٹنی اور الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملہ مولانا مولوی عبدالحی وغیرہ میں دیکھو اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول کتاب سلطان الفقہ کے ضمیمہ میں اصل عبارتیں اور صفحہ نوٹ دیکھ لے ورمرد میدان ہو کر صحاح ستہ کے صحیح ہونے پر دلائل بیان کرے۔

**سوال:** بخاری شریف کی تمام حدیثیں موافق ومطابق قرآن مجید کے ہیں یا نہیں؟

**جواب :** بخاری شریف کی بہت سی حدیثیں کتاب اللہ کے برخلاف ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد دوم کتاب

خصومات باب " اذا اظلم المسلم یھو دیا " میں حدیث مذکور ہے:

" عن ابی سعید عن النبی ﷺ لا تخیروا بین الانبیاء "

یعنی کہا ابوسعید نے کہ فرمایا آپ نے کہ بعض پیغمبر کو بعض سے بہتر مت کہو:

﴿ تلک الرُّسُلُ فضّلنا بعضھم علی بعضٍ ﴾

یعنی دی اللہ نے فضیلت بعض کو بعض پر۔

﴿ ولقد فضّلنا بعض النّبیّین علی بعضٍ ﴾

بے شک ہم نے بزرگی دی بعض پیغمبروں کو بعض پر

پس ان ہر دو آیت کے برخلاف حدیث مذکور ہے اور یہ کوئی بھی فرد تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خلاف قرآن مجید کے حکم فرمایا ہوگا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں درج ہیں جن کا ذکر تیسری جلد میں ان شاء اللہ ہو گا۔

**سوال :** کیا بخاری میں حدیثیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی وارد ہیں یا نہیں؟

**جواب :** بے شک بخاری میں ایک دوسرے کے خلاف بھی بہت حدیثیں درج ہیں چنانچہ کتاب الصوم باب الحجامت میں لکھا ہے:

" ویروی عن الحسن عن غیر واحد الخ مرفوعاً فطر الحاجم والمحجوم — الخ "

یعنی روایت کی جاتی ہے حسن سے وہ کئی ایک سے مرفوع کر کے کہ روزہ کھولا سنگی لگانے والے اور لگوانے والے نے:

" عن ابن عباسٍ ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم "

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی باوجود یکہ آپ روزہ دار تھے یہ دونوں حدیثیں بالکل ایک دوسرے کی مخالف ہیں، پہلی حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ خون نکالنے والے اور نکلوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری سے ثابت ہوا کہ آپ نے حالت روزہ میں خون نکلوایا، پس اگر پہلی حدیث کو صحیح مانا جائے تو دوسری غلط اور اگر دوسری کو صحیح تصور کیا جائے تو پہلی غلط۔

**سوال :** بخاری میں کوئی حدیث ضعیف بھی ہے یا نہیں؟

**جواب :** بخاری میں بہت حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ناظرین کے واسطے صرف ایک ہی حدیث لکھ دیتا ہوں وھو ھذا:

" ویروی عن ابن عباس وجرھد و محمد بن جحش عن النبی ﷺ الفخذ عورۃ و قال انس حسر النبی ﷺ عن فخذہ الخ "

(کتاب بخاری سپارہ ۲ باب ما یذکر فی الفخذ)

یعنی روایت کی جاتی ہے ابن عباس اور جرہد اور محمد جحش سے وہ روایت کرتے ہیں حضور سے کہ ران ستر ہے کہا انس نے کہ کپڑا اٹھایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ران اپنی سے ...... الخ۔ اس حدیث کو علمائے محدثین نے ضعیف لکھا ہے اور اسی طرح مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے اسی حدیث کے حاشیہ پر بایں طور لکھا ہے اور وہ عبارت بعینہٖ یہ ہے۔

(۲) ابن عباس کی روایت کو ترمذی موصولاً لایا ہے مگر اس کی اسناد میں ابو یحییٰ قتات ضعیف ہے اور جرہد کی روایت کو مالک موطا میں الخ اور خود امام بخاری، اپنی تاریخ میں بسبب اضطراب اس کو ضعیف لکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال :** چار مذہب کس نے بنائے جب کہ دین محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک ہے تو یہ کیوں ایک نہیں؟

**جواب :** ان چار مذاہب کا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے ثابت ہے چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے، وہو ہذا:

"وقد ذكر الشعرانى فى الميزان سند الائمة الاربعة وقدم الامام فقال الامام ابوحنيفة عن عطاء عن عباس عن النبى ﷺ عن جبرائيل عن الله عزوجل ثم اعقبه بالامام مالک فقال الامام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبى ﷺ عن جبرائيل عن الله عزوجل ثم اعقبه بالامام الشافعى فقال الشافعى عن مالک الىٰ اخر السند ثم اعقبه بالامام احمد بن حنبل عن الشافعى عن مالک الىٰ اخر السند رضى الله تعالىٰ عنهم الخ"

یعنی تحقیق ذکر کیا شعرانی نے میزان میں سند چاروں اماموں کی اور مقدم کیا ابوحنیفہ کو اور کہا امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے عطا سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت ﷺ سے انہوں نے جبرائیل اور انہوں نے اللہ عزوجل سے، پھر پیچھے لایا اس کے امام مالک کو پس کہا امام مالک نے روایت ہے نافع بن عمر سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل سے انہوں نے اللہ عزوجل سے اور پھر اس کے پیچھے لے آیا امام شافعی کو پھر کہا شافعی نے مالک سے یعنی روایت کی آخر سند تک پھر اس کے پیچھے لایا امام احمد حنبل کو، روایت ہے شافعی سے انہوں نے مالک سے آخر سند تک راضی رہے اللہ تعالیٰ ان سب سے اور ایک روایت ابوہریرہ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے:

"انّ ادم افتخر بى وانا افتخر برجل من امتى اسمه نعمان و كنيته ابوحنيفة وهو سراج امتى"

یعنی آدم علیہ السلام نے فخر کیا ساتھ میرے اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد سے اپنی امت میں سے نام جس کا نعمان اور کنیت جس کی ابوحنیفہ ہے اور وہ میری امت کا چراغ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ تمام فخر کرتے ہیں مجھ سے اور ہم فخر کرتے ہیں ابوحنیفہ سے جو شخص اس کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا، ہکذا فی تقدمۃ ابی اللیث اور تقلید شخصی برائے دفع فساد اور باعث مصلحت دین معین ہے چنانچہ کتاب عقد الجید

۳۱ میں محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے:

"اعلم فی اخذ بھذہ المذھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ الخ"

یعنی تقلید آئمہ اربعہ دین اسلام میں بہت بڑی مصلحت ہے اور اس کے چھوڑ دینے میں بہت خرابی ہے چنانچہ ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ دیکھا دیکھی عوام الناس جن کو نہ علم عربی نہ فارسی نہ مشکلات فقہ سے آگاہی بے دھڑک تقلید شخصی کو بدعت اور شرک کہنے لگے اور اپنے آپ کو میاں مٹھو طوطا کہلوایا، باقی ذکر اس کا تیسرے جلد میں مفصل با دلائل قاطعہ کیا جائے گا۔

**سوال:** محدث کس کو کہتے ہیں اور یہ جو ہمارے زمانہ میں فرقہ غیر مقلدین صرف صحاح ستہ یا مشارق الانوار و مشکوۃ پڑھے ہوئے کو محدث کہہ دیتے ہیں یہ کیونکر ہے؟

**جواب:** محدث وہ ہوتا ہے جس کے دل پر خداوند کریم کی طرف سے القاء اور الہام اور فرشتے اس سے کلام کریں چنانچہ کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر حدیث ابو ہریرہ مسطور ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

"قال قال رسول اللہ ﷺ لقد کان فیما قبلکم محدثون وان یکن فی امتی احد فکان عمر"

(رواہ بخاری)

یعنی فرمایا آپ نے کہ پہلے نبیوں کی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر میری امت میں محدث ہے تو عمر اور محدث ہونے کے لئے بہت حدود مقرر ہیں چنانچہ نبراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی طالب علم امام بخاری کے پاس حدیث سیکھنے کے لئے آتا تو فرماتے:

"یا ابنی الا تدخل فی امر الاّ بعد معرفۃ حدودہ الوقوف علی مقادیرہ"

یعنی اے بیٹے میرے مت داخل ہو کسی امر میں مگر بعد پہچاننے حدود اور واقف ہونے اس کے اندازوں کے اور کہا:

"اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملاً فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعاً مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علیٰ اربع لاربع عن اربع لاربع ---- الخ"

یعنی جان لو تحقیق آدمی نہیں محدث کامل ہوتا اپنی حدیث میں مگر بعد اس کے لکھے چار کو ساتھ چار کے مشابہ چار کے مثل چار بیچ چار کے نزدیک چار کے ساتھ چار کے اوپر چار کے واسطے چار کے واسطے چار کے ---- الخ اور یہ تمام رباعیات نہیں پورے ہوتے مگر بسبب چار کے ساتھ چار کے، پس جب کہ پوری ہو جائیں واسطے اس کے تمام آسان ہوں گے اوپر اس کے ---- الخ۔

(نقل از نبراس علامہ عبد العزیز صفحہ ۲۲)

ان شاء اللہ اس کا ذکر جلد چہارم میں کیا جائے گا۔ کتاب حط باب ۳ فصل ۴ میں لکھا ہے:

"واما فی زماننا ھذا فلا یولد فیہ حافظ الحدیث ایضاً بل المحدث الکامل بل شیخ الفاضل بل عدم فیہ الطالب الصادق والمبتدی الراغب"

(ھکذا فی سراس صفحہ ۲۲)

یعنی ہمارے اس زمانہ میں کوئی محدث نہیں ہوتا اور نہ ہی حافظ حدیث بلکہ شیخ کامل اور طالب صادق اور مبتدی راغب بھی معدوم ہے اور صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"فالحدیث فی ھذہ الزمان قراۃ الصبیان دون اصحاب الایقان وھم فی غفلتھم یعمھون الخ"

یعنی حدیث اس زمانہ میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے نہ واسطے اصحاب یقین کے اور وہ اپنی غفلت میں حیران ہیں۔ پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں محدث کامل چھوڑ ناقص بھی نہیں رہا لہٰذا صاحبان کو چاہئے اس قدر پڑھے ہوئے کو محدث نہ کہیں ورنہ مستوجب سزا کے ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے:

"احثوا التراب فی وجوہ المداحین"

یعنی فرمایا آپ نے کہ خاک ڈالو ان کے مونہوں میں جو بے جا مدح کرتے ہیں...... الخ۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** مناظرہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور مناظر کو بوقت مناظرہ کیا کیا کام کرنا چاہئے؟

**جواب:** بیشک مناظرہ کرنا بالغرض طلب حق وبانیت خیر جائز ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

یعنی جب کہ حضور نے مذاہب باطلہ کو اسلام کی طرف دعوت کی تو ان میں سے اہل علم مذاہب باطلہ وعقائد فاسدہ نے کہا کہ ہم تمہاری دعوت کو نہیں مانتے اور نہ ہی ہم تجھ کو صادق سمجھتے ہیں۔ تب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب کہو ان کو کہ اگر تم کو شک ہے۔ اس چیز میں جو اتاری اللہ نے اپنے بندہ پر پس لے آؤ اس کو مانند اس کے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے، غرض یہ کہ تاریخ معینہ پر مناظرہ ہوا اور وہ تمام عاجز ہو گئے اور ائمہ سلف وخلف سے اس کا ثبوت کتب تواریخ میں موجود ہے اور مناظرہ کو بوقت مناظرہ مضبوط اور پختہ بات کہنی چاہئے اور بے معنی اور کلمہ مہملہ اور ہنسی اور مذاق اور فحش وبیہودہ بات سے اجتناب کرے اور فریق ثانی کی بات کو غور سے سنے اور اپنے وقت معینہ کا خیال رکھے اور غصب؟ زبان درازی کو روک رکھے چنانچہ کتب مناظرہ میں لکھا ہے:

"ویجب علی المناظر ان یتحرز عما لا مدخل لہ فی المقصود لئلا یخرج الکلام عن الضبط ولئلا یلزم البعد عن المطلوب"

یعنی واجب ہے مناظر کو کہ بچے اس سے جس کو دخل نہیں مقصود میں تا کہ نہ جائے کلام ضبط سے اور نہ لازم آئے دوری مطلوب سے۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام صاحب کے پیرو ہیں کیونکہ امام صاحب نے کہا جب میرا قول حدیث صحیح کے برخلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اور حدیث صحیح کو مان لو تو ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے میں فی الواقع وہ امام صاحب کے پیرو ہیں؟

**جواب:** ان لوگوں کا یہ کہنا کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں　　　　پھر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

خدا تعالیٰ ان کے دھوکے سے مسلمانوں کو بچائے اور یہ ہر ایک فرد اہل سنت و جماعت اس بات کا واقف ہے کہ یہ لوگ ہر وقت ہر مسئلہ میں امام صاحب پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور کتب فقہ حنفیہ کو گندگی اور گوبر سے تعبیر کرتے ہیں اور امام صاحب کو مرجیہ اور لاعلم اور کم عقل اور بے سمجھ اور ضدی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں دیکھو کتاب بوئے غسلین از عبدالجلیل سامرودی اور بوئے سرگین غلام نبیین دہلوی اور الانصاف از عبدالکریم وغیرہ وغیرہ اور یہ جو بعض غیر مقلدین ہر دلعزیز وعظ میں عوام الناس کے سامنے مناقب اور تعریف امام صاحب کی کرتے ہیں یہ ان کی محض دھوکہ بازی ہے ورنہ کسی مسئلہ میں تو امام کی پیروی کرتے اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ:

"اتر کوا قولی بخبر رسول الله اذا صح الخ"

یعنی جب کہ میرے قول کو مخالف حدیث صحیحہ کے پاؤ تو اس وقت اس کو چھوڑ دو، معترض صاحب پہلے تو امام صاحب کا ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے برخلاف ہو اور جس کے ثبوت پر فقیر نے قلم اٹھایا ہے لیکن پھر بھی امام صاحب(۱) کا یہ فرمانا ان کے کمال تقویٰ و دیانت و احتیاط عمل بصحۃ الروایات پر دلالت کرتا ہے کہ امام صاحب نے باوجود تحقیق مسائل شرعیہ و تحقیق دلائل اصلیہ و فرعیہ و قوت توفیق احادیث متناقضہ و ملکہ ترجیح مسلک مختار صحابہ و تنقید رجال و تصحیح اسانید علی درجہ ء کمال اپنے شاگردوں کو یعنی امام محمد و ابو یوسف وغیرہ جن کو یہ طاقت و قوت اجتہاد و استنباط کی تھی کہ بلا کسی غرض و طرفداری کے فرمایا:

"اتر کوا قولی بخبر الرسول اذا صح"

(نقل از فضل الموهبی صفحہ ۳ او فتح المبین صفحہ ۳۹۸)

یعنی جب کہ قول میرے کو حدیث صحیح کے برخلاف پاؤ تو اس کو چھوڑ دو اور صاحب موہبی نے بحوالہ رد المحتار و میزان الشعرانی کے لکھا ہے:

"ولا یخفی ان ذلک لمن کان اهلاً للنظر فی النصوص ومعرفة محکمها من منسوخها فاذا نظر اهل المذهب فی دلیل وعمل به صح نسبته الی مذهب ...... الخ"

یعنی ظاہر ہے کہ یہ اشارہ امام کا اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم ومنسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب صاحب مذہب دلیل ہی میں نظر فرما کر اس پر عمل کرے تو اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے اور بے شک جو شخص چار منازل جو کہ مجتہد فی المذہب کے لئے مقرر ہیں ان کو طے کیا جائے جیسا کہ امام محمد و امام ابو یوسف ہیں تو ایسے شخص کو یہ منصب حاصل ہے نہ کہ صحاح ستہ و توضیح تلویح وغیرہ کتب عبور کنندہ کے لئے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور صاحب فتح المبین علامہ شعرانی نے لکھا ہے:

"وهو محمول علی من اعطی قوة الاجتهاد ...... الخ"

یعنی یہ امر اس کے لئے کہ جو شخص طاقت اجتہاد کی رکھتا ہو۔ صاحبان فرقہ وہابیہ کے فریبوں سے بچنا اور ان کے ظاہری معنوں پر مت چلنا فقط۔

**سوال:** امام صاحب کے کئی مسائل میں صاحبین کس لئے مخالف ہوئے اور ہم مولویوں کو بھی ان پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

**جواب:** اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے کہ وہ صاحب مجتہد فی المذہب تھے اور ان کو اجازت تھی اور امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کے کسی مسئلہ میں کبھی مخالفت نہیں کی، دیکھو الفضل الموہبی صفحہ ۱۳ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ:

"ماخالفته فی شیء قط فتدبرته الارایت مذهب الذی ذهب الیه انجی فی الاخرة وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی"

یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف کر کے غور کیا ہو مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ سبب نجات کا پایا اور بار ہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام صاحب مجھ سے زیادہ حدیث کی نگاہ رکھتے تھے الخ۔ اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان کہیں اختلاف مسائل میں واقع ہوا ہے تو وہاں مسائل فروع میں ہے نہ اصول مذہب میں اور علامہ شیخ الاسلام نے بایں طور لکھا ہے کہ خبردار کہ کسی مجتہد کے قول پر انکار یا اس کو خطا کی طرف مت نسبت کرنا جب تک کہ ان کے معانی اور رستے جان نہ لو الخ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی عالم فاضل اجل کو بھی یہ حق نہیں کہ ان بزرگان پر اعتراض کرے یا ان کے مخالف ہو کر چلے، فتدبروا۔

**سوال:** بدون لیاقت وطاقت اجتہاد واستنباط یعنی فقہ کے علم حدیث پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟

**جواب:** امام سفین ابن عیینہ محدث جو کہ امام بخاری ومسلم وشافعی واحمد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں:

" الحدیث مضلۃ الا للفقہاء "

یعنی حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو یعنی جس کو قوت اجتہادی ہے اس کو نہیں گمراہ کرتی۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث نہ تھا صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا غلط؟

**جواب:** یہ محض ان کا تعصب ہے، دیکھو کتاب خیرات الحسان میں ابن حجر مکی نے کیا لکھا ہے ایک روز امام اعمش محدث نے امام صاحب سے چند مسائل دریافت کئے، آپ نے ان کو ہر مسئلہ کا جواب باصواب دیا اور امام اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، آپ نے کہا جو آپ نے حدیثیں سنی ہیں۔ پھر امام صاحب نے وہ حدیثیں سنا بھی دیں۔ پھر امام اعمش نے کہا:

" حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تتحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعلم بھذہ الاحادیث یا معشر الفقہاء انتم اطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین الخ "

یعنی بس کیجئے جو حدیثیں میں نے آپ کو سو دن میں سنائی تھیں وہ آپ ایک ساعت میں سنا دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں، یعنی دوائیں پاس ہیں لیکن ان کے استعمال کرنے کا طریقہ یاد نہیں اور تم لوگ مجتہد اچھی طرح جانتے ہو۔

﴿ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ﴾

سبحان اللہ جب کہ بڑے بڑے محدث مثلاً امام حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وامام موفق رحمۃ اللہ علیہ وامام کردری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب میں کتابیں تیار فرمائیں تو ان متعصبین کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے فافہم۔

**سوال:** کوئی شخص صرف کتب صحاح ستہ وترجمہ قرآن مجید اور قدرے علم معقول بھی جانتا ہو کیا ایسے شخص کو کسی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے، یا صرف قرآن مجید واحادیث کے ظاہری معنوں پر عمل اور فتویٰ دینا چاہئے؟

**جواب:** ایسے شخص کو ظاہر معنی قرآن مجید وحدیث شریف پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا نہ چاہئے چنانچہ فاضل سندھی کتاب ذوالفقار صفحہ ۸ بحوالہ کتاب نصرۃ الحنفیہ علامہ ملا علی قاری میں لکھا ہے:

" اما العمل بظواھر القرآن والاحادیث فلیس شان المحققین ولا برھان المدققین من اھل

السنة وانما هو طریق داوٗد الظاهری وامثاله من اهل البدعة"

یعنی قرآن اور احادیث کے ظاہر معنی پر عمل کرنا شان محققین فقہاء کرام کی نہیں کیونکہ یہ طریقہ داؤد ظاہری اور مانند اس کے اور اہل بدعت کا تھا۔

غرض یہ کہ جب تک علم قرآن مجید اور حدیث شریف کی واقفیت پورے طور پر نہ کرے اور علم معانی ولغات عرب ناسخ و منسوخ صحیح اور غیر صحیح اور طاقت اجتہاد پیدا نہ کرلے اس کو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں پر فتوٰی نہ دینا چاہئے اور نہ ہی ظاہر معنوں پر عمل کرنا چاہئے چنانچہ کتاب عقد الجید صفحہ ۳۳ میں مذکور ہے:

"وفی المسئلة قولٌ اخر وهو انه اذ لم یجتمع الاٰف الاجتهاد لایجوز له الحمل الحدیث بخلاف مذهبه لانه لایدری انه منسوخٌ او موٗل او محکمٌ محمولٌ علی ظاهره ومال الیٰ هذا القول ابن الحاجب فی مختصره وتابعوه"

اس مسئلہ میں ایک اور قول ہے وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی کوئی اور تاویل کی گئی ہے یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے اور ابن حاجب مع اپنے تابعین اپنی کتاب مختصر میں اس قول کی طرف مائل ہے۔

(نصرة المجتهدین)

فتدبروا ، واللہ اعلم

**سوال :** قرآن مجید وحدیث سمجھنے کے لئے کس قدر علم ہونا چاہئے؟

**جواب :** علم صرف ونحو، لغت اور معانی وغیرہ قواعد سے ضرور اور ماہر ہونا چاہئے، تاکہ دھوکہ میں نہ پڑ جائے چنانچہ کتاب نمبر اس بحوالہ کتاب حط فصل وباب اول سے لکھا ہے:

"لا بد ان یتقدمه العربیة لانه متوقف علیها وهی علم اللغة والبیان ونحو ذلک الخ"

یعنی ضروری ہے کہ سیکھے پہلے علم عربی اس لئے کہ علم قرآن مجید وحدیث شریف اس پر موقوف ہے اور وہ علم لغت ونحو، بیان وغیرہ ہے۔

"عن هذا العلم وهی کونه حقیقة و مجازا و کنایةً وصریحاً و عاماً وخاصاً ومطلقاً و مقیداً و محذوفاً و مضمراً و منطوقاً و مفهوماً و اقتضاء واشارة وعبارة و دلالة تنبیهاً وایماء ونحو ذلک مع کونه علیٰ فان العربیة الذی بنینه النحاة بتفاصیله وعلیٰ قواعد الاستعمال العرب وهو المعبر عنه بعلم اللغة"

یعنی جو شخص نہ جانے زبان عربی ساتھ اقسام اس کے کے وہ ایک طرف ہے اس کے سمجھنے سے اور ہونا اس کلام کا حقیقت ومجاز وکنایہ وصریح وعام وخاص ومطلق ومقید ومحذوف ومضمرات ومنطوق ومفہوم واقتضاء واشارت عبارت وتنبیہ

وایماء اور مانند اس کے قادر ہو اور قاعدہ کے جو بیان کیا اس کو نحویوں نے اور استعمال کرنے قاعدہ عرب کے جس سے تعبیر کرتے ہیں ساتھ علم لغت کے الخ۔ پس جس کو اس قدر علم نہیں اس کو قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

**سوال:** علم فقہ کا کیا ثبوت ہے؟ اس کو کس نے رواج دیا؟ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو؟

**جواب:** علم فقہ کا ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے ہے، وہو ہذا القولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ، فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ﴾

یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں کہ تمام وہ غزا میں جائیں کیوں ہر فرقہ سے باہر نہیں گیا اور باقی لوگ فقاہت حاصل کریں یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں، القولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾

یعنی جس کو سمجھ دین کی ملی اس کو بہت بھلائی حاصل ہوگی ......الخ اور فقہ کے معنی سمجھنے اور جاننے کے ہیں اور اس کا پڑھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور اس کی فضیلت پر کتب علم حدیث مالا مال ہیں چنانچہ بخاری و ترمذی و سنن دارمی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے:

" من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين "

یعنی فرمایا آپ نے کہ جس کے ساتھ اللہ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دین میں سمجھ اور شریعت کا بھید اس پر کھول دیتا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے:

" فقيه واحدٌ اشد على الشيطان من الف عابدٍ "

یعنی فرمایا آپ نے کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر شیطان پر سخت تر ہے اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر یمن کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر کوئی مقدمہ تیرے پاس آئے گا تو اس کا کس طرح فیصلہ کرے گا، انہوں نے کہا کتاب اللہ سے، آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس سے نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ انہوں نے کہا سنت رسول اللہ سے آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ انہوں نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور انہوں نے شکریہ ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات ایک دو صحابہ کے گروہ پر گذری تو فرمایا کہ یہ ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے، ایک تو رغبت اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتا ہے چاہے اللہ تعالیٰ ان کا مقصود دے یا نہ دے اور دوسرا گروہ فقہ سیکھتا ہے اور جاہلوں کو سکھاتا ہے۔ لیکن یہ ان سے افضل و اکمل ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے آئیں گے آدمی تمہاری طرف اقطار زمین کے سے سمجھ لینے کے لئے پس جب آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کو قبول کرو اور صاحب شامی نے لکھا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا اور علقمہ بن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی

نے اس کو کاٹا اور حماد بن مسلم نے اس کو مانڈا، یعنی بھوسہ سے اناج کو جدا کیا اور ابوحنیفہ نے اس کو پیسا اور ابویوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں غرض یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کمال پر پہنچایا اور بابوں پر کتابیں مرتب کیں اور امام مالک نے بھی انہی کی پیروی کتاب موطا میں کی، یہاں تک کہ علم فقہ کی ترقی ہوتی گئی۔

(ھکذا فی کتاب التحف صفحہ ۱)

**سوال:** مسائل مذہب حنفیہ کے کتنی قسم پر ہیں؟

**جواب:** تین قسم پر ہیں پہلی قسم ظاہر الروایۃ جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وصاحبین سے مروی ہو اور ظاہر الروایۃ کی چھ کتابیں ہیں اور انہی کو اصول ستہ بھی کہا جاتا ہے وھو ھذا:

(۱) مبسوط (۲) جامع الصغیر (۳) جامع الکبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر

اور یہ سب کتابیں امام محمد کی تصنیف ہیں اور ان کتابوں کے سوا جو امام محمد و امام ابویوسف و حسن بن زیاد کی تصانیف ہیں وہ نادر الروایت کہلاتی ہیں اور جو کتابیں ان کے شاگردوں نے تصنیف فرمائی ہیں ان کا نام واقعات رکھا گیا ہے اور بوقت تعارض فتویٰ ظاہر الروایت پر دیا جاتا ہے نہ نادر و واقعات پر اور مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب فاضل صوفی لاہور نے لکھا ہے کہ افسوس کہ بجز کتاب جامع الصغیر کے یہ سب اب تک غیر مطبوع ہیں اور ان کا ایک جا ملنا بھی دشوار ہے۔ پس مفتی کو چاہئے کہ ان امور کو یاد رکھے۔

**سوال:** اگر کسی عورت کا خاوند عرصہ چھ سال سے گم ہو گیا ہو اگر وہ عورت کسی عالم حنفی سے فتویٰ لے کر دوسری جگہ نکاح کر لے تو جائز ہے یا نہیں اگر عالم حنفی المذہب کو اس صورت میں جواز نکاح کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی نے یہ نکاح پڑھا دیا تو اس پر کچھ تعزیر ہے یا نہیں، جواب دو؟

بقلم خود منذا محمد الدین حکیم حجام از کلانگیر ا

**جواب:** عورت مذکورہ جس کا خاوند عرصہ چھ سال سے مفقود الخبر ہے۔ وہ نکاح دوسری جگہ بدون خبر پانے موت یا طلاق ثلاثہ اپنے خاوند کی سے نکاح نہیں کر سکتی اور شارح علیہم السلام نے اس کی حالت کے دو سبب بیان کئے ایک تو طلاق دوم اموت اور شک سے بھی نکاح ٹوٹ نہیں سکتا اور اس کے نکاح منعقد ہونے پر یقین ہے اس لئے اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ یعنی منکوحہ عورتیں تم پر حرام ہیں یعنی ان سے نکاح کرنے کا قصد مت کرو اور اسی پر فتویٰ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واصحاب وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وھو ھذا:

"عن المغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ ﷺ امرأۃ امرأۃ المفقود امرأته حتی یأتیها البیان اخرجه دارقطنی"

(دلقوبیم صفحہ ۲۳)

یعنی روایت ہے ابن شعبہ سے فرمایا آپ نے کہ عورت گم شدہ مرد کی زوجہ ہے یہاں تک کہ آئے اس کے پاس کوئی واضح خبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

" ان علياً رضى الله عنه قال فى المرأة المفقود هى امراه ته ابتليت فلتصبر حتى تأتيها موت اوطلاق اخرجه عبدالرزاق "

کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیچ حال گم شدہ مرد کے وہ عورت مبتلا ہے پس چاہئے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کہ آئے اس کے پاس خبر موت یا طلاق کی اور کتب معتبرہ میں لکھا ہے:

" روى نحوه عن عثمان وعلى قبل واجمع الصحابة عليه ولم يعلم مخالف فى عصرهم وعليه جماعته من التابعين الخ "

(عمدة الرعاية جلد اول صفحہ ۳۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد اختلاف کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ عورت مفقود الخبر کی ہے یہاں تک کہ آئے اس کو خبر موت یا طلاق کی اور عالم حنفی المذہب کو فتوی اس امر میں امام مالک وغیرہ کے مذہب پر نہ دینا چاہئے ورنہ اس پر تعزیر ہوگی چنانچہ ردالمحتار شرح درالمختار جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مذکور ہے:

" حنفى ارتحل الى مذهب الشافعى يعزر ، اى اذا كان ارتحالاً لا لغرض محمود شرعاً كما فى التاتارخانيه "

اور صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ:

" اما انتقال غيره من غير دليل بل لم يرغب من غرض الدنيا او شهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب التاديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه الخ "

یعنی حنفی شافعی مذہب کی طرف پھر گیا تو تعزیر دی جائے جس وقت کہ اس کی غرض نیک نہ ہو چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اگر وہ صاحب اجتہاد کا نہیں اور غرض دنیا اور شہوت پرستی کے لئے یہ کام کیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہئے کیونکہ اس نے اپنے مذہب اور دین کو حقیر سمجھا اور بدکار اور گناہگار رہا اور ردالمحتار باب القضاء میں لکھا ہے:

" واما المقلد المحض فلا يقتضى الا بما عليه العمل والفتوى فليس الحكم الا بالتصحيح المفتى به فى مذهبه "

یعنی قاضی مقلد کو چاہئے کہ فتوی نہ دے اور اس طرح تفسیر احمدی میں ہے اور کتاب نور الہدایہ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے:

" لا خير فى ان يكون حنفياً فى بعض المسائل وشافعياً فى بعض اخر الخ "

یعنی نہیں بہتر کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے کہ چاہے شافعی ہو یا حنفی ہو

اس کو اسی مذہب پر رہنا چاہئے اور اگر عالم حنفی المذہب ہو کر ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت دوسرے مذہب پر عمل کرے گا تو ایسے عالم کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا شخص مذہب معین کا مقلد ہو سکتا ہے کیونکہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس مذہب پر چاہا فتوی دے دیا اور عمل کر لیا تو اس میں تلفیق ہے اور وہ باطل ہے، ایسا شخص مرتکب حرام کا ہوتا ہے کیونکہ موصل الی الحرام ہوا کرتا ہے لہذا ایسے عالم سے پرہیز کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** موطا امام مالک بروایت حضرت عمر فاروق ہے کہ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جس عورت کا خاوند چار برس سے گم ہو جائے تو وہ عورت چار ماہ عدت گذار کر بے شک دوسری جگہ نکاح کر لے اور اسی پر فرقہ غیر مقلدین جیسا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری و میاں عمر الدین وزیر آبادی وغیرہ نے فتوی دیا ہے اور بعض ملا حنفی بھی اس پر فتوی دیتے ہیں چنانچہ مولوی نادر شاہ سمر یالی و مولوی عبداللہ ٹونکی فاضل اجل و گنگوہی صاحب وغیرہ وغیرہ یہ کیونکر ہے؟

**جواب:** بے شک یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے لیکن ہم لوگ حنفی چند وجہ سے اس کا جواب دیتے ہیں اول تو یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید و حدیث مرفوع اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و اصحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برخلاف ہے اور جس کو خود فرقہ غیر مقلدین خاص کر مولوی ثناء اللہ امرتسری رسالہ اہل حدیث صفحہ ۱۷ وقوع طلاق ثلاثہ سے انکار کرتے ہیں وہ عبارت بعینہ یہ ہے۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ حکم شرعی ہے کچھ شک نہیں کہ یہ شرعی نہیں، یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے ۔۔۔ الخ۔"

سبحان اللہ جب کہ یہ جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ فتوی اس شخص کے بارہ میں دیا تھا جس کو جن اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے خود حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ کتاب عینی شرح کنز و فتاوی عبدالحی جلد ۳ و غایۃ الاوطار صفحہ ۵۵۴ و ہدایہ جلد ۲ مذکور ہے:

"ولان النکاح عرف ثبوته والغیبة لاتوجب الفرقة والموت فی حیز الاحتمال فلا یزال النکاح بالشک وعمر رضی اللہ عنه رجع الیٰ قول علی رضی اللہ عنه"

یعنی "ثبوت نکاح معلوم است و غائب شدن شوہر موجب فرقت نیست و موت آن محتمل است پس نکاح آن زوال نخواہد شد، بسبب شک جواب مالک اینست کہ عمر رجوع نمودہ بسوئے قول علی رضی اللہ عنه"

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود الخبر کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں کیونکہ نکاح اس کا معروف ہو چکا ہے

اور موت احتمال شک ہے اور شک سے نکاح ٹوٹ نہیں سکتا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجوع کر لیا تھا لہٰذا معترض کو فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیش کرنا کچھ مفید نہیں اور مولوی اور شاہ حمزہ پانی و عبدالرشید گنگوہی کو علمائے احناف نے فرقۂ غیر مقلدین میں گنا ہے اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ یہ کسی غیر مقلد متعصب نے ان کے فتاویٰ میں یہ عبارت ملادی ہے صرف یہی نہیں بلکہ کئی اور مسائل میں بھی ایسا ہی کیا ہے دیکھو کتاب تعزیر المفتری اور علمائے احناف کو چاہئے کہ فتاویٰ عبدالحی مرحوم پر سوچ کر فتویٰ دیا کریں اور مولانا مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا حال تو ناگفتہ بہ ہے، بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

**سوال :** غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بحالت غضب اپنی منکوحہ موطوءہ کو ایک جلسہ میں یکبارگی تین طلاق دے دے تو ایک ہی واقعہ ہوگی چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علمائے حنفی غلطی پر ہیں یہ کیونکر ہے جواب دو؟

**جواب :** علمائے احناف سلف وخلف وآئمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک ایک دفعہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اس میں کسی اہل سنت و جماعت کو شک واختلاف نہیں۔ صرف اختلاف تو اس امر میں ہے کہ یہ امر مشروع ہے یا نہیں۔ امام شافعی وثوری واحمد بن حنبل اس کو مشروع کہتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور امام مالک وابوحنیفہ واوزاعی ولیث وغیرہ اس طور پر طلاق دینا حرام وممنوع سمجھتے ہیں لقولہ تعالیٰ:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ "

یعنی طلاق دوبارہ ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے (یعنی رجوع کر لینا) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور اگر کوئی اس مقام پر اعتراض کرے کہ جب یہ امر جائز نہیں تو نفاذ کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امر کا ممنوع ہونا اور چیز ہے اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے چنانچہ باپ کو اولاد میں کم وبیش جائیداد سے حصہ کر دینا ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر بھی دیا تو اس امر کا نافذ ضرور ہوگا۔ دیکھو تاریخ شبلی اور ایسا ہی اگر کسی نے اپنی زوجہ کو یکدفعہ تین طلاق دے دی تو تین ہی واقع ہو جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار رہوگا چنانچہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے:

﴿ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾

یعنی جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا (یعنی خلاف سنت کے تین طلاق دے دیں) بے شک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ پر حدیث بایں طور مذکور ہے:

" عن مالکٍ بلغہ ان رجلاً قال لعبد اللہ بن عباسٍ انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃٍ فماذا ترٰی علی فقال ابن عباسٍ طلقت منک بثلثۃٍ وسبعٌ وتسعون اتخذت بھا اٰیت اللہ ھزوا رواہ فی الموطا "

عصک عصی اللہ فاثمہ واطاع الشیطان فلم یجعل لہ مخرجاً فقلت کیف تری فی رجل یحلھا لہ فقال من یخادع اللہ یخادعہ رواہ الطحاوی "

یعنی مالک بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے کہا کہ چچا نے نافرمانی کی اللہ کی اور گناہ کیا اور شیطان کا حکم مانا، اب اس کے نکلنے کی اللہ نے کوئی تدبیر نہیں کی اور ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کر دے اس کے حق میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے گا اللہ اس کے فریب کی اس کو خوب سزا دے گا، پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کے ساتھ موانست نہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** خلع کرنا جائز ہے یا نہیں اور خلع طلاق ہے یا فسخ اور اس کی عدت کیا ہے؟

**جواب:** بے شک خلع کرنا جائز ہے جب کہ عورت اور خاوند کے درمیان ایسی کوئی نزاع پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بالکل مٹ نہیں سکتی، پس اس صورت میں عورت مباح ہے کہ خلع کرالے چنانچہ آیت کریمہ میں ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ...... الخ﴾

یعنی اگر خوف کرو تم کہ نہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو تو نہیں گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دے عورت ساتھ اس کے اور خلع طلاق ہے نہ فسخ اور اس کی عدت بھی مانند عورت مطلقہ کے ہے چنانچہ کتاب تقویم صفحہ ۲۸۷ و دار قطنی و ابن عدی، مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و موطا امام مالک میں ہے، وھو ہذا:

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الخلع تطلیقة بائنة اخرجہ الدار قطنی "

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ خلع کرنا طلاق بائنہ ہے اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۳ میں بایں طور حدیث مذکور ہے:

" لقولہ علیہ السلام الخلع تطلیقة بائنة ولانہ یحتمل الطلاق ...... الخ، وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ قال عدة المختلعة عدة المطلقة اخرجہ مالک فی الموطا "

یعنی فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ بے شک عدت خلع والی عورت کی مانند عدت طلاق والی کی ہے۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ یہی فیصلہ آپ کی ذات اور صحابہ کرام وائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور ان کے برخلاف فتویٰ دینے والا گمراہ اور مبتدع ہے فقط۔

**سوال:** نماز جنازہ فرض کفایہ ہونے کی کیا دلیل ہے اور غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کئی مرتبہ ایک میت پر مختلف گاؤں میں جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** نماز جنازہ کے فرض ہونے پر یہ دلیل ہے:

﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾

یعنی اے نبی ان پر نماز پڑھو کیونکہ نماز تمہاری ان کے واسطے آرام ہے اور فرض کفایہ پر یہ دلیل شاہد ہے کہ آپ نے ایک مردے پر خود نماز نہ پڑھی اور اصحابوں کو کہا کہ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو پس اگر فرض ہوتی تو آپ ترک نہ کرتے اور خود پڑھتے اور نزدیک علمائے محققین اہل سنت و جماعت کے غائب پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں اور جو حدیث بخاری و طحاوی شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک نجاشی بادشاہ حبش کے رہنے والے پر نماز جنازہ جماعت سے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خاصہ آپ کی ذات کا تھا اور خصوصیت محض اس کے لئے تھی چونکہ اس کا تخت سامنے آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کے رکھا گیا تھا اور مولوی عبدالجبار غزنوی بخاری شریف پارہ پانچ صفحہ ۷ باب الصفوف علی الجنازہ حدیث ابو ہریرہ کے حاشیہ پر بعینہ بایں طور لکھا ہے: ''اس حدیث سے جنازہ غائب پڑھنے کے جواز پر سند پکڑتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث ہر ایک صورت میں دلیل نہیں ہو سکتی اس وجہ سے کہ نجاشی پر حبش میں جنازہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ سو اگر کسی میت پر ایک شہر والے جنازہ پڑھ چکے ہیں تو دوسرے شہر میں اس کا جنازہ پڑھنے پر کوئی دلیل اس حدیث میں نہیں ہے علاوہ ازیں اس صورت کا جنازہ اگر مسنون یا مستحب ہوتا تو سلف صالحین سے اس کی کوئی نہ کوئی نظیر ضرور پائی جاتی۔ باوجودیکہ ایسے ہزار ہا واقعہ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اور سلف صالحین سے جو ہر طرح خیر پر حریص تھے اس کی کوئی نظیر نہیں پائی گئی الخ اور جو معاویہ بن معاویہ مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر آپ نے جنازہ پڑھا تھا جیسا کہ واقدی اور طبرانی نے بیان کیا ہے یہ بات مان لی جائے تو آپ کے زمانہ میں کئی آدمی غیر ملکوں میں مرے تو پھر آپ نے ان کا جنازہ کس لئے نہ پڑھا جواب دو اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں جب کہ اس کا وارث ادا کر چکا ہو چنانچہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

" و ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والنفل بھا غیرہ مشروع وکذا راینا الناس ترکوا عن اخرھم الصلوۃ علی قبرالنبی ﷺ وھو الیوم کما وضع "

" یعنی اگر ولی میت نماز جنازہ گذار دو دیگر رانمی رسد کہ اعادہ آں نماند زیرا کہ بسبب گذار دن ولی نماز جنازہ فرض ادا میشود، و بعد ازاں اگر کسے دیگر بار بگذارد پس ایں نفل خواہد بود و نماز جنازہ بطریق نفل مشروع نیست لہذا مردمان نماز جنازہ نمیگذارند برقبر پیغمبر صلعم وحالانکہ جسد مبارک آں حضرت موجود است در قبر الآن کما کان "

اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ چھ مرتبہ کس لئے پڑھایا گیا جب کہ جائز نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چھ مرتبہ عوام الناس نے پڑھا تھا اور پھر جب ان کے فرزند ارجمند حماد نے ادا کیا تو پھر کسی نے نہیں پڑھا چنانچہ کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۲ میں مذکور ہے:

"ومن صلى عليه فقيل بلغوا خمسين الفاً وقيل اكثرو اعيدت الصلوة عليه ست مرات اخرها ابنه حماد الخ"

**سوال:** نماز جنازہ عورت یا مرد کا کس جگہ کھڑے ہو کر امام ادا کرے؟

**جواب:** اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے وسط میں امام کو کھڑے ہونا چاہئے اور مرد کے سینہ کے برابر چنانچہ طحاوی صفحہ ۳۸۷ باسناد صحیح حدیث ابراہیم سے مذکور ہے:

"عن ابراهيم قال يقوم الرجل الذى يصلى على الجنازة عند صدرها"

یعنی مرد کے جنازہ میں سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہئے اور بخاری پارہ ۵ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کے جنازہ کی نماز پڑھی اور وسط میں کھڑے ہوئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

"ان رسول الله ﷺ كان يقوم عند رأس الرجل وعجيزة المرأة الخ"

یعنی آپ مرد کے سر کے قریب کھڑے ہوا کرتے اور عورت کے جنازہ میں وسط اور ایک روایت صاحبین وامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور مذکور ہے:

"عن محمد بن الحسن عن ابى يوسف عن ابى حنيفة قال يقوم من الرجل والمرأة بحذاء الصدر"

اور شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں اس طرح لکھا ہے:

"يقوم الذى يصلى على الرجل والمرأة بحذاء الصدر لانه موضع القلب وفيه نور الايمان فيكون القيام عنده اشارةً فى الشفاعة الايمان ، وعن ابى حنيفة انه يقوم من الرجل بحذاء رأسه ومن المرأة بحذاء وسطها"

یعنی زیر آنچہ سینہ موضع دل است و درآں نور ایمان است وپس استادن بمحاذی آں اشارت است بسوئے اینکہ شفاعت درحق میت بجہت ایمان ویست وازابی حنیفۃ مردیست کہ ایستادہ شود امام بر جنازہ مرد بمحاذی سراو وبرجنازہ زن بمحاذی کمروزیر آنچہ انس رضی اللہ عنہ چنیں کردو گفت کہ ایں سنت رسول خدا ﷺ است فقط۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنی چاہئیں یا پانچ؟

**جواب:** نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد اول میں حدیث مذکور ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربعة تکبیرات"

یعنی حضور نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی کہ جس دن وہ فوت ہوا اور نکال لے گئے اصحابوں کو نماز جنازہ کی جگہ میں پھر صفیں بنوائیں اور کہیں اوپر اس کے چار تکبیریں الخ اور جو آپ سے مختلف جنازوں پر پانچ چھ سات آٹھ تکبیریں کہنی ثابت ہیں وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں چنانچہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے:

"هذا الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علی نسخه ۔۔۔ الخ"

یعنی یہ حدیث نزدیک علمائے دین کے منسوخ ہے اور دلالت کرتا ہے اجماع امت اس کے نسخ پر اور عبد البر وغیرہ نے اجماع ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں سے زائد نہ کہی جائیں اور صحیح تر بھی یہی ہے اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۴۴ بروایت ابن عباس سند صحیح سے بایں طور مذکور ہے:

"اکبر ما کبر رسول اللہ ﷺ علی الجنائز اربعاً وکبر عمر علی ابی بکرٍ اربعاً وکبر عبداللہ بن عمر اربعاً وکبر الحسن علی علي اربعاً وکبر الحسین علی الحسن اربعاً وکبرت الملئکة علیٰ ادم اربعاً"

یعنی آخر فعل آپ کا چار تکبیریں کہنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اور عبداللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر اور حضرت حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور حضرت علی اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن ابی اوفی اور براء بن عازب اور ابن عمر اور ابوہریرہ اور عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چار تکبیریں کہیں اور اس پر اتفاق کیا اور سنن ابی حنیفہ کے حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کا بھی چار تکبیریں کہنے پر اتفاق ہے، وہو ہذا:

"اعلم ان التکبیرات الجنازة باتفاق الائمة الاربعة اربعٌ ۔۔۔ الخ"

فقط واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** نماز میں رفع یدین و آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** ان تمام سوالات کا جواب جلد اول میں گذر چکا ہے ہاں اس جگہ صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ سینہ پر

ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہ و کسی اہل علم سے ثابت نہیں ہوا وہو ہذا:

" والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین ومن بعدهم یروی ان یضع الرجل یمینه علی شماله فی الصلوٰة ورأی بعضهم ان یضعهما فوق السرة ورأی بعضهم ان یضعهما تحت السرة وکل ذلک واسع عندهم "

صفحہ۳۴ یعنی عمل اس حدیث پر اہل علماء اصحاب النبی ﷺ اور تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ رکھے مرد اپنا ہاتھ داہنا بائیں ہاتھ پر نماز میں کہا بعض نے ناف کے اوپر کہا بعض نے نیچے ناف کے اور یہ ہر دو امران کے نزدیک جائز ہیں اور صاحب ترمذی نے دو گروہ بیان کئے ہیں لیکن سینے پر ہاتھ باندھنا تو کسی کا مذہب بیان نہیں کیا اور شرح مسلم صفحہ ۱۷۳ میں امام نووی نے بایں طور لکھا ہے:

" یجعلهما تحت صدره فوق السرة هذ مذهبنا المشهور به قال الجمهور من علمائنا وقال ابوحنیفة وسفیان الثوری واسحاق بن راهویه وهو اجل شیوخ البخاری وابو اسحق الخ "

یعنی رکھے دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے ناف کے اوپر یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی جمہور ہمارے علماء سے کہتے ہیں اور کہا امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ بڑے استاذ امام بخاری میں سے ہیں اور ابواسحاق ہمارے اصحاب سے یعنی شافعیہ سے کہ رکھے دونوں ہاتھ نیچے ناف کے الخ غرضیکہ مردوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کسی صاحب مذہب و محدث کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور صاحب مسلم و بخاری و ترمذی و امام نووی شافعی بیان کرتے اور حدیث خزیمہ کو لاتے اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شافعی مذہب میں ہاتھ سینہ پر باندھنا سنت ہے تو اس کا جواب علمائے دین نے بایں طور دیا ہے کہ یہ روایت غیر مشہور ہے جو قابل تسلیم نہیں ورنہ امام نووی وغیرہ محدث جو شافعی مذہب تھے کس لئے اس سے انکار کرتے اور حدیث خزیمہ کی تاویل کرتے اور تحت الصدور کا حکم لگاتے۔

(نقل از نصرة المقلدین صفحہ ۵۰)

**سوال :** نماز جنازہ مسجدوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** مسجدوں میں جنازہ کی نماز بدون کسی عذر شدید وخوف وفتنہ کے پڑھنی جائز نہیں چنانچہ ابوداؤد نے ابو ہریرہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔

" قال رسول الله ﷺ من صلی علی میت فی المسجد فلا شیئاً له "

یعنی فرمایا آپ نے جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد میں نہیں اس کو کچھ ثواب

" وقال محمد لا یصلی علیٰ جنازة فی المسجد "

یعنی نہ نماز پڑھی جائے میت پر مسجد میں اور اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کا

جنازہ مسجد سے باہر لے جا کر کس لئے ادا کرتے۔

" روی عن النبی ﷺ لَمّا نعی النجاشی خرج یصلی علیه فی المصلی ولو کان یجوز الصلوٰۃ فی المسجد لم یکن للخروج معنیً "

یعنی جب نجاشی کی موت کی خبر آپ نے دی اور اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور واسطے ادا کرنے نماز کے باہر گئے اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں تو نہ نکلتے بلکہ مسجد میں ادا کر لیتے اور شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۴ امام نووی نے لکھا ہے کہ اصحاب مسجد میں جنازہ پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے، وہو ہذا:

" فبلغهن ان الناس عابوا ذلک وقالوا ما کانت الجنائز یدخل بها المسجد الخ "

یعنی خبر پہنچی ازواج مطہرات کو کہ صحابہ نے عیب جانا اس کو اور کہا نہیں جائز کہ جنازے داخل کئے جائیں مسجد میں اور جو حدیثیں مسجد کے بیچ جنازہ کے جواز پر آئی ہیں وہ تمام منسوخ ہیں، اگر شک ہو تو کتاب معانی الآثار صفحہ ۳۰۷ اور فتح المبین صفحہ ۱۱۲ میں مطالعہ کریں۔

**سوال :** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور اس سے حاجت طلب کرنا اور آپ کی ذات کو غیب داں سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک بخاطر زیارت روضہ مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کرنا قرآن مجید واحادیث صحیحہ، اجماع امت سے ثابت ہے، وہو ہذا:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

یعنی اگر یہ لوگ ظلم کریں اپنی جانوں پر (اے محمد ﷺ) اور آپ کے پاس حاضر ہو کر بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ ایضاً القولہ تعالیٰ

﴿ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾

یعنی جو شخص اللہ اور رسول کی محبت میں اپنے گھر سے بارادۂ ہجرت نکلا اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔ پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پر جانے میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے اور آپ اور آپ کی ذات مہاجرین اور سائلین اور فاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتی ہے اور آپ کی ذات کا طلب مغفرت کرنا صرف زمانہ حیات میں مقید نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے چنانچہ کتاب جوہرا لمعظم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد وفات چند روز ایک شخص آپ کی قبر مقدس پر آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ

میں بدکردار گنہگار آپ کے در پر طلب بخشش کے لئے آیا ہوں اب میرے لئے خداوند کریم سے مغفرت طلب کریں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جو بدکردار آپ کے دربار میں آئے تو آپ اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ قبر منور سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کی ذات اہل بقیع اور شہداء احد پر تشریف لے جاتی ہے اور علامہ ابن حجر مکی کتاب الجواہر المنظم صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں:

"من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی"

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص حج کرے کعبہ کا اور نہ زیارت کرے میری پس اس نے مجھ پر جفا کیا، لقولہ علیہ السلام:

"من زار قبری وجبت لہ شفاعتی"

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص زیارت کرے مزار میرے کی پس اس کے لئے شفاعت میری واجب ہے۔ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی"

یعنی جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا وہ گویا میری حیاتی میں زیارت کرے گا۔

ونقل از کتاب طبرانی و جوہر منظوم وبیہقی و دولب۔

پس ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کے روضہ منورہ پر جانا ضروری ہے جو شخص بدوں کسی عذر کے آپ کے روضہ مقدس پر نہ گیا اس نے حضور کی ذات پر ظلم کیا ان ظالموں کے لئے مطلق یہ فرمان خداوند کریم کا ظاہر ہے:

﴿لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین﴾

یعنی ظالموں پر خدا کی لعنت ہے اور یہ جو حدیث غیر مقلد پیش کرتے ہیں کہ فرمایا آپ علیہ السلام نے:

"لا تشدوا الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ"

تو اس کے یہ معنی مراد ہیں کہ بخیال نماز و تعظیم کی خاطر سفر کرنا سوا ان تینوں کے نہ چاہئے یعنی کعبہ و مسجد نبوی و بیت المقدس کے کیونکہ ان کی طرف تعظیم و نماز کی خاطر ضرور سفر کیا جاتا ہے اس لئے محدثین نے لکھا ہے کہ اس عبارت کا مقدر کرنا لازمی ہے ورنہ تمام سفر ناجائز ٹھہریں گے حالانکہ ان کا کوئی منکر نہیں اور دوسری حدیث جو مانعین اپنے دعویٰ باطلہ پر بیان کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے:

"لاتجعلوا قبوری عیدا"

یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ تو اس کا جواب بایں طور محدثین نے دیا ہے کہ اول تو یہ حدیث چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس کے سلسلہ اسناد میں بہت اختلاف ہے ایک روایت میں "لاتتخذوا قبری عیداً" وارد ہے اور ایک میں "لاتجعلوا

یعنی وقتاً" واقع ہے۔

اب خدا معلوم کہ " عید " کا لفظ صحیح ہے یا " وقتاً " کا اور علاوہ اس کے یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے طرق میں عبداللہ بن نافع ہے جو کہ مجروح ہے اور دوسرے طرق میں جعفر وہ مجہول الحال ہے۔ دیکھو رسالہ مولوی علاؤ الدین صفی ۴۹ اور وسیلہ پکڑنا بوقت مصیبت آنحضور کے مزار اقدس کا جائز ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب الکرامۃ ابی جوزا سے بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہا انہوں نے کہ قحط زدہ ہوئے اہل مدینہ قحط سخت میں پس شکایت کی لوگوں نے پاس حضرت عائشہ کے پس فرمایا حضرت عائشہ نے کہ دیکھو قبر پیغمبر کو اور کرو قبر شریف سے چند سوراخ طرف آسمان کے تاکہ نہ حائل رہے درمیان قبر اور آسمان کے چھت، پس لوگوں نے ایسا ہی کیا پس برسا پانی بہت یہاں تک کہ پیدا ہوئی گھاس اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ پھٹ گئے چربی سے یعنی کہ خوب تیار ہو گئے الخ۔ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زمانہ خیر القرون میں بھی لوگوں نے مزار اقدس ﷺ سے حاجت طلب کی اور پائی اور اگر لوگ بزرگان دین کے مزاروں پر حاجات بوقت مصیبت جا کر مانگیں اور فیض حاصل کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں اور ثبوت اس کا جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے اور انوار الابنا بحوالہ کتاب مواہب و مدخل ابن حاج مکی میں لکھا ہے:

" قد قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ لا فرق بین موته و حیاته ﷺ فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلک جلی عنده لاخفاء به "

یعنی کہا ہمارے علماء دین نے کہ نہیں فرق ہمارے نبی ﷺ کی حیات اور اس حالت میں کچھ اور دیکھتے ہیں اپنی امت کے تمام حال اور پہچانتے ہیں احوال اور نیات ان کی اور اس حال ان پر روشن ہیں کوئی ان پر پوشیدہ امر نہیں اور اسی طرح ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

" لا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لا یموتون ولکن ینقلبون من دارٍ الی دارٍ الخ "

اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں اور ہر دو حال میں اپنے مریدوں کو مدد دیتے ہیں کما مر۔

**سوال نمبر ۲ کا جواب:** بے شک رسول اللہ ﷺ کو مطلق علم غیب و غیر استقلالی و بالعرضی تھا اور اس سے انکار کرنا کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ﷺ کا انکار لازم آتا ہے، وہو ہذا:

﴿ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی ﴾

(سورۃ جن)

یعنی وہ جاننے والا ہے غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے والقولہ تعالیٰ:

﴿ وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء ﴾ (پ۴)

یعنی نہیں اللہ خبردار کرتا تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے سے جس کو چاہے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وما هو على الغيب بضنين ﴾ (سورۃ التکویر)

یعنی وہ نہیں اوپر غیب کے بخیل یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا اور کتاب مواہب اللدنیہ باب اخبار الغیوب روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بایں طور مذکور ہے:

" ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذا "

یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے میدان بدر میں کہا کہ فلاں صحابی کے فلاں بیٹے کی یہاں اور یہاں قبر ہوگی سو ویسا ہی ہوا اور عینی شرح بخاری صفحہ ۶۸ جلد ۱۸ اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں مذکور ہے کہ آپ کے سامنے ایک صحابی نے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر تھا اور آپ سن کر خوش ہوئے اور دعا دی وہ شعر یہ ہے:

واشهد ان الله لا رب غيره   وانک مامون علی کل غیب

یعنی گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ آپ کی ذات تو ہر غیب پر مامون ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات کو علم غیب مطلق و بالعرض تھا اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے اور جہاں کہیں نفی علم غیب حضور ﷺ وارد ہوئی ہے وہاں مراد علم غیب استقلالی و بالذاتی ہے جو خاصہ خداوند کریم کا ہے۔ نہ علم غیب مطلق حضور ﷺ کے ہے۔

﴿ والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم ﴾

**سوال :** اپنے آپ کو مذہب محمدی کہلانا کیسا ہے؟

**جواب :** اپنے آپ کو محمدی مذہب سے مشہور کرنا محض جہالت اور بے وقوفی ہے چنانچہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۷۵ رد سوال شیعہ میں لکھا ہے کہ:

" امام نائب نبی است و نائب صاحب شریعت است نه صاحب مذهب زیرا که مذهب نام رائے است که بعض امتیاں راقهم شریعت کشاده شود و بعقل

خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نماید لہٰذا متحمل صواب و خطا میباشد ، وچوں امام معصوم از خطا است بزعم شیعہ ) و حکم نبی دارد نسبت مذہب باو نمودن ہیچ معقول نیست لہٰذا مذہب رابسوئے خداوند جبرائیل ودیگر ملائکہ وانبیاء نسبت کردن کمال بیخردی است چنانچہ لا مذہبان خود رابمذہب محمدی مشہور میکنند پس اینہم کمال بیخردی شد ۔۔۔ الخ"

واللہ اعلم بالصواب

**سوال :** بوقت ملاقات مصافحہ اور بعد نماز عید وغیرہ کے معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک بوقت ملاقات مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا اور معانقہ بعد نماز عید وغیرہ کے بنیت اظہار محبت اور کپڑوں کے جائز بالاجماع ہے اور بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے :

"علمنی رسول اللہ ﷺ وکفی بین کفیہ التشہد ۔۔۔ الخ"

یعنی حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے تحیت تعلیم فرمائی اور نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے :

"حدثنی اصحابنا یحییٰ وغیرہ عن اسماعیل ابن ابراہیم قال رأیت حماد بن زید وجاؤہ ابن المبارک بمکۃ بکلتا یدیہ"

یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحییٰ ابو جعفر بیکندری وغیرہ نے اسماعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن حماد کو دیکھا اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور کتب فقہ معتبرہ میں ہے :

"یجوز المصافحۃ والسنۃ فیہا ان یضع یدیہ من غیر حائل من ثوب او غیرہ کذا فی خزانۃ الفتاوی"

اور قنیہ وشرح تنویر سے علامہ مجدد مائۃ حاضرہ نے لکھا ہے :

"السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ"

اور شرح مشکوۃ فارسی محدث دہلوی نے بایں طور لکھا ہے :

"مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ ہر دو دست بود"

اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل عمل نہیں ۔ اگر غیر مقلد کسی حدیث صحیح سے دکھا دیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں

ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم فرمایا تو دس روپیہ انعام لیں اور معانقہ کرنا بھی جائز ہے چنانچہ کتاب خانیہ و مجمع الانہر میں لکھا ہے۔

"ان كانت المعانقة من فوق قميص او جبة جاز عند الكل الخ ان كان عليهما قميص او جبة جاز بالاجماع وهو الصحيح هكذا في درمختار و شرح وقايه"

اور صاحب ابی دینا نے دیلمی سند الفردوس ابو جعفر سے حدیث بیان کی ہے:

"قال سالت رسول الله ﷺ عن المعانقة فقال تحية الامم وصالح الخ"

یعنی فرمایا آپ نے معانقہ تحیت امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی ہے شک پہلے معانقہ کرنے والا ابراہیم خلیل اللہ ہے اور بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ خاتون جنت کے گھر میں تشریف لے گئے اور حسنین کو طلب کیا اور اس وقت خاتون جنت نہلا رہی تھیں۔ اس لئے دیری ہوئی اور حسنین جب نہا چکے تو دوڑتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں ہار تھا اور آپ نے ان کو گلے سے لگا لیا اور وہ آپ سے لپٹ گیا اور ام المومنین سے مروی ہے:

"قالت رايت النبي ﷺ التزم عليا وقبله الخ"

یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ دیکھا میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کہ آپ نے مولا علی کو گلے سے لگا لیا اور بوسہ دیا اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث بیان کی ہے کہ حضرت حسین وہ اپنے والد سے بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں:

"ان رسول الله ﷺ عانق عثمان بن عفان وقال قد عانقت اخي عثمان فمن كان له اخ فليعانقه الخ"

یعنی آپ نے عثمان بن عفان سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی سے معانقہ کیا اور جس کا کوئی بھائی ہو وہ بھی چاہے تو اپنے بھائی سے معانقہ کرے اور سنن ابوداؤد میں ام المومنین سے بایں طور مروی ہے:

"كانت اذا دخلت عليه ﷺ قام عليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها في مجلسه وكان اذا دخل عليها قامت عليه فاخذت بيده فقبلته واجلسته في مجلسها الخ"

یعنی جب حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور پرنور قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب کہ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام فرماتیں اور ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں اور حضور والا کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور سید احمد طحطاوی حاشیہ انوار الایضاح میں لکھتے ہیں:

"كذا تطلب المصافحة فهي سنة عقب الصلوة"

اور حاشیہ درمختار میں ہے:

"تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقاء"

یعنی سنت ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور بوقت ہر باری ملاقات کے اور اگر کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو تو یقین نامہ حاضرہ کو مطالعہ کرے فقط۔

**سوال:** ضاد کو ظ یا ز یا ذ پڑھنا قرآن مجید میں جائز ہے یا نہیں اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھے جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں جواب دو؟

**جواب:** ضاد کو مشابہ ظ، یا، ز، یا، ذ، کے پڑھنا سخت حرام و گناہ عظیم ہے کیونکہ ان کے تبدل ہونے سے معنوں میں بھی تغیر آ جاتا ہے اور یہ صریح مفسد نماز ہے جیسے کہ عظیم و عذیم و ضالین، ظالین و مغضوب مغظوب و مغذوب میں کس قدر معنوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس لئے علامہ امام برہان الدین محمود نے محیط برہانی میں لکھا ہے کہ جو شخص قصداً ض کو ظ پڑھتا ہے کافر ہے وهو ہذا:

"سئل الامام الفضلی عمن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على عكس فقال لاتجوز امامته وتعمد يكفر"

اور قاضی خان میں لکھا ہے:

"ان قرأ غير المغضوب بالظاء وبالذال تفسد صلوته"

یعنی جو غیر المغضوب کی جگہ مغظوب یا مغذوب پڑھے تو نماز فاسد ہو گئی اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں اور فتاویٰ محمدی بحوالہ فتاویٰ حمادی میں لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| اگر ظاء سے پڑھے گا ضالین | وہ نماز اس کی ہے فاسد بالیقین |
| اور امامت فاسد ہے اس کی تمام | یاد رکھ یہ مسئلہ اے ذی احترام |

(نقل از ضیاء الرشاد صفحہ ۱۳)



اور حدیث شریف میں ہے:

"اقرأ القرآن بلحون العرب واصواتها رواه البيهقی"

یعنی فرمایا آپ نے کہ قرآن کو لہجہ عرب و آواز عرب سے پڑھے کیونکہ وہ بہت فصیح ہے بنسبت تمام عجمی کے اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری غیر مقلد صاحب نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۲ میں بایں طور لکھا ہے کہ ضالین ظالین اور مشابہ ض کو ظ پڑھنا بالکل قائل نہیں ہوں۔

**سوال:** جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر فرقہ غیر مقلدین و مرزائی اس کے قائل ہیں اور اس پر حدیثیں بھی

بیان کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

**جواب :** اگر جرابیں مجلدین و منعلین اور چلنے پھرنے اور دوڑنے سے اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نہ گریں تو بے شک ان صورتوں میں ان پر مسح کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۸ میں ہے:

"ولا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة والا ان یکونا مجلدین او منعلین وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لا لیشفان ، ولو کان الجرموق من کرباس لا یجوز المسح علیه الخ"

اور جو حدیثیں جرابوں کی مسح کے جواز ترمذی و ابوداؤد میں آئی ہیں وہ نزدیک محدثین کے ضعیف ہیں قابل عمل نہیں چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا سفیان ثوری، عبد الرحمن بن مہدی و احمد بن حنبل و یحیٰی بن معین نے کہ حدیث مغیرہ جو ترمذی میں ہے وہ ضعیف ہے

"اتفق علی الحفاظ علی تضعیفه ولا یقبل قول الترمذی انه حسن صحیح"

اور جو حدیث ابوداؤد میں موسیٰ سے مروی ہے:

"لیس بالمتصل ولا بالقوی"

اور علاوہ اس کے خود مولوی عبد الجبار غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ "جرابوں پر مسح بالکل جائز نہیں اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح اس کے جواز پر وارد ہوئی اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ جراب جس پر مسح کیا گیا تھا۔ وہ چمڑے کی تھی یا سوت کی یا اون کی کیونکہ جراب کا اطلاق چمڑے کی جراب پر بھی آتا ہے لہٰذا ان جرابوں پر مسح کرنا نہیں چاہئے۔

☆☆☆☆☆

# استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں، ان کا جواب سند صحیح سے دیا جائے۔

**سوال اوّل:** یہ قدم جو پتھر پر لگا ہوا اکثر گداگر لوگ لے کر گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قدم مبارک آنحضرت ﷺ کا ہے آیا صحیح ہے؟

**سوال دوم:** نکاح کی اجرت نکاح خواں کو لینی جائز ہے یا نہیں اور باکرہ اور ثیبہ کی اجرت میں فرق ہے یا نہیں؟ اور کتنی اجرت لینی چاہیے؟

**سوال سوم:** یہ عام لوگ جو زراعت پیشہ فی کھلیان (غلواڑہ) تو پہ غلہ ملا کو دیتے ہیں جس کا نام رسول والی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

**سوال چہارم:** یہ جو غیر مقلد کہ اگر کوئی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک جلسہ میں ہزار طلاق دے تو ایک ہی واقعہ ہوتی ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟

**سوال پنجم:** اگر کوئی شخص مشرف باسلام ہو اور اس کے والدین کفر پر ہی مرے ہوں تو اس کو نماز میں ان کے لیے بخشش کی دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں جیسے کہ نماز میں آتا ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ ﴾ وغیرہ، فقط۔

بقلم خود خاکسار غلام رسول امام مسجد جامع دینکے تارڑ، جنوری مورخہ ۱۵/۱۹۱۹ء

**جواب سوال اوّل:** کتب حدیث و تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ قدم جو ہندوستان میں پتھر پر لگا ہوا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بعض مداحوں نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ کتاب ''قرۃ العیون'' جلد ۱ صفحہ ۳۶ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:

" ذکر کثیرٌ من المداح ان النبی ﷺ کان اذا مشی علی الصخرۃ غاصت قد ماہ فیہ ولا وجود لذالک فی کتب الحدیث الخ وقد انکرہ امام برھان الدین الناجی د مشقی الخ "
"وقال انہ لم نکف لہٗ علی اصل ولا سند ولا رای من خراجہ فی شی من کتب الحدیث لابوجہ فی کتب الحدیث والتواریخ کیف یسوغ نسبۃ النبی ﷺ الخ "

یعنی ذکر کیا بہت مداحوں نے کہ جب چلتے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو گھس جاتے تھے دونوں قدم ان کے پتھر میں اور حالانکہ نہیں وجود اس کا کتب حدیث میں اور انکار کیا اس کا امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اور کہا انہوں نے نہیں پائی

جاتی اصل اور سند اس کی اور نہ دیکھا کسی کو سلف معتبرین سے کہ اس کا کچھ اصل بیان کرتے اور کہا صاحب شافی نے کہ جس کا ثبوت کتب حدیث اور تواریخ میں نہ پایا گیا ہو پھر کب جائز ہوگا نسبت کرنا اس کا طرف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بال مبارک اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت کتب حدیث و تواریخ میں موجود ہے اور ان کی زیارت کرنا غایت درجہ کا ثواب اور برکت ہے چنانچہ ''قرۃ العیون'' جلد ۶ صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے کہ داہنی طرف کے بال آپ نے سب ابوطلحہ کو دیے اور بائیں طرف کے بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اور اصحاب آپ کے بالوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے اور یہ اس لئے کیا تا کہ لوگوں کے پاس باقی رہے اور یادگیری ہو۔

مرا از لف تو موئے پسند است — فضولی میکنم بوئے پسند است

**جواب سوال دوم:** اجرت نکاح کی نکاح خواں کو لینی جائز ہے کیونکہ اس ملک اور زمانہ میں دستور ہے کہ جب لوگ امام مسجد مقرر کرتے ہیں تو اس سے پہلے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ اس قریہ یا محلہ میں جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب ملک تیرا ہوگا جیسا کہ قربانی کی کھالیں اور لوپہ غلہ کی کھلیان (خلوازہ) اور فی نکاح پانچ روپیہ دو روپیہ بانگ وغیرہ جو ہوگا وہ سب تجھ کو ملے گا تو اس صورت میں ضرور ان کو دینا واجب ہوگا ورنہ سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ قرآن مجید و حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار لوگ جو کسی سے وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں لیکن منافق پورا نہیں کرتے:

﴿ وَالْمُوفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ﴾

اور حدیث شریف میں ہے:

''لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له''

(رواہ البیہقی)

یعنی جو امانت میں خیانت کرے یا وعدہ کو پورا نہ کرے وہ منافق اور بے دین ہے اور فتاویٰ الفصول العمادی میں ہے:

''اذا عینوا لامامهم شیٔ من الاوقاف والصدقات والهدایا وغیرها لزمهم اداءها الخ''

اور علامہ ابن نیون نے اپنی کتاب وجیز صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے:

''واگر بظاہر نگفته اند وقت نصب مقرر بطریقه رسم و عادت و رواج بلاد خود اور امام کردند پس دریں صورت ہم حصه مرسومه آں بلاد بریشاں ادا کردن پس امام خود واجب است''

''لان المعروف کالمشروط الخ''

اور فتاویٰ نوادر صفحہ ۲۳۶ بحوالہ فتاویٰ جامع میں لکھا ہے:

''عن المشتغل بتعلم العلم وجب علی المسلمین کفایة ...... الخ فقط''

**جواب سوال سوم :** رسول واہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ رسول ارواہی ہے اور رسول واہی بھی درست ہے کیونکہ رسول لفظ عربی ہے اور واہی ہندی ہے جس کے معنی پہنچے ہوئے کھیت کے ہیں یعنی کھیتی انجام پر پہنچ گئی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اصحاب انصار جو زمینداری کا کام کرتے تھے جب ان کی کھیتی پکنے لگتی تو ان سے عمدہ اور اعلیٰ میوہ اور غلہ چن کر مسجد نبوی کے کونے میں جا کر رکھ دیتے تا کہ مہاجرین محتاج اور مفلس کھائیں اور دعا کریں اور ایک روز ایک زمیندار نے اس مال میں دو صاع کھجوریں ناقص لا کر ڈال دیں، یہ فعل اس کا خداوند کریم کو ناپسند آیا اور فرمایا:

﴿ یایّھا الّذین اٰمنوٓا انفقوا من طیّبٰت ما کسبتم وممّآ اخرجنا لکم من الارض ولا تیمّموا الخبیث منه ...... الخ ﴾

یعنی اے ایماندارو خرچ کرو راہ خدا میں اس چیز سے جو کمایا تم نے اور اس چیز سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ قصد کرو بُری چیز دینے کا اور سیپارہ ربع اول میں ہے:

﴿ اذآ اثمر و اٰتوا حقّه یوم حصاده ...... الخ ﴾

یعنی ہر ایک کھیت اور میووں سے جس وقت پھل لائے اگر چہ کچا ہو اور دو حق میوے کا یعنی صدقہ کرو جس دن کھیت کاٹو اور درخت گراؤ اور میوے چنو۔ یہ اہتمام سے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے کے لئے ہے تفسیر حسینی وغیرہ اور مولوی عبداللہ نے انواع جلد دوم صفحہ ۱۶۶ میں بحوالہ فتاویٰ عالمگیری لکھا ہے کہ ضرور جب غلہ مانڈا جائے اور بھوسہ سے غلہ صاف ہو جائے تو اس غلواڑہ سے پہلے گنتی ٹوپہ کے صدقہ کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

**جواب سوال چہارم :** سوال کا جواب نہایت توضیح سے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۰ سے شروع ہوتا ہے مطالعہ فرمائیں۔



**جواب سوال پنجم :** دعا طلب مغفرت کی مسلمان شخص کو اپنے والدین کے لئے جو بحالت کفر مرے ہیں نماز وغیرہ میں نہیں مانگنی چاہئے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وما کان للنّبیّ والّذین اٰمنوٓا ان یّستغفروا للمشرکین ولو کانوٓا اولی قربٰی ﴾

یعنی نہیں لائق واسطے نبی ﷺ کے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اگر چہ وہ صاحب قرابت ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے شخص کو چاہئے کہ اور دعائیں پڑھے جیسا کہ بخاری وغیرہ میں الفاظ وارد ہیں:

"اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنة المسیح الدجال"

**سوال:** بعض لوگ نیچری خیال کے کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی میت کو زندہ کیا جاتا ہے یہ کیسا حکم ہے؟

**جواب:** عذاب قبر برحق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع امت سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا کفر و ضلالت ہے۔ لقولہ تعالیٰ

﴿ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾

یعنی قریب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔ آیت دوم:

﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ☆ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

یعنی گھیر لیا فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے وہ آگ کہ حاضر کیے جاتے اوپر اس کے صبح و شام اور جب ہوگی قیامت کہا جائے گا داخل کرو فرعون والوں کو سخت عذاب میں پس ان ہر دو آیت سے عذاب قبر اور عذاب قیامت ثابت ہوا اور بخاری شریف سیپارہ ۵ میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بٹھلایا جاتا ہے مومن کو بیچ قبر کے پھر آتے ہیں آنے والے (ملائکہ) اور پھر گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر اللہ اور پیغمبر اس کا رسول ہے:

"فذلک قولہ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ"

پس قول اللہ تعالیٰ جس کے معنی یہ ہیں کہ ثابت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ بات محکم کے بیچ زندگانی دنیا کے اور آخرت میں اور کہا صحابہ نے یہ آیت نازل ہوئی ہے بیچ عذاب قبر کے اور بخاری میں ہے کہ سوال کیا حضرت عائشہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب قبر سے فرمایا آپ نے عذاب قبر برحق ہے اور سعید بن عاص سے مروی ہے کہ:

"سمعت النبی ﷺ وھو یتعوذ من عذاب القبر"

یعنی سنا میں نے نبی ﷺ سے کہ آپ پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے:

"فما رأیت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلوۃ الا تعوذ من عذاب القبر"

یعنی کہ نہیں دیکھا میں نے رسول خدا ﷺ کو بعد اس کے کہ پڑھی ہو کوئی نماز مگر پناہ مانگی آپ نے عذاب قبر سے اور کتاب بخاری باب الجنائز میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد الخ"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بندہ رکھا جاتا ہے قبر میں اور پیٹھ پھیرتے ہیں ساتھی اس کے تحقیق وہ

[illegible] سنتا ہے آواز جوتیوں ان کی اور آتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے پس بٹھلاتے ہیں اس کو اور کہتے ہیں کیا جانتا تو بیچ حق اس شخص کے پس کہتا ہے مومن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بندہ اللہ کا ہے اور پیغمبر اس کا ہے۔

" انه يفسح له فی قبره "

یعنی پھر اس کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور قبر اس کے لئے فراخ کی جاتی ہے اور [illegible] رضی اللہ عنہ نے کہ کافر سے بھی ایسا ہی سوال ہوتا ہے پس کہتا ہے:

" لا ادری كنت اقول ما يقول الناس فيقال لا دريت و [illegible] ويضرب من [illegible]
فيصيح صيحةً الخ "

پس کہتا ہے میں نہیں جانتا اور میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، پس کہا جاتا ہے [illegible] نے [illegible] نے قرآن اور مارا جاتا ہے لوہے کی گرزوں سے یکبارگی مارا جاتا پس نہایت چیختا چلاتا ہے اور سوائے جنوں اور [illegible] سب آس پاس والے اس کی آواز کو سنتے ہیں الخ۔ ان دلائل کے سوا ہزار ہا اور بھی دلائل اس پر شاہد ہیں اور تمام کا اس بات پر اتفاق ہے اور عقل بھی اس سے مانع نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کے تمام بدن یا اس کے کچھ حصہ میں روح ڈال دے اور اس کو دکھ یا سکھ پہنچائے اور اگر کہو کہ انسان قبر میں ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ وہاں ہوا بالکل بند ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدا قادر ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں چنانچہ اصحاب کہف کا قصہ اس پر شاہد ہے، وہو ہذا:

" ولبثوا فی کهفهم ثلث مائة سنين وازدادوا تسعاً "

یعنی رہے وہ بیچ غار اپنی کے تین سو برس اور زیادہ رہے نو برس اور وہ پس سوتے تھے اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف اور کتا ان کا پھیلا رہا ہے دونوں ہاتھ اپنے الخ۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان کو وہاں کچھ پہنچتی ہے اور نہ ان کو کچھ خبر ہے چنانچہ اس آیت میں ہے:

﴿ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ الخ ﴾

کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم، کہا انہوں نے ایک دن یا تھوڑا حصہ دن سے الخ۔ غرضیکہ خداوند کریم جس جگہ کسی بشر وغیرہ کو رکھنا چاہتا ہے اسی جگہ کے موافق اس کے مزاج کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں معترضین کو جنین کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ باوجود یکہ کئی پردوں میں رحم کے اندر جہاں اس کو کسی طرف سے بھی ہوا نہیں ملتی کس طرح زندہ رہتا ہے پرورش پاتا اور پیٹ کے اندر حرکت ڈال کر زندہ کر دیتا ہے۔ فقط قادر کی کس قدر حکمت پائی جاتی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ قبر کے اندر بھی مردہ میں روح ڈال کر زندہ کر دیتا ہے، فقط۔

# سوالات از جانب چوہدری غلام یٰسین
# از فیض پور چک نمبر ۴۴۰ علاقہ سمندری

**سوال:** جو اشیاء خوردنی ہندو یا عیسائی یا اور کسی غیر مذہب کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہوں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** بے شک ہندو و عیسائی وغیرہ بد مذہب کی دستی اشیاء ماکولہ بنی ہوئی سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ ناپاک و پلید پانی استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور ان سے عیدوں میں ہدیہ نہ لیا جائے چنانچہ خزانۃ الروایات ومحیط ذخیرہ میں مذکور ہے:

"لا ینبغی للمؤمنین ان یقبل ھدیۃ الکافر فی یوم عیدھم ولو قبل لا یرسل الیھم شیئاً"

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ نہ کھانا مل کر کھایا جائے اور نہ ہی ان کے برتنوں میں کھانا کھایا جائے کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں اور شراب و خنزیر و حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں لیکن اگر کسی خاکروب کو کوئی مسلمان لاٹھی سے یا کھاری میں روٹی باندھ یا رکھ کر دے اور خاکروب اسی طرح اٹھا کر دوسرے مسلمان کو جا دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں آتی جیسا کہ فتاویٰ عبدالحئی میں ہے۔ فقط۔

**سوال:** کفار کی نوکری کرنی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کونسی نوکری جائز ہے؟

**جواب:** "نوکری کفار ان دربعض امور جائز و دربعض ناجائز چنانچہ درفتاوی شاہ عبد العزیز جلد۲ صفحہ۱۱۱ مذکور است اگر نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانند محاربہ بامسلمین در پلٹنہا و مانند آں شراب و گوشت مردار و خنزیر وغیرہ خدمتگاراں را ایں قسم روزگار ممنوع است ودیگر روزگار کہ در آں ایں چنیں منہیات نباشد مانند نوشتن امور عدالت و مانند منشی گری و مانند قافلہ رسانی و نگہبانی پولیس و مانندآں ممنوع نیست فقط"

**سوال:** کتب فقہ کو تہمت لگانے والا اور منکر فقہ کون ہوتا ہے؟

**جواب:** کتب فقہ معتبرہ سے انکار کرنے والا محقق علماء کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے بالعکس شافعیہ، حنفیہ وغیرہ کے چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۵۰ میں لکھا ہے کہ:

" اگر منکر شود بجہت آں کہ ایں کتاب از علوم دینیہ است پس ایں خود کفر است "

اور اسی طرح فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے:

" لانہ اهان الذین ومن اهان الدین فقد کفر "

اور فتاویٰ بزازی میں ہے:

" اذا القی الفتوی علی الارض او قال عند رؤیۃ الفتوی ردی او قال " ایں چہ شرح است یکفر لانہ رد حکم شرع "

فقط واللہ اعلم

**سوال :** جو عورت حیض سے پاک ہو اور غسل نہ کیا ہو اس سے وطی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک اگر عورت ایام معینہ حیض سے پاک ہو جائے اور اس پر وقت نماز کا بھی گزر جائے تو پھر قبل از غسل اس سے وطی کرنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ غسل کے بعد وطی کرے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر و جامع الفوائد و شرح وقایہ و برجندی میں مذکور ہے:

" وحل وطی من قطع دمها الا اکثر الحیض او النفاس قبل الغسل دون من قطع الاقل منہ الا اذا مضی وقت یسع الغسل والتحریمۃ "

اور انواع مولوی عبداللہ دفتر اول صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ " بمجرد پاک شدن وطی او حلال گردد، ولیکن مستحب است کہ بعد از غسل وطی کنند۔ اما زینکہ پیش از عادت خود پاک شود وطی حلال نبود اگرچہ غسل کند تادمیکہ ایام عادت او تمام نگزرد "

فقط واللہ اعلم

**سوال :** نماز کی ہر رکعت میں بسم اللہ شریف پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک سورۂ فاتحہ کے قبل ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے، ھکذا فی کتب الفقہ۔

**سوال :** بڑا بھائی یا کوئی اور ولی نکاح بالغہ کا جبراً کر سکتا ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح بر صیغہ جبر نہیں ہو سکتا چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ و قدوری میں ہے:

" ولا یجوز للولی اجباراً لبکر البالغۃ علی النکاح "

یعنی نہیں جائز ولی کو جبر کرنا کنواری بالغہ کو نکاح پر (ہاں) اکراہ سے نکاح جائز ہے۔

" والبکر البالغہ لاینجیہ عندنا "

**سوال :** ورثہ جو کہ شرعی حساب سے لڑکیوں کو ملتا ہے اس ملک میں چونکہ رواج نہیں ہے پھر مومن ورثہ اپنا لڑکیوں کو دیتا ہے، کیا اس ملک میں جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** ضروری دینا چاہئے کیونکہ رواج زمانہ بمقابلہ نص ربانی معتبر نہیں بلکہ مردود و متروک ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید میں ہے۔

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾

یعنی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے۔ تمہاری اولاد کے حق میں، مردوں کے لئے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے الخ اور ترکہ لڑکیوں کو وجہ رفتار زمانہ کے نہ دینا سخت گناہ ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ، فقط۔

**سوال :** بیع فاسد کون کونسی ناجائز ہے اور کون کون سی جائز ہے؟

**جواب :** ہر ایک اشیاء بن بیع فاسد ناجائز ہے اور وہ مثل مردار خون وشراب و خنزیر وحر و بیع ام ولد و مدبر مطلق و کاتب اور اسباب عوض شراب وغیرہ کے ہے اور بیع باطل بھی جائز نہیں اور ان کی مثالیں بہت ہیں، فقط۔

**سوال :** اگر نفاس کی حد کے اندر خون بند ہو جائے تو نماز روزہ تلاوت وطی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک اگر عورت نفاس سے ہمیشہ چالیس یوم کے اندر پاک ہو جاتی ہے اور خون پھر بالکل اس کو چالیس یوم کے اندر کبھی نہ آتا ہو تو اس عورت سے وطی وغیرہ جائز ہے۔

جتی مدت حیض دی وہ چالی نفاس    تھوڑی مدت نہ کجھ جتھے رہے تھے پاک

(از خواجہ عبداللہ)

**سوال :** بیعت کسی بزرگ سے کرنی فرض ہے یا واجب یا سنت؟

**جواب :** بیعت بزرگان سنت ہے۔ خواجہ کائنات علیہ السلام اور آل واصحاب کرام ومشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ معمول ہے چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں مذکور ہے آیت شریف:

﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ آیت شریف ﴿ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾

یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا اس کے رستے کی پیروی کرو اور فتاوی عزیزی صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے کہ یہ طریق سنت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ ﴾

**سوال :** جس شخص کو مرض سلسل البول کی ہو وہ کپڑا کتنی مدت کے بعد دھوئے اور اس کے وضو کی حد کتنی ہے؟

**جواب :** وضوء کی مدت وقت نماز تک ہے کپڑا بار بار دھونے اور بدلانے کی چنداں ضرورت نہیں تا وقتیکہ عذر دور نہ ہو، فقط۔

**سوال :** محبت کفار وشیعہ ونیچری ومرزائی وغیرہ سے کرنی جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک ان کے ساتھ موانست ومجالس ومواکلت کرنا حرام ہے چنانچہ تفسیر عزیزی وغنیۃ وصواعق محرقہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" ان الله اختارني واختارلي اصحاباً وانصاراً وسياتي قومٌ يسبونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم الخ "

باقی حال سلطان الفقہ حصہ اول وسیف النعمان میں دیکھیں۔

**سوال :** مونچھوں کا بڑھانا اور داڑھی کا منڈوانا اسلام میں کیسا ہے؟

**جواب :** بے شک داڑھی کا منڈوانا اور مونچھوں کا بڑھانا گناہ کبیرہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل وترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" قال من لم ياخذ من شاربه فليس منا "

یعنی جو شخص لبوں یعنی اپنی مونچھوں کو نہیں لیتا یعنی کترتا وہ ہم سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ یہ حدیث مسلم وبخاری میں ہے:۔

" خالفوا المشركين اوفروا اللحى واحفوا الشوارب "

اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ لا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي ﴾

یعنی حضرت ہارون نے اپنے بھائی کو کہا کہ میری داڑھی نہ پکڑ اور کتاب شیعہ اطواق الحمایت میں لکھا ہے:

" ثم قبض على لحيته وهي بيضاء وقال عليه السلام من قطع اللحية قبل القبض اسود وجهه يوم القيامة ولم ينك شفاعتي "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو داڑھی قبل مشت ہونے کے کتاتا ہے۔ اس کا منہ قیامت کے دن سیاہ ہوگا اور میری شفاعت سے محروم ہوگا۔

( نقل از فتاویٰ ... )

" قال اخبرنا ابو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت

القبضة قال محمد وبه ناخذ وهو فعل ابی حنیفة"

(نقل از آثار امام محمد صفحہ ۱۹۹)

"روی الامام الطحاوی انه قال النبی ﷺ من قطع شعرةً من لحیته او من تحت لحیته لا یستجاب دعاؤه ولا تنزل علیه الرحمة ولا ینظر الله الیه نظر رحمة وتسمیة الملئکة ملعونًا وهو عندالله بمنزلة الیهود والنصاری"

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص کتاوے بال داڑھی اپنی سے نہیں قبول کی جاتی دعا اس کی اور نہیں اترتی اس پر رحمت اللہ کی اور نہ نظر کرے گا اللہ طرف اس کے رحمت کی اور فرشتے اس کا نام ملعون رکھتے ہیں اور نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہوتا ہے بمنزلہ یہود و نصاریٰ کے اور شرح فقیہ میں ہے:

"ان من حلق او قصر لحیته لا تجوز امامته وفی صلوة نفسه کراهة"

یعنی جس نے داڑھی منڈائی یا کتروائی اس کی امامت جائز نہیں اور فی نفسہ بھی اس کی نماز مکروہ ہے۔

**سوال:** گلے میں زنجیر اور سونے کی انگوٹھی مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** دست چپ انگشت خنصر چاندی بقدر سہ ماشہ کی انگشتری اگر بادشاہ یا قاضی یا نمبردار یا متولی وغیرہ کو جسے مہر لگانے کی ضرورت ہو جائز ہے سوائے ان کے اوروں کو اس سے ترک افضل ہے اور سونے کی انگشتری مردوں کو بالاتفاق حرام ہے۔

"وہر کسے را کہ حاجت مہر کردن باشد مثل متولی وغیرہ نیز حکم قاضی دارد کذا فی درالمختار" اور مالابد منہ میں ہے "بادشاہ وقاضی را انگشتری برائے مہر داشتن سنت است و دیگراں را ترک افضل است" وزنجیر سونے اور چاندی کی مردوں کے لئے حرام ہے اور لڑکوں کو زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

**سوال:** رشوت کس کو کہتے ہیں؟

**جواب:** "کسے کہ مے آید و میر و دمیاں راشی و مرتشی و زیادہ میکند برائے یکے زیادہ میکند برائے دیگر آنرا بلغت عرب رائش میگوئیند و رشوت دادن و گرفتن حرام است و مرتکب و مستحق حرام ناراست چنانچہ ترمذی وابن ماجہ از عبداللہ بن عمر روایت میکند"

"لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی"

یعنی "لعنت کردہ رسول اللہ ﷺ رشوت دہندہ و رشوت گیرندہ را" اور مالابد منہ میں

لکھا ہے مگر " آنکه دادن رشوت برائے دفع ظلم جائز است "اور میرے خیال میں ہرگز دینا جائز نہیں اور ڈراوادے کر لینا بھی مسلمان کو حرام ہے اور رشوت یہ ہے کہ زید اور عمر کے درمیان بکر کوئی امر خوف کا ڈال کر کچھ لے لیوے یا ایک طرف سے کمی کرنا اور دوسری طرف ناحق زیادتی کرنا اور ان سے کچھ لے لینا رشوت ہے جیسا کہ اکثر اوقات محکوم لوگوں سے سرکاری آدمی کچھ لے کر چھوڑ دیا کرتے ہیں ہاں کسی کا کام اگر محض بر صیغہ اخوت کیا اور اسے کچھ بطور ہدیہ خود بخود دے کر اپنی رضامندی سے روانہ کر دیا تو یہ لے لینا جائز ہے یا اگر کسی نے کہا تو میرے ساتھ فلاں جگہ چل اور میرا کام کر دے تو میں اس قدر دوں گا اس نے کہا اس قدر روپیہ دے تب میں یہ کام کروں گا تو اس صورت میں یہ اجرت جائز ہے۔

**سوال:** سودخوار کی امداد اور سود دلوانا اور گواہی سود والے کی اگر سچی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** بے شک از روائے شرح شریف امداد سودخوار اور سود دلوانا اور گواہی سودخوار کی عدالت میں جا کر دینا حرام ہے چنانچہ بخاری شریف پارہ ۶ میں ہے:

" اکل الربو وشاهده کاتبه "

یعنی ہر تینوں پر خداوند کریم کی لعنت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

یعنی برے کاموں پر امداد مت دو کیونکہ برے کاموں میں کسی کو امداد دیتا ہے وہ منہم ہی شمار ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾

" عن جابر لعن رسول الله ﷺ اکل الربوا و موکله و کتابه و شاهدیه وقال هم سواء "

(رواہ مسلم)

یعنی جابر سے مروی ہے کہ لعنت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے کو اور سود کھلانے والے کو اور کاغذ لکھنے والے کو اور اس کے گواہوں کو روایت کیا اس کو مسلم نے اللہ تعالیٰ ایسے برے افعال سے ہر مومن کو بچائے۔

آمین ثم آمین

☆☆☆

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

# نقل فتویٰ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت

# مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کر کے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیز ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ استغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز۔ عقائد وعملیات عالم غیر مقلد متوفی وامام غیر مقلد وائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط واجتہادیہ کو خلاف حدیث سمجھنا اور ان کے برعکس فتویٰ دینا اور عمل کرنا مثلاً:

1: نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا ہے۔

۲: مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ او جلسۃ واحدۃ کے کہی گئی ہوں اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرا دیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا رہا ہو علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورہ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھنا اور اس پر مداوت کرنا۔ بینوا توجروا

خاکسار محمد ظہیر الدین خان لمن برج وزیر آباد

**جواب:** سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہمیں جن میں بکثرت کفریات ہیں، ان میں بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتداء کر لی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتداء کرے تو ضرور اس کے عقیدہ میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منہم شمار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿ومن یتولہم منکم فانہ منہم﴾

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

" واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم ، ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً ، ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید ، ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین نسئل اللہ العفو و العافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "

مہر مدرسہ اہل سنت والجماعت بریلی (مہر محمد اسمٰعیل ابو مطہر بریلوی) (مہر محمد امجد علی رضوی بریلوی) (مہر مصطفٰی رضا خاں آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی) (مہر محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی (مہر عبد المصطفٰی احمد رضا خاں حنفی قادری) الجواب صحیح، واقعی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے پیچھے نماز عالم حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ گئی۔

احقر المسکین امام الدین کھو کھر حنفی سکنہ جلال پور جٹاں

☆☆☆☆☆

# نقل فتویٰ مولوی اصغر علی صاحب روحی:

اقول و باللہ التوفیق، فرقہ غیر مقلدین جو وہابیہ نجدیہ کے طریق پر چلتے ہیں بوجہ چند عقائد باطلہ کے اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں لہذا وہ لوگ طریق حضرات سلف یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے برخلاف ہیں کیونکہ قرون ثلاثہ مشہود لھا پس فرقہ وہابیہ جن کے عقائد مشہور و روز دیک ہیں اہل السنت کا فرقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ اہل بدعت و ہوا ہیں اور مبتدع از روئے احادیث صحیحہ ہرگز قابل حرمت نہیں، بلکہ الٹا کے احترام پر وعید وارد ہوئی ہے۔ امامت منصب احترام ہے لہذا ایسے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور جو حنفی ان کے عقائد کو جائز سمجھ کر پڑھے وہ بھی بدعتی ہے اس کی امامت بھی جائز نہیں۔

فقط۔ خاکسار اصغر روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔

☆☆☆☆☆

# نقل مختصر از فتویٰ مولوی نور اللہ شاہ صاحب فاضل اجل چک ۱۶۰ ابا نگا علاقہ لائکپور:

بے شک فرقہ غیر مقلدین ضل اور مضالہ ہے ان کے پیچھے ہرگز نماز حنفی مذہب کی جائز نہیں اور جوان کے پیچھے جائز سمجھ کر پڑھے اس کو علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور تعزیر، فقط۔

## نقل فتوائے علمائے نعمانیہ لاہور:

ان تینوں فتووں کے ساتھ مجھ کو اتفاق ہے۔ یقیناً غیر مقلدین فرقہ ضالہ ہے اور قابل امامت نہیں۔ بے شک غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست نہیں اور جو شخص دیدہ و دانستہ ان کی اقتداء کرے مبتدع ہے۔

فقط نور محمد کیملپوری

واقعی غیر مقلدین قابل امامت مقلدین کے نہیں ہیں۔ مقلدین اہل سنت والجماعت کو ان سے من کل الوجوہ احتراز لازمی ہے۔

۱۲ غلام محمد خان ساکن جنڈیال ضلع کیملپور

فرقہ وہابیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء خدا تعالیٰ کے نزدیک مثل چمار کے رتبہ رکھتے ہیں۔

(نقل از تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل پیشوائے ایں فرقہ)

اور اپنا نام موحد رکھا ہوا ہے اور حنفیہ کرام کو یہ لوگ مشرک کہتے ہیں اور ظاہر ہے جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ مولانا مولوی شیخ احمد کاشمیری رسالہ رجوم الشہابیہ فی رد وہابیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ بلاشک ایں خبیثاں کافر مطلق اند — کہ مبین انبیاء و مکفر اہل حق اند

پس جب ایسے اجل علماء کے ان کے کفر پر فتوے ہیں تو پھر ان کی نماز جنازہ اور ان کی اقتداء کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ الغرض غیر مقلدوں کی اقتداء ہرگز جائز نہیں۔

کتبہ:

محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور

غیر مقلدین کے پیچھے نماز مقلدین کی چند وجوہات سے ناجائز ہے۔ کتبہ:

محمد امین امام مسجد متصل برو د خانہ لاہور

# از جانب مولوی معنوی ابراہیم چک گاگر ضلع ملتان

**سوال:** حقہ پینا نزدیک علمائے دین شرع متین کے جائز ہے یا حرام؟

**جواب:** اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام اور فقیر کہتا ہے کہ بہر حال اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے کیونکہ مکروہ پر دوام عمل کرنا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور کتاب در الثمین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف حقہ مہمانوں کے لئے اپنے گھر میں بنا رکھا تھا اور اس سبب سے وہ آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہا، وھو ہذا:

" اخبرنی سید الوالد قال كان رجل من اصحابنا لا يشرب التنباك ولكنه كان قد هيا القدرة لاضيافه فرأى النبى ﷺ فى النوم اواليقظة لا ادرى اى ذلك مقبلاً اليه ثم اعرض وخرج ذلك المكان قال فشد نشددت اليه وقلت يارسول الله ما ذنبى فقال فى بيتك القدرة ونحن نكرهها ...... الخ "

جناب کے والد کا بیان ہے کہ ہمارے یاروں میں سے ایک شخص خود تو حقہ نہ پیتا تھا لیکن اس نے مہمانوں کے واسطے بنا رکھا تھا تو اس نے دیکھا نبی علیہ السلام کو نیند یا بیداری میں (یہ دریافت نہیں) کہ آپ تشریف لائے اس کی طرف اور منہ پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے اور کہا اس نے آپ گریزاں ہوئے میں آپ کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ فرمایا تیرے گھر میں حقہ ہے جو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے فقط۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جب اس کا بزرگان خدا کے نزدیک گھر میں رکھنا اس قدر برا ہے تو پھر اس کا استعمال کرنا کس طرح جائز ہوگا اور بخاری شریف میں حدیث بدیں مضمون وارد ہے کہ آپ کی ذات خوشبودار چیز کو بہت محبوب رکھتی تھی، نہ بدبو کو اور فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم و بصل خام کھا کر مت داخل ہو کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ حرام ہے اور فتویٰ جامع الفوائد ۲۳ بحوالہ علام الرحمن فی نفی حل شرب الدخان لکھا ہے۔

**شعر**

یہ حقہ بڑ بڑ کرتا ہے ایہ شیطون کا نایہ ہے — ایہ لمبا کانا ایسا ہے جیسا شیطون ڈکر چھپایا ہے
کتنے پیر پیغمبر گزرے کسے نہ دھواں کھایا ہے — ہن ملاں قاضی پیون لگے انہاں بھی دین ونجایا ہے

پس برادران اسلام وصوفیائے کرام کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کریں اور راہ مستقیم پر چلیں اور باقی مفصل ذکر اس کا ان شاء اللہ جلد نمبر ۳ میں آئے گا۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ کتب صحاح ستہ میں یعنی بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی و ابوداؤد میں کہیں امام صاحب کا نام نہیں اگر وہ محدث ہوتے تو ضرور ان کا نام اور ان سے روایات مسطور ہوتیں؟

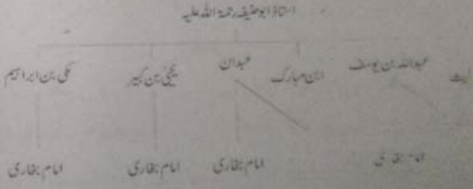
**جواب:** کتاب الحفاء صفحہ ۱۴۱ میں محدث جونپوری نے بایں طور اس کا جواب تحریر کیا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کو ابتداء سے امام اعظم کوفی حامی سنت سے عداوت تھی، ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا نام تمام صحاح ستہ سے بوجہ عداوت نکال دیا ہو، کیونکہ اول یہ کتابیں قلمی تھیں اور ان میں امام صاحب موصوف کا نام تھا اور جو ہندوستان میں چھپی ہیں ان میں کہیں نام و نشان امام صاحب کا نظر نہیں۔ چنانچہ کتاب ترمذی کے آخر کتاب العلل میں اس عبارت کو خاص اڑوایا ہے، وھو ھذا:

"حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحیی الحمانی قال سمعت ابا حنیفة یقول ما رأیت اکذب جابر الجعفی ولا افضل من عطا [illegible] رباح"

یہ عبارت [illegible] کی چھپی ہوئی ترمذی میں موجود ہے اور اسی پر ناظرین کو قیاس کر لینا چاہئے اور علاوہ اس کے انہی کتابوں میں امام صاحب کے شاگردوں کے اسماء سے جب یہ کتابیں بھری ہوئی ہیں پھر امام صاحب لاعلم اور ضعیف کہلائیں، سبحان اللہ یہ کونسی عقل اور ایمانداری کی بات ہے۔ دیکھو بخاری کی سندوں میں عبدالرزاق، حفص، بن غیاث حفص بن عمر، حفص بن غیاث، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابونعیم ابن ابی زائد، یونس ابن ابی مریم، عثمان ابن ابی شیبہ، وکیع ابن المبارک علی بن المدینی، علی بن الجعد، وغیرہ یہ سب امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں اور خود امام بخاری امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور کوئی محدث امام صاحب کے بعد نہیں گزرا جس نے امام صاحب موصوف سے کسی نہ کسی واسطے سے علم حاصل نہ کیا ہو اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ تیسرے اور چوتھے جلد میں بطور شجرہ دکھا دے گا اور اس جگہ بھی بخاری کے شاگرد ہونے کا نقشہ لکھ دیتا ہے۔

(نقل از کتاب الحفاء صفحہ ۲۸)





پس اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو یہ سب کے سب ان کے نزدیک ضعیف ٹھہریں گے اور تمام صحاح ستہ قابل عمل نہ رہا۔

از جانب میاں حسن محمد صاحب ٹھیکیدار دھوبیکے ، ابراہیم غیر مقلد کہتا ہے کہ مذہب حنفی میں کتے کی کھال پر نماز پڑھنی جائز ہے ، یہ کیونکر ہے؟

**سوال :**

**جواب :** یہ محض ان کی دھوکہ بازی اور نا سمجھی ہے کیونکہ اب تک کسی عالم حنفی نے نہ یہ فعل کیا ہے اور نہ ہی اس پر فتویٰ دیا ہے اور علاوہ اس کے ابوالمکارم نے لکھا ہے کہ کتا نجس العین اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں کیونکہ اس کا شکار پکڑا ہوا کھانا جائز ہے چنانچہ چلپی خاں میں ہے اور جو بعض کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر چمڑہ کتے کا دباغت دیا گیا ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے تو اس کا جواب چند وجہ پر دیا جاتا ہے ، اول تو یہ روایت مرجوح اور ضعیف ہے جو کہ قابل عمل نہیں چنانچہ کتاب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۲۴۳ میں مذکور ہے

"ما وقع فی بعض الروایات الضعیفة المرجوحة من جواز لبس جلود السباع فذلک انما هو ضرورة ودفع الحرج عمن لا یجد غیرها واما مع وجود الثیاب فلم یقل بجواز لبسها احد ولم یذکر فی کتبنا الخ"

یعنی جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا چمڑہ پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اس شخص کے حق میں جس کو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے واسطے نہ ملے اور بوقت کپڑوں کے ملنے کے کسی حنفی نے اس کے جواز کا حکم نہیں دیا اور نہ کسی کتب حنفیہ میں اس کا ذکر ہے ، الخ ۔ اور بوقت اشد ضرورت تو مردار و لحم خنزیر بھی مباح ہے خود قرآن مجید شاہد ہے

ترمذی میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے :

" ایما اهابٌ دبغ فقد طهر "

یعنی جس قسم کا چمڑہ دباغت دیا جائے گا وہ بے شک پاک ہو جائے گا الخ ۔ اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیے کہ آئندہ کسی ضعیف اور مرجوحہ روایت پر فقہ حنفیہ میں جو درج ہے اعتراض نہ کریں اور ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں اور جواب دیں وھو ہذا :

" ایما اهابٌ دبغ فقد طهر شعر الانسان والمیتة والخنزیر طاهر "

(کنز الحقائق صفحہ ۱۳)

یعنی کہا وحید الزمان نے کہ دباغت سے آدمی کے بال و چمڑا مردار و سوئر کا بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ لعاب و پسینہ کتے کا بھی ایک قول میں پاک ہے اور طریقہ محمدیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا اور فتح المغیث صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ اگر بلی یا کتا یا سور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا ایک لوٹا یا پیالہ یا گھڑے میں اس قدر گوبر یا موت یا شراب یا کوئی نجس شے پڑ جائے جس سے اس کا رنگ اور بو اور مزہ نہ بدلنے پائے یا اس میں کتا یا سور منہ ڈالے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے ۔ وضو ، نماز اس سے درست اور پینا اس کا جائز اور طریقہ محمدیہ

صفحہ ۷ سے صاحب فتح المبین صفحہ ۲۵۶ میں بایں طور لکھا ہے۔ وھو ہذا:

بول پسر شیر خوار اور پیشاب اور گوبر سور کا اور بول کتے گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑئیے اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا و براز و چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔

(نقل از فتح المعبث صفحہ)

پس اب حضرات غیر مقلدین اس پر عمل کریں اور اپنے بال بچوں اور رمیوں کو بھی یہ تعلیم دیں اور ہم مذہب حنفی کو مہربانی فرما کر قران مجید وحدیث صحیح سے ان کا ثبوت دیں، فقط۔

**سوال:** کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے جو ہر حاجت و ہر مراد دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہو اور ہر مصیبت کے لئے مشکلکشا ہو؟

**جواب:** بے شک ایسے بہت سے وظائف ہیں لیکن بندہ کے نزدیک وظیفہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ" کا بہت اعلی اور ہر ایک مصیبت و رفع بلیات کے لئے تیر بہدف ہے اور بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے اور اس کی ترکیب یہ ہے پہلے دو رکعت نماز نفل بنیت طلب حاجت پڑھے اور ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سر بسجدہ ہو کر یہ کلمات پڑھے:

"یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا محبوب السبحانی یا محی الدین ابا محمد سید عبدالقادر جیلانی اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی ھذہ یا قاضی الحاجات"

پھر کھڑا ہو کر بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے اور ساتھ ہر قدم کے آواز بلند یہ کلمات پڑھے:

"یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحانی ابا محمد السید عبدالقادر جیلانی"

اور بعد ازیں مراقبہ کرے اور مراقبہ میں ایک سو ساٹھ بار کلمہ توحید پڑھے پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ کلمات تین بار پڑھے:

"یا روح القدس و یا جنود اللہ و عباداللہ اغیثونی وامددنی فی قضاء حاجتی ھذا یا قاضی الحاجات امین امین"

اور ان کلمات کے پڑھنے سے پہلے خوشبو، اردھونی دہکاوے اور گیارہ مسکینوں کو حسب طاقت کھانا کھلائے یا صدقہ دے اور یہ کام بوقت شب بطہارت بدن ولباس جگہ صاف اور گوشہ میں کریا ور اپنے پاس خوشبوئی بھی رکھے، ان شاءاللہ جس کام کے لئے اور جس نیت سے اس کو بطریقہ مذکورہ بالا پڑھے گا وہ بفضل خدا پورا ہوگا اور قلب بھی منور ہو جائے گا اور اس کی اجازت عزیزان وخریداران فتاوی ہذا کے لئے ہے۔ بے شک آزمائیں اور فقیر کو دعا دیں اور اس کے جواز کا ثبوت جلد اول

میں مفصل گزر چکا ہے اور کتاب تکملہ امام یافعی و بہجۃ الاسرار و تفریح الخاطر صفحہ ۶۸ اور کتاب نور ربانی علامہ بھیروی صفحہ ۵۶ بحوالہ قصیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بایں طور لکھا ہے:

## ﴿ابیات﴾

و مریدی اذا دعا نی بشرقٍ ... او بغرب او نازل بحرطام
اغثہ لو کان فوق ھواء ... انا سیف قضاء لکل خصام
انا فی الحشر شافع لمریدی ... عند ربی فلا یرد کلامی
انا شیخ و صالح وولی ... انا قطب وقدوۃ للانام
انا عبدالقادر لطاب وقتی ... جدی المصطفیٰ شفیع الانام
فعلیہ الصلوٰۃ فی کل وقتٍ ... وعلی الہ بطول الدوام

یعنی میرا مرید جب پکارے مجھ کو مشرق میں یا مغرب میں یا تکے دریا چڑھے ہوئے کے اس کی فریاد کو پہنچوں گا اگرہو اوپر ہوا کے اگرچہ میں تلوار ہوں قضاء کی واسطے ہر خصومت کے میں قیامت میں سفارش کرنے والا ہوں اپنے مرید کا اپنے رب کے پاس سو میری کلام نہ رد کی جائے گی۔ میں شیخ الاسلام ہوں اور مقبول عنداللہ اور دوست خدا میں قطب ہوں اور پیشوائے خلق ہوں۔ میں عبدالقادر ہوں خوش ہوا وقت میرا، جد میرے مصطفیٰ ﷺ ہیں جو شفاعت کرنے والے ہیں خلق کے پس ان پر صلوات ہر وقت ہو اوران کی آل پر بھی ساتھ درازی دوام کے۔

فقط اللھم اغفرلی ولمن سعی



☆☆☆☆☆

# ان اعتراضوں کے جواب جو مرزائی اہل سنت والجماعت پر کرتے ہیں:

## استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ذیل میں جو نمبروار درج کئے جاتے ہیں:

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے یا صرف روح؟
2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں یا نہیں، اگر زندہ ہیں تو کیا کھاتے ہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مدار اس پر ہے
3. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے کب ہوگا اور کس شریعت پر ان کا عمل ہوگا اور اپنے آپ کو نبی کہلائیں گے یا امتی؟
4. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس ذریعہ سے آسمان پر گئے، ہوا یا بجلی یا کسی تخت پر سوار ہو کر چلے گئے؟
5. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں دفن ہوں گے اور کتنی مدت دنیا میں رہیں گے؟
6. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول آسمانی سے انکار کرنا کفر ہے یا نہیں؟
7. نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اور خلیفہ کے کیا معنی اور اس کی تعریف کیا ہے؟
8. مجدد کے کیا معنی اور کس کو کہتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ کیا کہ میں نبی اور رسول اور مجدد زماں اور کرشن جی ہوں اب اس کو کیا مانا جائے مسلمان یا اس کے برعکس یا اس کے دعویٰ کے موافق؟
9. مرزا صاحب کو کوئی شخص نبی یا رسول یا مجدد کرشن جی مانے یا صرف اس کے افعال کو اچھا سمجھے تو ایسے شخص کا مذبوحہ یا ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا یا ناطہ لینا دینا از روئے مذہب اہل سنت والجماعت جائز ہے یا نہیں، قرآن وحدیث سے بلا تاخیر تحریر فرمائیں۔

**جواب 1:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے نہ کہ صرف روحانی کیونکہ قرآن شریف میں روح کا ذکر نہیں قتل وصلیب کی تردید کی گئی ہے کہ "وما قتلوہ وما صلبوہ" یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا اس نص قرآنی سے رفع جسمانی ثابت ہے کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر پس جس چیز کو قتل

اور صلیب سے بچایا اسی کو اٹھایا اور روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جسم کا رفع ہوا کیونکہ قتل اور صلیب سے جسم ہی بچایا گیا۔

(۲) جسم و روح مرکبی حالت کا نام عیسیٰ تھا ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ میں جو ضمیریں ہیں وہ حضرت عیسیٰ جو کہ روح و جسم دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے ان کی طرف راجع ہیں جب عیسیٰ مرکبی حالت میں بچایا گیا اور اسی حالت میں اٹھایا گیا تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی ہوا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح شاگردوں کو دعا دیتا ہوا اور شہد و روٹی کھاتا ہوا اٹھایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ جسمانی ہوا کیونکہ صرف روح نہ کھاتا ہے اور نہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے، پس جسم مع روح کا رفع بحالت زندگی ہوا چنانچہ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر تلخیص الحبیر مطبوعہ دہلی مطبع انصاری جلد ۲ صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰ پر لکھتے ہیں:

" واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انه رفع ببدنه حیاً "

یعنی اس پر اتفاق ہے حدیثوں اور تفسیروں کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ بحالت زندگی اٹھائے گئے۔

**جواب نمبر ۲:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے حیا اٹھایا گیا، اس کے کھانے پینے اور بول و براز کا جواب یہ ہے کہ آسمانی کرہ ہر ایک زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور جدید علم حکمت سے ثابت ہے کہ ہر ایک دنیاوی اشیاء آسمانی تاثیرات سے معرض ظہور میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رِزْقُكُمْ فِي السَّمَآءِ﴾

یعنی تمہارا رزق یعنی روزی آسمان میں ہے۔ دوم حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط آسمان سے نصوص قرآنی سے ثابت ہے پس جو کھانا پینا وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو ملتا تھا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملتا ہے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہتے ہیں، کوئی آسمان پر گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکایت سن آیا ہے تو بتا دے یہ صرف علوم حکمت و فلسفہ سے ناواقفیت کا باعث ہے کہ ایسے ایسے اعتراض کئے جاتے ہیں جب آسمان پر ہیولے یعنی مادہ اور عناصر موجود ہیں تو آسمانی مخلوق کو رزق کا ملنا کیا قیاس فاسد ہے جب کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ مریخ، چاند و سورج وغیرہ اجرام فلکی میں نہریں اور جنگل ہیں اور آبادیاں ہیں تو یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ عیسیٰ کھانا کہاں سے ہوگا، سوم جب نص قرآنی سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے واسطے خوانچہ بالکل تیار پکا پکایا آسمان سے نازل ہوتا تھا تو پھر ایسے ایسے اعتراض مضامین قرآنیہ سے ناواقفیت کا باعث ہے۔

**جواب نمبر ۳:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا نزول، دابۃ الارض کا نکلنا، دجال کا خروج وغیرہ وغیرہ پس جب قیامت آنے کو ہوگی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی

ہوگا۔ معراج میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارہ میں گفتگو ہوئی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پہلے بات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی پھر حضرت موسیٰ پر بات ڈالی گئی انہوں نے بھی فرمایا مجھ کو خبر نہیں، پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں زمین پر جا کر دجال کو قتل کروں گا، اس حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور دجال بھی نکلے گا، پس ثابت ہوا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ۱۲۔

**جواب نمبر ۴:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بذریعہ بدلیوں کے ہوا جیسا کہ انجیل اعمال باب آیت ۹ میں لکھا ہے یہ کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا یہ بدلی کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا اور نہ روح کے واسطے بدلی کا ہونا بالکل فضول ہے کیونکہ روح خود عالم علوی سے ہے اور تمام جہان جانتا ہے کہ روح اٹھانے کے واسطے کبھی بدلی نہیں آئی، پس مسیح آسمان پر بدلی کے ذریعے سے اٹھایا گیا ہے۔

**جواب نمبر ۵:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

"فیدفن معی فی قبری"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے چونکہ گنجائش ان مختصر جوابوں میں اس قدر نہیں کہ تمام حدیثیں لکھی جائیں اگر کسی نے انکار کیا تو پھر پوری پوری حدیثیں لکھی جائیں گی۔

**جواب نمبر ۶:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول شرائط الساعۃ میں سے ایک شرط ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿انہ لعلم للساعۃ﴾

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ مسئلہ اصول ہے۔ کہ:

"اذا فات الشرط فات المشروط"

یعنی جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے جب نزول عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی جب شرط یعنی نزول عیسیٰ سے انکار ہوا، مشروط یعنی قیامت سے بھی انکار ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کفر ہے پس ثابت ہوا کہ نزول عیسیٰ کا منکر منکر قیامت ہے اور قیامت کا منکر ... لمن میں نزول کے واسطے حیات شرط ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس

نہیں آ سکتا زندہ شخص دوبارہ واپس آ سکتا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ حیات مسیح کا منکر نزول اصالتاً کا منکر ہے اور کافر ہے۔

**جواب نمبر ۷:** نبی و رسول میں یہ فرق ہے کہ نبی صاحب کتاب و شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم فصل ۱۴ میں لکھتے ہیں:

نبی وہ ہے جو خلق کے پاس ہدایت کے لئے اور اس کمال کے راستہ بتلانے کے لئے بھیجا گیا ہو جو حضرت علیہ میں ان کے اعیان ثابتہ کے استعداد کے مقتضاء پر ان کے لئے مقدر ہے اور وہ نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں اور کبھی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا بلکہ پہلی ہی شریعت میں اس کے حقائق کو ان کی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں انتہیٰ۔ شیخ اکبر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے رسول صاحب شریعت جدید ہوتا ہے اور نبی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا یعنی نبی صرف نبی ہوتا ہے اور رسول نبی بھی ہوتا ہے اور رسول بھی خلیفہ تو صاحب حکومت ہوتا ہے اور حدود شریعت کا نگہبان ہوتا ہے وہ رسول و نبی نہیں ہوتا بعد خاتم النبیین کے صرف خلفاء ہوں جو شریعت کی حفاظت کریں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ادب سکھائے جاتے تھے نبیوں سے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث ہوتا مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی غیر تشریعی نبی جو شریعت سابقہ کی پیروی کرے اور خود بھی نبی کہلائے نہ ہوگا اس لئے میری امت کے امیر یا خلیفے یعنی بادشاہ حدود شریعت کی نگہبانی کریں گے اور چونکہ میں خاتم النبیین ہوں اس واسطے نبی کوئی نہیں کہلائے گا مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے مفصل دیکھنا ہو تو دیکھ لیں اور خلیفوں کی صفات وغیرہ کا بھی ذکر اسی کتاب میں ہے یہاں گنجائش نہیں کہ صفات خلیفہ بھی لکھی جائیں مختصر یہ کہ بزدل نہ ہو بہادر ہوتا کہ جنگ میں بھاگ نہ جائے اور اس قابل ہو کہ بیرونی دشمن اسلام کا مقابلہ کر سکے اور جنگ سے ہرگز نہ گھبرائے اور حدود شریعت کی نگہبانی کر سکے اور حدود جاری کرے تا کہ ملک میں امن قائم رہے۔

**جواب نمبر ۸:** مجدد کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرما دی ہے کہ:

"من تجدد لها دينا"

یعنی مجدد ہر ایک صدی کے سر پر ہوا کرے گا جو دین اسلام کو تازہ کر دیا کرے گا، مرزا صاحب غلام احمد قادیانی ہرگز مجدد نہ تھے کیونکہ انہوں نے دین محمدی کو ہرگز تازہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مردہ سنت نبوی کو زندہ کیا بلکہ دین عیسوی کو زندہ کیا اور عیسائیوں کے مسئلہ ابن اللہ کی تصدیق کی دیکھو الہام مرزا صاحب "انت منی بمنزلۃ ولدی" یعنی اے مرزا تو ہمارے ولد یعنی بیٹے کی جا بجا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۸۶ حقیقۃ الوحی)

دوسری طرف مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور عیسیٰ بقول عیسائیوں کے خدا کا بیٹا ہے تو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ہونا اپنے الہام سے ثابت کر دیا کیونکہ جب مثیل عیسیٰ بمنزلہ یعنی بجائے خدا کے بیٹے کے ہے تو اصل عیسیٰ ضرور اصلی بیٹا خدا کا ثابت ہوا کیونکہ جب مثیل مسیح کو خدا کہتا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو ثابت ہوا کہ اصل مسیح خدا کا اصل بیٹا ہے، مجدد دین محمدی تو نص قرآنی ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ کے برخلاف ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ میرے بیٹے کی جا بجا ہے پھر مرزا صاحب نے مجسم خدا جو کہ عیسائیوں کا مسئلہ تھا اس کو تازہ کیا ہے کہ آپ اپنی کتاب البریہ صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، جب مرزا صاحب خود خدا بن گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ثابت ہونے میں کیا شک رہا کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا مثیل خدا بن گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ پیدا ہوئے کیونکر نہ خدا بن گئے پھر مرزا صاحب نے یہ غضب کیا کہ خدا کے نطفہ سے حقیقی صلبی بیٹے بن بیٹھے چنانچہ اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ:

"انت من ماء نا وسهم من فشل"

یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے اس الہام میں تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے اور خدا کے حقیقی بیٹے بن گئے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب دین محمدی کے مجدد ہیں یا دین عیسوی کے جن جن باطل مسائل کو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام نے مٹایا تھا وہ مرزا صاحب نے اسلام میں داخل کئے اور پھر مجدد دین محمدی:

کار شیطان میکند نامش ولی گر ولی اینست لعنت بر ولی

اگر یہی مجدد کا نشان ہے تو بے شک ایسے مجدد کا نہ آنا امت محمدی کے واسطے بہتر ہے پھر مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن ہونے کا بھی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ ہے اور گوپال تیری مہماں گیتا میں لکھی گئی ہے، دیکھو لیکچر سیالکوٹ اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کھلے بندوں اسلام سے خارج ہیں کیونکہ کرشن جی کا اوتار مرزا صاحب تب ہی ہو سکتے ہیں جب ان کے مذہب کی پیروی کریں اور کرشن جی کا مذہب یہی تھا جو آج کل آریہ صاحبان اہل ہنود کا ہے یعنی قیامت سے انکار اور آواگون یعنی تناسخ کا اقرار اور قیامت کا انکار صریح کفر ہے پس مرزا صاحب اپنے مقرر کردہ اصول سے کہ میں متابعت تامہ محمد ﷺ کے باعث محمد ہو گیا ہوں درستی اصول کی پابندی سے یعنی متابعت تامہ کرشن سے کرشن ہوئے، جب کرشن ہوئے تو تناسخ کے قائل ہوئے اور کافر ثابت ہوئے میں نیچے کرشن جی کا مذہب لکھتا ہوں، شری کرشن جی ارجن کو فرماتے ہیں سوچ لو ہم تم اور سب راجے مہاراجے کبھی تھے یا نہیں، آئندہ ان کا کیا جنم ہوگا ہم سب گزشتہ

جنوں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی اور بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر قالب کو چھوڑ دیتا ہے دیکھو گیتا مصنفہ کرشن جی مہاراج شلوک ۲۲ رادھائے دام شیخ فیضی نے بھی گیتا کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی سن لو:

| | |
|---|---|
| زکارِ نکو میرو ددر بہشت | بقعر جہنم برد کار زشت |
| بقید تناسخ کند داورش | بانواع قالب دروں آردش |
| به بتہانے معہود در میروند | بجسم سگ وخوک درمیروند |

(صفحہ ۱۳۶ گیتا مترجمہ فیضی تقطیع خورد)

اب صاف ہوگیا کہ کرشن جی قیامت کے منکر تھے جب مرزا صاحب بھی قیامت کے منکر ہوئے تو کافر ہوئے کیونکہ متابعت تامہ سے یہ درجہ پایا ہے اور متابعت تامہ یہ ہے کہ پورا پورا پیرو ہو، پس کرشن جی کی پیروی یہی ہے کہ قیامت سے انکار کیا جائے اور تناسخ مانا جائے وغیرہ وغیرہ۔

**جواب نمبر ۹:** جب مرزا صاحب اصول اسلام کے پابند ہی نہیں رہے جس امر کے واسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور قیامت کی خبر دیتے آئے اور تناسخ کی تردید کرتے آئے پھر جب مرزا صاحب نے قیامت سے انکار کر دیا تو مسلمان کیسے؟ اب تو یہ معاملہ ہے۔

مصرع: جس جگہ تھا نور ایماں اب وہاں ہے آواگون

یعنی تناسخ اور مرزا صاحب کے مرید بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے کیونکہ پیر و مرید کا اعتقاد ایک ہی ہوتا ہے پس اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچا ہے کہ میں کرشن ہوں تو پھر ہرگز مسلمان نہیں اور مریدوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبے ہیں پس ان سے لین دین اور معاملات مسلمانوں والے نہیں ہو سکتے، تاوقتیکہ توبہ نہ کریں اور تجدید اسلام نہ کریں، المجیب۔

پیر بخش صاحب پوسٹماسٹر

الجواب صحیح نظام الدین ملتانی

☆☆☆☆☆

# بحث شیعہ

دنیا بھر کے اہل تشیع صاحبان اصحاب ثلاثہ کے حق میں ہمیشہ زہر اگلا کرتے ہیں اور ان کے اعتراضوں کے جواب بالصواب ان کی ہی کتابوں سے مکرر سہ کرر اہل سنت و جماعت کی طرف سے دیے جا چکے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آتے چنانچہ وزیر آباد کے شیعہ صاحبان نے بھی آج کل ایک ایسا انوکھا اعتراض کیا ہے کہ جس کا نہ سر نہ پاؤں، خدا کے فضل سے ہم نے اس اعتراض کا جواب نہایت سنجیدگی اور متانت سے ان کی ہی کتابوں سے ایسا دیا ہے کہ شائقین پڑھ کر خود داد دیں گے اور اچھی طرح سے معلوم کرلیں گے کہ شیعہ صاحبان ہمیشہ اوٹ پٹانگ ڈینگیں مارتے رہے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جو عنایت علی شاہ صاحب وزیر آبادی مؤلف کتاب تربیت اولاد نے کیا ہے وہ عبارت ہم بعینہٖ لفظ بلفظ درج ذیل کرتے ہیں، شائقین ان کی علمی لیاقت کی ضرور داد دیں اور ان کی املاء کو پڑھ کر ان کی علمیت کا گیت گائیں اور وہ یہ ہے:

"جناب رسالت مآب کا جنازہ اصحاب ثلاثہ نے قبل از دفن ہونے آنحضرت ﷺ نہ پڑھا اور یہ بات کسی معتبر حدیث اہل سنت، اہل حدیث یا شیعہ سے ثابت ہو تو میں مذہب عشاعشری قطعا ترک کردوں گا (نوٹ) میرے عقیدہ میں اصحاب ثلاثہ دشمن رسول تھے"۔

سید عنایت علی

**جواب:** آیئے شیعہ صاحبان اور بگوش ہوش ہو کر سنیے، آپ کے مذہب کی کتاب معتبر جلاء العیون میں بایں طور آپ کے افتراء کا جواب تحریر ہے کہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا ابوبکر نے چاہا کہ پیش امام ہو، امیر المؤمنین نے ہٹادیا ہے اور خود امامت کی بعد اس کے اجازت دی، اصحاب دس دس داخل ہوتے اور درود بھیجتے تھے، یہاں تک کہ اہل مدینہ واطراف مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے الخ اور ایسا ہی کتاب اظہار الہدی صفحہ ۲۰۵ میں ہے اور اصول کافی ۲۳۶ معتبر کتاب شیعہ امام جعفر علیہ السلام سے مذکور ہے:

" عن ابی جعفرٍ علیه السلام قال لما قبض النبی ﷺ وآله وسلم صلت علیه الملئکة والمهاجرون والانصار فوجا فوجاً الخ "

یعنی کہا حضرت امام جعفر محمد باقر نے کہ جب آنحضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو تمام ملائکہ وتمام مہاجرین وانصار نے فوجا فوجا نماز جنازہ آپ کی ذات پر پڑھی اور کتاب اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۶۵ میں بھی لکھا ہے:

" عن ابی جعفرٍ علیه السلام قال قال الناس کیف الصلوٰة علیه فقال علی علیه السلام ان

رسول اللہ ﷺ امامنا حیا و میتا فدخلوا علیه عشرة عشرة فصلوا علیه یوم الاثنین ولیلة الثلثاء حتی الصبح ، ویوم الثلثاء حتی صلی علیه صغیرهم و کبیرهم و ذکرهم واناثهم و نواحی المدینة بغیر امام ـــــ الخ"

یعنی کہا امام جعفر نے کہ لوگوں نے آپس میں کہا کہ آپ کی ذات کا جنازہ کیونکر پڑھیں گے پس کہا حضرت علی مرتضیٰ نے کہ آپ کی ذات حیاتی ومماتی میں ہماری امام ہے لہذا آپ کی ذات پر دس دس آدمی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھو پس روز دوشنبہ نماز شروع ہوئی سہ شنبہ ومنگل تک برابر بارہ پہر تک نماز اسی صورت میں ہوتی رہی اور تمام چھوٹوں اور بڑوں اور عورتوں اور مردوں نے اور تمام گرد ونواح مدینہ والوں نے بغیر امام کے نماز ادا کی اور کتاب اہل سنت شمائل ترمذی صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر بایں طور مسطور ہے:

"قال ابوبکر یدخل قوم فوجا فوجا وکل واحد منهم یصلی علیحدة وقال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ما یوم علیه لانه امامنا حال حیاته وامامنا حال مماته وقال ابوبکر ان النبی ﷺ کان اوصی بذلک الوجه وقع التاخیر فی دفنه الخ"

یعنی فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے لوگ فوج فوج داخل ہو کر آنحضور علیہ السلام کے جنازہ کی نماز ہر ایک نے ان میں سے علیحدہ علیحدہ پڑھی اور کہا حضرت علی نے کہ کوئی امام نہ بنے، کیونکہ آپ کی ذات ہماری حیات وممات میں امام ہے اور کہا حضرت ابوبکر صدیق نے اسی طرح حضور نے وصیت فرمائی تھی اور اسی لئے حضور کے دفن کرنے میں دیر ہوئی اور فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی الخ۔ پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار نے آپ کو دفن کرنے سے پہلے نماز جنازہ کی ادا کی اور اس پر یہ دلیل بھی شاہد ہے کہ جب آپ کی ذات کا جنازہ تیار ہوا اور دس دس آدمی داخل ہوتے اور نماز پڑھتے تو حضرت عمر فاروق دروازہ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو کہتے کہ خالی کرو جنازہ کو اہل اس کے کہ وہ یہ ہے:

" نادی عمر ابن الخطاب خلوا الجنازة واهلها ـــــ الخ"

(نقل از ما ثبت بالسنة صفحہ ۱۴۳ ، مؤلفہ شیخ عبدالحق)

اور اگر شیعہ صاحب کہیں کہ اصحاب ثلاثہ تو خلافت کے جھگڑے میں مشغول رہے اور جنازہ آپ کا نہ پڑھا۔ اگر پڑھا بھی تو بعد دفن کے پڑھا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تمام عبارتوں سے صاف معلوم ہو چکا ہے کہ قبل از دفن آپ کے تمام صحابہ نے جنازہ ادا کیا اور اگر معترضین صاحب کو سمجھ نہیں آئی تو فقیر دوبارہ تحریر کر دیتا ہے کہ کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۸ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے پیر کے روز ۱۱ھ میں ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو انتقال فرمایا، تو اس الم سے حضرت عمر و عثمان وعلی وتمام صحابہ دیوانوں کی طرح ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اپنے خانہ سے دوڑتے ہوئے آئے

اور آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور روئے اور بوسہ پیشانی مبارک کا لیا اور جب ان کو ہوش آئی تو ابوبکر صدیق نے کہا صبر کرو اور خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ فنا کا مقام ہے ہر ایک چیز ماسواء اللہ کے فنا ہونے والی ہے اور اسی اثناء میں ایک محلہ بنی ساعدہ میں تنازعہ دربارۂ خلافت شروع ہوا، اہل مدینہ یعنی سعد بن عبادہ کے گھر مشورہ کے لئے تشریف لائے اور وہاں تمام مہاجرین وانصار سے گفتگو کی اور تمام مہاجرین وانصار نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر خلیفۂ اول نے منبر پر خطبہ پڑھا اور حضرت علی اور زبیر کو بھی طلب کیا اور انہوں نے بڑی خوشی سے خلیفۂ اول کی بیعت کی اور یہ بہت صحیح ہے۔

(نقل از تصریح الاصحاب صفحہ ۹۴)

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب مذکورہ صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ یہ مقدمہ طے ہوا تو پھر تمام اصحاب مہاجرین و انصار آپ کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے، وھو ہذا:

"ولما فرغ الناس من بیعة ابی بکرٍ و جمعهم الله ومما اهتم به اصحابه بعد موته ﷺ وتقرر الامر علی ابی بکر اقبلوا علی تجهیز النبی ﷺ والاشغال به الخ"

یعنی جب لوگ ابوبکر کی خلافت سے فارغ ہوئے اور اللہ نے ان کو متفق کر دیا اور اس سے کہ جس کا صحابہ نے حضرت ﷺ کی موت کے بعد اہتمام کیا تھا اور خلافت ابوبکر پر ٹھہر گئی تو پھر حضور علیہ السلام کی تجہیز وتکفین اور اس کاروبار پر متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے تمام صحابہ سے حضرت علی وابن عباس وبنو ہاشم نے آپ پر نماز پڑھی پھر مہاجرین میں سے ابوبکر صدیق وغیرہ نے پھر تمام اصحاب انصار رضی اللہ عنہم نے۔ پس اب معترض شیعہ صاحب کو لازم ہے کہ اس مذہب کو چھوڑ کر توبہ خالص سے مذہب حقہ میں داخل ہو کر نجات حاصل کرے اور اپنے وعدہ کو پورا کرے، ورنہ جواب دے تا کہ فقیر ۳ جلد میں اس کا جواب تحریر کر دے۔

نظام الدین ملتانی بقلم خود

**سوال:** شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا لازم نہیں صرف مسح کرنا کافی ہے کیونکہ اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ اب کتب شیعہ سے جواب دو؟

**جواب:** یہ ان کی غلطی ہے، دیکھو کتاب استبصار معتبر شیعہ میں لکھا ہے:

"عن علی علیه السلام قال جلست اتوضأ فاقبل رسول الله ﷺ حین ابتدأ ت فی ضوءِ فقال لی تمضمض واستنشق واستن غسلت وجهی ثلاثاً فقال قد یجزیک من ذلک المرتان قال غسلت ذراعی و مسحت برأسی مرتین فقال قد یجزیک من ذلک المرة وغسلت قدمی فقال لی یا علی خلل بین الاصابع لا تخلل بالنار۔۔۔ الخ"

روایت ہے حضرت علی سے کہا بیٹھا تھا میں وضوء کرنے، پس آگئے رسول خدا جس وقت شروع کیا میں نے وضوء کو

پس فرمایا واسطے میرے کہ غرغرہ کر اور ناک میں پانی ڈال اور دانتوں کو صاف کر، پھر دھویا میں نے منہ اپنا تین بار پس فرمایا کافی ہے تجھ کو دو مرتبہ پھر دھوئے میں نے کہنیوں تک ہاتھ اپنے اور مسح کیا میں نے سر کا دو مرتبہ پس کہا حضرت نے مجھ کو کافی ہے تجھ کو ایک مرتبہ پھر دھوئے میں نے دونوں پاؤں اپنے اور فرمایا مجھے علی خلال کر تو انگلیوں کے درمیان تا کہ نہ خلال کی جائیں آگ سے الخ اور اسی کتاب ترتیب وضوء میں لکھا ہے:

"ان نسيت المسح راسك حتى غسلت رجليك فامسح راسك ثم اغسل رجليك"

(یعنی کہا حضرت ﷺ نے) اگر تو (علی) وضوء میں سر کا مسح کرنا بھول جائے یہاں تک کہ تو نے اپنے دونوں پاؤں دھو لئے (اور پھر تجھے سر کا مسح کرنا یاد آ جائے) سر کا مسح کر لے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھو پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا لازمی امر ہے ورنہ حضرت علی دوبارہ پاؤں نہ دھوتے اور نہ ہی آپ کی ذات یہ تعلیم تاکید فرماتی اور علاوہ اس کے یہ جو شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید سے بھی مسح پاؤں کا ثابت ہے سو یہ کہنا ان کا محض جہالت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو کلمہ: ﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ ﴾ وارد ہے اس کے معنی دھونے منہ اور ہاتھوں کے ہیں۔ ﴿وَاَرْجُلَكُمْ ﴾ ﴿ فَاغْسِلُوْا ﴾ کا مفعول معطوف ہے تو اس ترکیب نحوی کے مطابق بھی پاؤں دھونے کے معنی ہوئے، اور اگر ﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ﴾ کے متعلق ہوتا تو مجرور ہوتا اور قرآن مجید میں منصوب ہے فقط۔

**سوال:** محرم میں تعزیہ نکالنا و گریہ زاری و سیاہ کپڑے پہننا اور نوحہ کرنا اور ڈھول بجانا اور غیر محرم عورتوں کا اس میں داخل ہونا جائز ہے یا حرام؟ کتب شیعہ سے جواب دو؟

**جواب:** یہ تمام افعال ناجائز ہیں چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں آیت:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ ﴾

کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جو کچھ اس آیت میں لکھا ہے وہ ان کے حال پر ہی صادق آتا ہے اور رونا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعتیں کر کے اپنے ثواب کو ضائع کرتے ہیں، باجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور مرثیوں میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو کی روایتوں کو مجلس میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ شرع میں ممنوع ہے اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور سے مومنین کو ضرور اجتناب چاہئے اور تعزیوں میں محتاج آدمی اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور ان میں تصویریں انسان کی بناتے ہیں یہ سب فعل ناجائز اور شرک ہیں، الخ اور کتاب معتبر شیعہ انارۃ الابصار مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ میں بروایت امام باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے قریب وفات اپنی جناب سیدہ کو فرمایا کہ فاطمہ جب میں اس عالم سے انتقال کروں تو

اپنے منہ و میرے لئے زخمی نہ کرنا اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور میرے اوپر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا جیسا کہ عرب میں رسم تھی۔

اور اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ زینب کو کربلا میں کہا کہ میری مفارقت پر صبر کرو، پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ اپنا نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا، اسی طرح تم میری مصیبت پر صبر کرنا، الخ۔ اور اسی طرح فروع الکافی مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ باب الصبر والجزع اور نیز فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں حدیث باسناد صحیح امام جعفر صادق سے مروی ہے:

"عن ابی عبد علیه السلام قال قال رسول الله ﷺ ضرب المسلم یده علی فخذه عند المصیبة حباطٌ لاجره — الخ"

یعنی فرمایا آپ نے کہ بوقت مصیبت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارنا پیٹنا اس کے اجر کو باطل کرتا ہے۔ اور کتاب من لا یحضر الفقیہ باب نوادر میں بایں طور مذکور ہے:

"من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج من الاسلام"

یعنی جس نے ازسرنو قبر بنوائی یا تصویر کھینچی پس تحقیق وہ اسلام سے خارج ہوا۔

"سئل الصادق من الصلوة هل یلبسوا السواد فقال لا یصلین فیها فانها لباس اهل النار وقال امیر المومنین فیما علم اصحابه لا یلبسوا السواد فانها لباس فرعون"

(نقل از کتاب شیعہ من لا یحضر الفقیہ و تکملہ اظہار الهدیٰ صفحہ ۱۲۲)

یعنی سوال کیا گیا امام جعفر صادق سے کہ کیا سیاہ کپڑا پہن کر نماز پڑھیں فرمایا امام نے نہیں نماز ہوتی سیاہ کپڑے سے کیونکہ سیاہ پوشی لباس ہے اہل نار کا اور کہا امیر المومنین نے سیاہ پوشی کے بارہ میں کہ سکھلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحابوں کو کہ نہ پہنو تم سیاہ لباس کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے الخ۔ پس ان دلائل معتبرہ سے معلوم ہوا کہ تعزیہ میں جو امور ظاہر ہوتے ہیں سخت حرام ہیں کیونکہ اس میں اہانت اہل بیت کی ہے۔ اگر شیعہ صاحبان یہ کہیں کہ ہمارا مقصود اہل بیت کی شجاعت اور صدمات ظاہر کرنا ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ گھوڑے کو رنگدار کرنا ڈھول بجانا، راگ سے مرثیوں کا پڑھنا اور پیٹنا کیا معنی، اگر یہ کہیں کہ یزید کا غلبہ اور ظلم اس کا ظاہر کرنا مقصود ہے تو پھر بھی اس میں محبوب کی ذلت اور اہانت ظاہر ہوتی ہے۔ غرضیکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے یہ تمام افعال ناجائز و حرام ہیں، اہل اسلام کو لازمی ہے کہ ایسے اعمال فاسدہ اور افعال باطلہ کو دیکھنے سے بھی اجتناب و پرہیز کریں ورنہ مجرم شمار ہوں گے۔

**نوٹ:** فرقہ غیر مقلدین و مرزائی و شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس سلسلہ فتاوی نظامیہ کا مطالعہ کریں اور تعصب دیکھنے کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اپنے عقائد باطلہ کی درستی کریں اور برادران اہل سنت و جماعت کو بھی واضح ہو کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کے شور و شر سے بچنے کے واسطے سلسلہ سلطان الفقہ کا مطالعہ کیا کریں، ان شاء اللہ تعالی تمام مسائل فقہ ضروریہ کو قرآن شریف، حدیث شریف سے دس جلدوں میں ثابت کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ہر ایک مذاہب کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں تا کہ کسی کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت نہ رہے خریدیں اور مطالعہ کر کے مذہبوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں۔

# تمت بالخیر

☆☆☆☆☆

# حصہ ششم

## از فتاویٰ:

## مناظرِ اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتانی

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

**سوال:** وضو میں فرض سنتیں اور مستحب کتنے ہیں؟

**جواب:** وضو میں چار فرض، دس سنتیں اور چھ مستحب ہیں۔

**سوال:** وہ کون کون سے ہیں؟

**جواب:** وضو کے چار فرض یہ ہیں اول منہ دھونا پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لوے دوسرے کان کی لو تک، دوم ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک، سوم سر کے چہارم حصہ کا مسح کرنا، چہارم پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا چنانچہ قرآن مجید پارہ ۶ سورۃ مائدہ میں مذکور ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ (۱) اِلَى الْكَعْبَیْنِ ﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے ایماندارو! جس وقت تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو دھولو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو اور وضو کی سنتیں:

(۱) پہلے ہاتھوں کا دھونا پہنچوں تک (۲) بسم اللہ شریف کا پڑھنا (۳) کلی کرنا (۴) مسواک کرنا
(۵) داڑھی کا خلال کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) ہر عضو کو تین تین بار پانی سے تر کرنا
(۸) کانوں کا مسح کرنا۔

اور مستحب یہ ہیں:

(۱) ترتیب سے وضو کرنا (۲) پے در پے ہر عضو کو پانی سے تر کرنا

(۱): " وارجلکم " کا عطف " فاغسلوا جوھکم وایدیکم " پر ذالنا صحیح مذہب ہے چونکہ " الی الکعبین " کا قرینہ دال ہے جو کہ مسح کے لئے مانع ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ

(۳) دائیں ہاتھ سے شروع کرنا اور گردن وتمام سر کا مسح کرنا وغیرہ اور ان کا ثبوت تمام کتب صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہے۔ کہا ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے:

"توضأ النبی ﷺ فغسل وجهہ ویدیه ثلثاً و مسح براسه وقال الاذنان من الراس"

(نقل از ترمذی ص ۱۵)

یعنی وضو کیا نبی ﷺ نے پس دھویا اپنے منہ کو تین بار، اور ہاتھوں کو تین بار اور مسح کیا سر کا اور فرمایا آپ نے دونوں کان بھی شامل ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

"قال اذا توضأت فخلل الاصابع یدیک ورجلیک"

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تو وضو کرے تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور روایت ہے:

"رایت رسول اللہ ﷺ یتخلل لحیته"

کہ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے، نقل از ترمذی صفحہ ۱۷، نیز ابی حیہ سے ترمذی میں بایں طور حدیث مذکور ہے:

"قال رایت علیاً ان توضأ فغسل کفیه حتی انقاهما ثم مضمض ثلثاً واستنشق ثلثاً وغسل وجهہ ثلثاً وذراعیه ثلثاً و مسح براسه مرۃً ثم غسل قدمیه الی الکعبین ـــــ الخ"

یعنی میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا حتی کہ ان کو خوب پاک کیا پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ منہ کو دھویا اور تین دفعہ بازوؤں کو کہنیوں تک تر کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

"عن النبی ﷺ قال ویل للاعقاب وبطون الاقدام من النار"

یعنی ایک روز آپ نے مکہ سے مدینہ شریف کی طرف سفر فرمایا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آگے آگے چلے آئے اور ایک جگہ انتظاری کرنے لگے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آجائیں تو مل کر نماز ادا کی جائے، یہاں تک کہ انتظار میں عصر کی نماز کا وقت فوت ہونے لگا پس نماز کے فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی وضو کیا اور اچھی طرح سے پاؤں کو نہ دھویا، کچھ تر ہوئے اور کچھ خشک رہے اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے آپ نے ان کا یہ حال دیکھتے ہی فرمایا:

"ویل للاعقاب من النار"

ہلاکت ہے واسطے ایڑیوں کے آگ سے۔ اور ایسا ہی حدیث متواتر سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور اس سے کسی سُنی کو انکار نہیں۔ اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ حضرت علی اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم اس سے برخلاف ہیں تو میں کہتا

ہوں کہ ان کا رجوع کرنا بھی اس مسئلہ میں ثابت ہے۔ جس کا ثبوت فتاوی نظامیہ جلد دوم میں کتب شیعہ سے دیا گیا ہے جس کو شک ہو اس کا مطالعہ کرے:

" وعن ابی سلمة عن زید بن خالد الجهینی سمعت رسول الله ﷺ یقول لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوة ولاخرت صلوة العشاء الی ثلث اللیل "

یعنی خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانتا تو ہر ایک نماز کے لئے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشا کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرتا۔

(نقل از مشکوۃ)

اور ترمذی صفحہ ۱۱ میں ہے کہ فرمایا آپ نے:

" لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه "

یعنی اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو میں اللہ تعالی کا نام یاد نہیں کیا، یعنی اس کا وضو کامل نہیں ہوا۔

عبد اللہ بن زید سے مذکور ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا اور دونوں ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے پھر لائے اس مقام پر جہاں سے وضو کیا، فقط۔

" قال رسول الله ﷺ اذا توضاتم فابدؤا بمیامنکم "

(نقل از قوہیو ص ۹ و ص حب)

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب شروع کرو تم وضوء کو دائیں سے کرو۔

کتاب معانی الآثار و دیلمی نے سند الفردوس و تاریخ اصبہان و فتح المبین صفحہ ۴۲۵ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث بایں طور نقل کی ہے:

" ان النبی ﷺ قال من توضاء و مسح عنقه امن الغل یوم القیامة "

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص وضو کرے اور مسح کرے اپنی گردن کا، وہ محفوظ رکھا جائے گا طوق گردن کے عذاب سے روز قیامت میں۔

بخاری و مسلم میں ہے

" اذا استیقظ احدکم من منامه لا یغمسن یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثا "

یعنی فرمایا آپ نے جب کوئی تم میں سے نیند سے جاگے تو برتن میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ دھو نہ لے تین بار۔

**سوال:** کیا وضو کی آیت مجمل ہے یا مفصل، چکڑالوی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن شریف میں ہے مفصل

ہے یہ کیونکر ہے؟

**جواب:** وضو کی آیت مجمل ہے مفصل نہیں کیونکہ اس میں وضو کے لئے ہر عضو کو دو تین دفعہ دھونے کا ذکر نہیں اور سر کے مسح کا بھی مفصل ذکر نہیں کہ تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے یا بعض حصہ سر کا، اگر "بروؤسکم" کی (باء) کو زائدہ تصور کیا جائے تو تمام سر کا مسح کرنا لازم آتا ہے اور اگر اسے بعضیہ مانا جائے تو چوتھا حصہ سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ آیت مجمل ہے اور اسی طرح اکثر قرآن مجید میں آیات بینات مجمل ہیں مفصل نہیں اور یہ کہنا فرقہ چکڑالوی کا محض فضول ہے

**سوال:** وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو؟

**جواب:** وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلیں، خواہ وہ چیزیں معتادہوں یا غیر معتاد چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

﴿ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ ﴾

یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ آئے تم سے کوئی پاخانہ سے اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

"لا وضوء الا من صوتٍ او ريحٍ"

یعنی نہیں ٹوٹتا ہے وضو مگر آواز سے۔

**سوال:** اگر خون اعضاء وضو سے یا ناک سے نکل کر اسی جگہ جم جائے یا جاری ہو جائے یا قے آجائے یا نیند آجائے ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ ثبوت قرآن مجید وحدیث شریف سے دو امام بخاری اور ان کے معتقدین کی ان امور میں کیا رائے ہے؟

**جواب:** سوال میں جن جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے۔

﴿ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا ﴾

یعنی خون بہتا ہوا اور کتاب بیہقی اور تقویم ص ۱۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے:

" عن ابى هريرة رضى الله عنه رفعه' يعاد الوضوء من سبع البول والدم السائل والقى ومن دسعة تملأ الفم و نوم المضطجع وقهقهة الرجل فى الصلوة "

١ فرقہ غیر مقلدین وامام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب نہیں ہوتا جب تک کہ دونوں کا انزال نہ ہو۔ نقل از نصر الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲ صفحہ ۱۴۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (اور اس کو پیغمبر خدا ﷺ تک پہنچایا ہے) کہ دہرایا جاتا ہے وضو سات چیزوں سے پیشاب اور بہتے ہوئے لہو اور قے سے جو منہ بھر کر آئے اور کروٹ کے بل لیٹنے سے اور آدمی کے ہنسنے سے فقط اور مشکوٰۃ باب الوضوء میں بایں طور حدیث مسطور ہے:

" ان الوضوء علی من نام مضطجعاً "

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق لازم ہے اس پر وضو جو سو جائے لیٹ کر حدیث دار قطنی و مشکوٰۃ میں ہے:

" الوضوء من کل دمٍ سائل "

یعنی وضو لازم آتا ہے ہر بہنے والے خون سے اور ابی داؤد میں ہے:

" ان رسول اللہ ﷺ قاء و کان صائماً فتوضأ "

یعنی کہا ابو داؤد نے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور آپ روزہ دار بھی تھے، آپ نے وضو کیا۔

اور ایک حدیث مسند امام اعظم میں بایں مضمون درج ہے کہ ایک قوم نماز میں تھی اور ایک اندھا دیکھا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا اور قوم نے اس کو دیکھ کر قہقہہ مارا پس فرمایا آپ ﷺ نے جو کھڑا ہوا تم سے قہقہہ مار کر " فلیعد الوضوء والصلوۃ " یعنی چاہئے کہ دہرائے وضو اور نماز کو۔

**سوال :** وضو دار اگر ذکر کو ہاتھ لگائے یا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھائے تو اس فعل کے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

**جواب :** امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر یا فرج کے چھونے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

" قال سئل رسول اللہ ﷺ عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضاء قال وھل ھو الا بضعۃ منہ "

(نقل از ابوداؤد وترمذی و نسائی و مشکوٰۃ)

روایت ہے طلق بن علی سے کہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو چھوئے تو پھر اس کے بعد وضو دوبارہ کرے، فرمایا آپ نے وہ ایک ٹکڑا ہے اس کے گوشت کا۔

اور ابن عباس سے مروی ہے:

" ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاۃٍ ثم صلی ولم یتوضاہ متفق علیہ "

یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ نے گوشت شانہ بکری سے کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو جدید نہ کیا

(نقل از مشکوٰۃ)

**سوال:** موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسافر اور مقیم کے لئے کتنی مدت مقرر ہے، شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ اس کا جواب حدیث سے دو، اجر ملے گا۔

**جواب:** موزوں (۱) پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے جیسا کہ کتاب تویم صفحہ ۳۰ میں بایں طور مذکور ہے:

"عن جرير انه قال رائت رسول الله ﷺ بال ثم توضا و مسح على خفيه اخرجه ابوداؤد"

یعنی جریر سے روایت ہے کہا اس نے دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ نے بول کیا، پھر وضو کیا اور پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور مدت مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

چنانچہ مسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن علي رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ جعل للمقيم يوماً وليلة وللمسافر ثلثة ايام لياليها و اخرجه مسلم"

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرائی مدت مسح موزوں کی مقیم کے واسطے ایک دن رات اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین رات، اخرجہ المسلم پس اس سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہوں کا کام ہے اور جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر اس پر چمڑا لگا ہوا ہو تو کوئی خوف نہیں اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد دوم میں گزر چکا ہے اور امام بخاری اور اس کے پیروؤں کے نزدیک مذکورہ بالا امور سے وضو نہیں ٹوٹتا، نہایت تعجب ہے۔

**سوال:** نہانے میں کتنے فرض ہیں؟

**جواب:** نہانے میں تین فرض ہیں۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا اور تین بار تمام بدن کو خوب طور سے پاک صاف پانی سے تر کرنا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾

یعنی اگر ہو تم جنب میں تو خوب بدن کو پاک کرو اور حدیث ابوداؤد میں ہے:

"تحت كل شعرةٍ جنابة"

یعنی فرمایا آپ نے کہ ہر بال کی نیچے جنابت ہے اور ترمذی میں ہے:

"فاغسلوا الشعر وانقوا البشرة"

۱: مسح موزوں پر کرنا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ رافضی اس کے منکر ہے حالانکہ یہ مسئلہ اجماع و حدیث متواتر سے ثابت ہے ۱۲ خادم شریعت۔

یعنی دھوؤ تم بال اور صاف کرو بدن کو اور دار قطنی وتقویم ص ۱۴۲ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مذکور ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال المضمضۃ والاستنشاق للجنب ثلاثاً فریضۃ"

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واسطے جب کے فرض ہے اور کہا مائی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آپ کے نہانے کے لئے آڑ کیا اور آپ نہاتے تھے مقام میں پھر دھوئے دونوں ہاتھ، پھر ڈالا دائیں ہاتھ سے بائیں پر پھر دھویا چھپانے کا بدن جہاں مجامعت تھی، پھر ملا اپنا ہاتھ اوپر دیوار کے پھر وضو کیا جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے سوائے دونوں پاؤں کے پھر بہایا آپ نے اوپر اپنے پانی، پھر کنارہ کیا اور اپنے پاؤں کو دھویا یہ آپ کا غسل جنابت سے تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

"یفیض الماء علی جسدہ کلہ متفق علیہ"

یعنی آپ تمام بدن اپنے پر پانی بہاتے۔ فقط۔

**سوال:** سبب نہانے کے کیا ہیں؟ اور کتنے ہیں؟

**جواب:** نہانے کے سبب چار ہیں، احتلام، جماع، ختنان کے ملنے سے اور حیض ونفاس سے جب کہ عورت پاک ہو اس کو نہانا بھی فرض ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾

یعنی قریب نہ ہو تم ان سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک نہ ہولیں۔

بخاری ومسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ

"فھل علی المراۃ من غسل اذا احتلمت قال نعم اذا رأت الماء فغطت سلمۃ وجھھا"

یعنی پس کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے جب کہ احتلام ہو، فرمایا ہاں جس وقت کہ وہ دیکھے پانی (یعنی آب منی) اس دوھانپ لیا ام سلمہ نے منہ اپنا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"اذا جلس احدکم شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل وان لم ینزل متفق علیہ"

یعنی جس وقت کہ بیٹھے کوئی تم میں سے عورت کی چار شاخوں میں پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے عورت سے) پس واجب ہوا غسل اگر چہ منی نہ نکلے اور اس پر اتفاق کیا گیا ہے۔

اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مشکوۃ و ترمذی و ابن ماجہ تقویم ص ۱۸ میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے:

"اذا التقى الختانان فقد وجب الغسل"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب کہ مل گئے دونوں ختنے یعنی تجاوز کیا محل اپنے سے پس واجب (۱) ہو گا غسل۔

اور ترمذی و مشکوۃ میں منقول ہے کہ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ آپ سے دربارہ مذی سوال کیا گیا، کہ اس سے وضو ہے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"من المذى الوضوء ومن المنى الغسل"

یعنی مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہے اور منی کے نکلنے سے غسل ہے۔

**سوال:** عیدین، جمعہ اور عرفہ کے دن نہانا کیسا ہے؟

**جواب:** مذکورہ بالا ایام میں نہانا سنت ہے چنانچہ تقویم صفحہ ۱۸ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے:

"ان النبى ﷺ كان يغسل يوم الفطر و يوم النحر ويوم عرفة"

یعنی رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے روز فطر اور یوم قربانی اور عرفہ میں۔

اور ایسا ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے عیدین کے غسل کرتے تھے اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہے ہر ایک بالغ مسلمان پر اور وہ حدیث یہ ہے:

"غسل الجمعة واجب على كل محتلم"

اور ایک حدیث میں افضل بھی وارد ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** کنوئیں میں کتے بلی چوہے اور چڑیا وغیرہ کے گرنے سے پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک کیونکہ فرقہ غیر مقلدین مسمی باہل حدیث کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حیوانوں کے گر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، یہ کس طرح ہے؟

**جواب:** مذکورہ بالا حیوانوں کے کنویں میں گر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ

---

۱ فرقہ غیر مقلدین و امام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب نہیں ہوتا تاوقتیکہ دونوں کا انزال نہ ہو، نقل از نصر الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲ صفحہ ۱۴۔

جلد اول میں گزر چکا ہے، جس کا جواب اب تک فرقہ غیر مقلدین سے میسر نہیں ہو سکا۔

**سوال :** نماز میں کتنی شرطیں ہیں اور ان کا ثبوت کیا ہے؟

**جواب :** نماز میں چھ شرطیں ہیں جن کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) بدن کا پاک ہونا نجاست حقیقی وحکمی سے (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جائے نماز کا پاک ہونا

(۴) چھپانا ستر عورت کا (۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۶) نماز کی نیت کرنا

اور ان کا ثبوت یہ ہے:

﴿وثیابک فطھر﴾ اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر ﴿اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا﴾ اگر تم جنبی ہو تو پاک کرو اپنے آپ کو ﴿خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ یعنی لو تم زینت اپنی کو ہر نماز کے وقت ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ﴾ یعنی پھیرو تم اپنے مونہوں کو قبلہ کی طرف:

"لقوله عليه السلام انما الاعمال بالنيات"

یعنی حصول ثواب اعمال نیتوں پر منحصر ہے۔

**سوال :** نماز میں سات فرض ہیں؟ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثبوت دو۔

**جواب :** نماز میں سات فرض ہیں:

(۱) اللہ اکبر کہنا (۲) قیام کرنا (۳) مطلق قرأت کا پڑھنا قرآن مجید سے (۴) رکوع کرنا

(۵) سجدہ کرنا (۶) اخیر تشہد ادا کرنا (۷) نماز سے کسی کام کے واسطے بفعل خود باہر آنا

اور ان کا ثبوت یہ ہے:

﴿وربک فکبّرہ﴾ اپنے رب کی بڑائی بیان کر یعنی اللہ اکبر کہو۔ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ﴾ یعنی اللہ اکبر کے واسطے کھڑے ہو بخشوع وخضوع۔ ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ یعنی پڑھو تم جو تم کو میسر ہو سکے قرآن شریف سے۔ ﴿اِرْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ اور ابو داؤد، دار قطنی وتقویم ونور الہدایہ وغیرہ میں بایں طور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب سکھایا اس کو تشہد رسول اللہ ﷺ نے پس جب پڑھ چکا "عبدہ' وسولہ'" پس فرمایا آپ نے کہ تمام کر چکا تو نماز اپنی کو اگر چاہے کہ تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو جا اور اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ جا۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں لکھا ہے کہ آمین بالجہر ورفع یدین کرنا مکروہ ہے حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر ہے تو بیان کریں؟

**جواب:** یہ محض ان کی دھوکا بازی اور لاعلمی ہے کیونکہ کتب حدیث ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں اور علاوہ اس کے قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ فرد

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم    چشمہ آفتاب راچہ گناہ

کو بطور مشتے نمونہ از خروارے بندہ چند حدیثیں اور آیات تحریر کر دیتا ہے تاکہ ناظرین کو یقین آجائے:

**آیت نمبر ۱:** لقولہ تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو بے شک اللہ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

**آیت نمبر (۲):** لقولہ تعالیٰ: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا۔

**آیت نمبر ۳:** لقولہ تعالیٰ: ﴿قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دعا کو قبول کرلیا۔

(جلالین)

**آیت نمبر ۴:** ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾

یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں۔

**آیت نمبر ۵:** ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا﴾

یاد کرو اپنے جی میں گڑگڑا کر۔



پس ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا عاجزی اور آہستگی سے مانگنی چاہئے چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اور صاحب فتح المبین صفحہ ۳۹۸ میں عطاء سے نقل ہے کہ آمین دعا ہے:

" کما نقلہ البخاری قال عطاء امین دعاءٌ "

یعنی کہا عطاء نے کہ آمین دعا ہے اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ فرمایا ابن مسعود نے:

" اربع یخفیهن الامام التعوذ والثناء والتسمیۃ والتامین "

یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے اعوذ اور " سبحانک اللھم " اور " بسم اللہ " شریف اور " آمین " اور

تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوٰۃ میں بایں طور لکھا ہے:

" ولنا حدیث وائل انه علیه السلام قال امین وخفض بها صوته رواه احمد وابوداؤد والدار قطنی قال عمر بن الخطاب یخفی الامام اربعاً التعوذ والتسمیة وامین وربنا لک الحمد الخ "

ہمارے پاس دلیل وائل بن حجر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی اور اخفا کیا اس کو بیان کیا اس حدیث کو امام احمد وابوداؤد اور دار قطنی نے اور فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ امام چار چیزوں کو اخفاء کرے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف اور آمین اور ربنالک الحمد اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا اس پر اتفاق ہے۔

**حدیث نمبر ۱:** " عن وائل ابن حجر انه صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین قال امین واخفی بها صوته "

یعنی وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی تو آپ جب پہنچے ولاالضالین پر تو آہستہ کہی آمین۔

**حدیث نمبر ۲:** " عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال امین وخفض بها صوته "

یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیهم ولاالضالین پڑھا تو آمین کو آہستہ کیا۔ یہ ہر دو حدیثیں مسند امام احمد ومسند ابوداؤد ومسند ابویعلی وترمذی وتہذیب الآثار ودار قطنی ومعجم طبرانی ومعلی شرح موطا ومستدرک وطبرانی سے صاحب فتح المبین نے صفحہ ۳۹۵ میں باسناد صحیح لکھا ہے۔

**حدیث نمبر ۳:** " عن شعبة عن سلمة بن کهیل عن علقمة عن وائل بن حجر قال صلیت خلف النبی ﷺ فلما قال ولاالضالین قال آمین وخفض بها صوته "

یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے وہ روایت کرتے وائل بن حجر سے، پس فرمایا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے پس آپ نے " ولاالضالین " کہا تو کہا آمین آہستگی سے نقل کیا، اس حدیث کو ترمذی وابوداؤد ودار قطنی وغیرہ نے۔

**حدیث نمبر ۴:** " عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقولوا امین "

از بخاری وموطا امام مالک، یعنی جب امام " ولاالضالین " کہے تو تم آمین کہو، یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جب امام

تمہارا آمین کہے تو تم بھی کہو اگر اس طرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

**حدیث نمبر ۵:** " عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الامام و لا الضالین فقولوا امین فان الملئکۃ یقولون امین وان الامام یقول آمین "

(نقل از نسائی)

یعنی جب امام کہے ﴿ولا الضالین﴾ تو کہو تم آمین اس واسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ۔ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہراً آمین کہتا تو آپ کی ذات نے یہ کیوں تعلیم فرمائی کہ امام بھی کہتا ہے اور علاوہ اس کے ﴿قولوا﴾ کے معنی پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوئے بلکہ " کہو تم " کے ثابت ہوتے ہیں اگر غیر مقلدین کسی مسلمان حنفی کو شبہ میں ڈالیں کہ حدیث میں علقمہ راوی ہے تو اس نے اپنے آپ سے حدیث نہیں سنی اس لئے حدیث مجروح ہوئی سو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے باب الحدو فی المراۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وھو ہذا:

" عن علقمة بن وائل بن حجر سمع من ابيه وهو اكبر من عبد الجبار الخ "

یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبدالجبار بن وائل سے اور عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کے باپ سے حدیث سننا ثابت کیا ہے اور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں سو یہ کہنا ان کا محمول ہوگا ان کے عدم اطلاع پر یا کلام غیر نقل کرنے پر، اس واسطے کہ اثبات مقدم ہے نفی پر، ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کرتے۔

اور اگر حدیث نمبر ۳ پر فرقہ وہابیہ اعتراض کرے کہ شعبہ کے ثقہ ہونے میں کلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تقریب و عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ امام المحدثین میں سے ہے اور جو بعض روایت میں ہے:

" مد بها صوته "

وہ وہاں مد عارضی ہے جو کہ اول کلمہ آخر کلمہ میں واقع ہوا کرتا ہے اور مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے اور بعض محدثین نے اس کے معنی اطال کے لکھے ہیں یعنی اس کو کھینچ کر پڑھنا چاہئے۔

(نقل از فتح المعین)

اور اس کا ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں بھی گذر چکا ہے اور فرقہ غیر مقلدین اس بارہ میں اکیس ۲۱ حدیثیں پیش کرتے ہیں ان سے نہ تو اکثر فعل آپ کی ذات ﷺ کا ثابت ہوتا ہے اور نہ دائمی اور علاوہ اس کے وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں اور ان شاء اللہ جلد چہارم میں وہ اکیس حدیثیں جو فرقہ غیر مقلدین اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا

کر دھوکا میں ڈالتے ہیں تحریر کی جائیں گی اور ہر ایک حدیث پر روشنی ڈال کر جرح قدح کی جائے گی پھر ناظرین با تمکین کو اچھی طرح واضح ہو جائے کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں ناحق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا — کار طفلاں تمام خواهد شد

**سوال دوم کا جواب:** بے شک مذہب حنفی میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے اور مذہب حنفیہ کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں:

**حدیث نمبر ۱:** "عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعودٍ الا اصلى بكم صلوة رسول الله ﷺ فصلى ولم يرفع يديه الا فى اول مرةٍ"

(نقل از ترمذی)

یعنی علقمہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھاؤں میں تم کو نماز مانند نماز رسول اللہ ﷺ کے پھر پڑھی نماز اور نہ اٹھائے دونوں ہاتھ آپ نے مگر پہلی تکبیر میں اور کہا صاحب ترمذی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے اور اسی طرح کی حدیث براء بن عازب سے بھی آئی ہے اور اس حدیث کو صحابہ تابعین نے بھی پسند فرمایا ہے۔

**حدیث نمبر ۲:** "عن البراء بن عازبٍ ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه قريب من اذنيه ثم لا يعود"

(نقل از ابوداؤد و فتح المبین)

یعنی کہا ابن عازب نے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے شروع نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے قریب کانوں کے پھر ساری نماز میں کہیں نہ اٹھائے۔

**حدیث نمبر ۳:** حدثنا ابن ابى داؤد وقال حدثنا نعيم بن حمادٍ قال حدثنا وكيع سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله عن النبى ﷺ انه كان يرفع يديه فى تكبيرةٍ ثم لا يعود"

یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ پہلی تکبیر میں پھر نہ اٹھائے نماز میں یہ حدیث طحاوی میں ہے۔

**حدیث نمبر ۴:** "عن عبدالله بن مسعودٍ قال صليت خلف النبى ﷺ و ابى بكرٍ و عمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلوة"

(فتح المبین صفحہ ۲۰۲)

روایت کیا اس کو اپنی تصنیف میں امام شیبہ نے جو کہ استاد ہیں بخاری اور مسلم کے۔

یعنی کہا عبداللہ بن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر رضی

اللہ عنہما کے سوا انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر بوقت شروع کرتے نماز کے۔

**حدیث نمبر۵:** "عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود"

(نقل از طحاوی و بیهقی و فتح المبین صفحه ۳۰۳)

یعنی اسود سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے حضرت عمر بن خطاب کو کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے اول تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے ساری نماز میں۔

**جواب نمبر۶:** "عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا یعود"

(نقل از عینی و موطا امام محمد)

یعنی عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر ساری نماز میں نہ اٹھاتے تھے۔

**جواب نمبر۷:** "عن ابن عباس رضی الله عنه ان العشرة المبشرة ما کانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة"

(نقل از نهایه و کفایه)

یعنی مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر پہلی تکبیر میں۔

**حدیث نمبر۸:** "عن عبدالله ابن عباس قال قال النبی ﷺ لا ترفع الایدی فی شی الا فی سبع مواطن فی افتتاح وفی العیدین و عند استلام الحجر وعلی الصفا والمروة وعند عرفات وعند جمع و عند رمی الجمار"

یعنی کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ اٹھائے جائیں ہاتھ کسی جگہ نماز میں مگر سات جگہ تکبیر اولی میں اور نماز عیدین کی تکبیروں میں اور بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے اور صفا و مروہ میں اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منی میں بوقت کنکریاں مارنے شیطان کے۔ نقل کیا ہے اس کو امام بیہقی اور صاحب ہدایہ نے باختلاف الفاظ کے اور صاحب کفایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ رفع یدین نماز میں نہ کیا جائے۔

**حدیث نمبر۹:** "عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فقال مالی اراکم رفعی ایدیکم کاذها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة"

(نقل از مسلم و ابوداؤد و نسائی و فتح المبین صفحه ۳۰۳)

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ ﷺ دراں حالیکہ ہم اٹھانے والے تھے اپنے ہاتھوں کو نماز میں تو فرمایا آپ نے کہ کیا ہے مجھ کو کہ تم کو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اس طرح ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں ہاتھوں کو

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ خواہ نماز جہری ہو خواہ سری ہو جب تک امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز ہرگز جائز نہیں ہوتی کیونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، جواب دو اجر ملے گا۔

راقم حسن محمد داروگر حافظ آباد

**جواب:** امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری ہرگز جائز نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

یعنی جس وقت قرآن مجید پڑھا جائے تم اس کو سنو اور چپ رہو تا کہ تم لوگ رحم کیے جاؤ اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے ایک سننا، دوسرا چپ رہنا اور ہمارا عمل ہر دو حکم الٰہی پر ہے کیونکہ ہم جہری نماز میں قرأت امام کانوں سے سنتے ہیں اور منہ سے چپ رہتے ہیں اور نماز سری میں سننا غیر ممکن ہے لہذا ہم چپ رہتے ہیں چنانچہ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے:

" ان المطلوب من هذه الآية امران الاستماع والانصات فيعمل بكل منهما والاول يخص والثانى لا يجرى على اطلاقه فيجب السكوت عند القراة مطلقاً "

اور تفسیر حسینی و تفسیر عماد بن کثیر و تفسیر معالم التنزیل وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مستند و معتبر و صحیح قول یہ ہے کہ آیت قرأت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے وہو ہذا:

" قال على بن طلحة عن ابن عباسٍ قوله واذا قرئ القران يعنى فى الصلوة المفروضة "

یعنی یہ آیت نماز فریضہ میں نازل ہوئی۔

" ذهب جماعة الىٰ انها فى القراة الصلوة "

اور صاحب معالم نے اختلاف مخالفین کا بیان کر کے لکھ دیا کہ:

" والاوّل اولىٰ وهو انها فى القراة الصلوة "

اور مدارک میں ہے:

" وجمهور الصحابة على انه فى استماع المؤتم "

یعنی بڑا گروہ صحابہ کا اس بات پر ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے:

" اخرج حميد والبيهقى فى القراة عن ابى العالية ان النبى ﷺ كان اذا صلى باصحابه فقرأ قرأ اصحابه فنزلت هذه الاية فسكت القوم وقرء النبى ﷺ "

یعنی روایت کی ہے عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت میں ابو عالیہ سے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور قرأت فرماتے تو صحابہ بھی ساتھ ہی قرات کرتے، پس نازل ہوئی یہ آیت تو چپ ہو گئے اور قرأت کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے، جس کی عبارت سلطان الفقہ میں تحریر ہو چکی ہے اور بھی بہت سی حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ دونوں قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہوگا۔

**حدیث نمبر ۱:** عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ رواہ ابن ماجۃ و مؤطا امام محمد "

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے۔

**حدیث نمبر ۲:** عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرأ الامام فانصتوا "

یعنی روایت ہے ابو موسیٰ اشعری سے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب امام پڑھے تو تم لوگ چپ رہو۔

**حدیث نمبر ۳:** " عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ اذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا "

(رواہ ابو داؤد والترمذی ونسائی و مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مقرر کیا گیا ہے امام تا کہ پیروی کی جائے اس کی پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے تو تم اس کی قرأت کو سنو اور چپ رہو۔

**حدیث نمبر ۴:** " عن نافع عن ابن عمر انہ کان لا یقرأ خلف الامام رواہ ابن عدی "

یعنی نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر بے شک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتے تھے۔

**حدیث نمبر ۵:** سئل عن عبداللہ بن عمر و زید بن ثابتؓ و جابر بن عبداللہ قالوا لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوٰۃ "

(نقل از طحاوی شرح معانی الآثار و حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

یعنی عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ پیچھے امام کے کچھ پڑھا جائے کہا تینوں

---

۱: وہابی جواب دیں کہ الحمد شریف قرآن ہے یا نہیں، اگر قرآن ہے تو قرآن کا پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ (خادم شریعت)

انھوں نے کہ نہیں پیچھے امام کے نماز میں کچھ نہ پڑھا جائے۔

**حدیث نمبر ٦:** " عن ابی هریرة (١) ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوة جهر فيها بالقراة فقال هل قرء معی احد منكم انفا فقال رجل نعم يا رسول الله قال انی اقول مالی انازع القران قال فانتهی الناس عن القراة ...... الخ "

(نقل از مؤطا و نسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ و مشکوٰۃ ص ٨٣)

یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پڑھ چکے نماز جس میں جہر قرات پڑھی جاتی ہے۔ پس فرمایا کیا پڑھا ہے کسی نے ساتھ میرے تم سے اب پس بولا ایک شخص ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا آپ نے کہتا تھا میں کیا ہوا واسطے میرے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن مجید، پس کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ باز رہے لوگ پڑھنے سے الخ۔

**حدیث نمبر ٧:** " عن ابن عمر انه كان اذا سئل هل يقرأ احد مع الامام قال اذا صلى احدكم مع الامام فحسبه قرأة امام و كان ابن عمر لا يقرأ مع الامام "

یعنی کہا نافع نے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو فرماتے کہ امام کا پڑھنا مقتدی کو کافی ہوتا ہے اور خود ابن عمر جب امام کے ساتھ ہوتے تو کچھ نہ پڑھتے۔

**حدیث نمبر ٨:** " ان سعداً قال وددت ان الذی يقرأ خلف الامام فی فمه جمرة "

یعنی حضرت سعد کہتے تھے کہ جو پیچھے امام کے پڑھے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

**حدیث نمبر ٩:** " ان عمر بن الخطاب قال ليت فی فم الذی يقرأ خلف الامام الخ "

(از مؤطا امام محمد)

یعنی تحقیق فرمایا عمر بن خطاب نے کاش بیچ منہ اس شخص کو جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کنکریاں ہو۔

**حدیث نمبر ١٠:** " اخبرنا مالک حدثنا وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبدالله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصلی الاوراء الامام "

(نقل از مؤطا امام محمد ص ٩٣)

یعنی جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ تحقیق فرمایا آپ نے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اس میں الحمد کو پس نماز نہ ہوئی، مگر وہ رکعت ہووے پیچھے امام کے۔

**حدیث نمبر ١١:** " عن موسى ابن سعد بن زيد بن ثابت يحدثه عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له "

(نقل از مؤطا)

امام موسیٰ بن سعد اپنے دادا سے حدیث کرتے ہیں تحقیق اس نے کہا کہ جو شخص پڑھے پیچھے امام کے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

**حدیث نمبر ۱۳:** "حدثنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبید اللہ بن شدادٍ عن جابر عن النبی ﷺ من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام له قراۃ"

(نقل از موطا و الآثار و مسند امام اعظم)

"عن ابی حنیفة و صحیح سنده فی الفتح ص ۱۴۶ ، قال العینی هو حدیث صحیح اما ابو حنیفة و موسیٰ بن عائشة الکوفی من الثقات الاثبات من رجال الصحیحین و عبداللہ بن شداد من کبار الشامیین"

(نقل از جامع الآثار صفحہ ۵۹)

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص پیچھے امام کے ہو پس قراءت امام کی اس کی قراءت ہوتی ہے۔ روایت کیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں امام ابوحنیفہ سے ساتھ سند صحیح کے کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے چونکہ اس کا راوی موسیٰ بن عائشہ کوفی ثقات میں سے ہے، یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے اور عبداللہ بن شداد کبائر شامیوں میں سے ہیا اور کفایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ الحمد کا پڑھنا مقتدی کا خلاف دین محمد رسول اللہ ﷺ کے ہے اور صاحب فتح المبین نے عینی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کہ مٹی بھر جائے اس کے منہ میں جو امام کے پیچھے پڑھے وہ سنت پر نہیں، ذکر کیا اس کو صاحب طحاوی نے اور کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فاسق ہے اور یہ وہ ابی شیبہ ہے جو بخاری و مسلم کا استاذ ہے، فقط۔

(نقل از فتح المبین ص ۲۱۳)

اور علاوہ اس کے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اسی اصحاب فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے۔ ان میں سے چند صحابہ کے اسماء ہیں: جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری، ابوہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس۔

(نقل از عینی و فتح المبین صفحہ ۲۰۵)

پس اس لئے صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ کا قائم کیا ہے اور جو حدیثیں غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کی پیش کرتے ہیں وہ ضعیف اور ناقابل عمل ہیں کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار صحابہ و جمہور کے ہے۔

**سوال:** کیا غیر مقلد لوگ جو حدیثیں جواز فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں، ضعیف ہیں اور خلاف قرآن مجید مذکور ہیں یا نہیں، جواب نمبر وار دو؟

وہ حدیثیں جو غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کرتے ہیں مفصلہ ذیل ہیں:

**حدیث نمبرا:** " لا صلوة الا بفاتحة الکتاب "

**حدیث نمبر۲:** " لا صلوة لمن لم یقرأ بها بفاتحة الکتاب "

**حدیث نمبر۳:** " من صلی صلوة لم یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج "

**حدیث نمبر۴:** " لا تفعلوا الا بام القران فانه لا صلوة لمن لم یقرأ بها الخ "

**حدیث نمبر۵:** " نحن نکون وراء الامام "

یعنی لوگوں نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ابوہریرہ نے کہا:

" اقرأ بها فی نفسک "

**جواب:** حدیث نمبر اول و دوم و سوم سے فاتحہ خلف الامام ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے معنی یہ ہیں کہ جب فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز نہیں ہوتی۔سو یہ حکم صرف تنہا کے لئے ہے نہ خلف الامام کے وقت اور اس کے ہم سب لوگ حنفی المذہب قائل اور عامل ہیں چنانچہ ابوداؤد " وقال سفیان لمن یصلی وحده " یعنی نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد، پس زیادہ کیا سفیان نے جو اس حدیث کا راوی ہے کہ یہ حکم واسطے اس کے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔

اور کتاب جامع ترمذی مطبوعہ نولکشور صفحہ۴۲ میں صاف لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے،وھو ہذا:

" اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده، واحتج بحدیث جابر بن عبد الله حیث قال من صلی رکعةً لم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فهذارجل من اصحاب النبی ﷺ فاوّل قول النبی ﷺ لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا اذا کان وحده "

لیکن امام احمد حنبل نے فرمایا کہ معنی اس قول رسول اللہ ﷺ کا کے کہ:

" لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب "

یہ ہیں کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے اور استدلال ان کا حدیث جابر سے ہے، کہا انہوں نے کہ جو شخص کوئی رکعت سوائے الحمد کے پڑھے۔ تو نماز اس کی نہ ہوگی مگر جب امام کے پیچھے ہو،کہا امام احمد بن حنبل نے کہ جابر بن عبداللہ ایک صحابی ہیں آپ کی ذات ﷺ کے پس انہوں نے مطلب اس حدیث رسول اللہ ﷺ کا:

" لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب "

یعنی پڑھنے والا جب اکیلا ہو۔ ہاں اگر دو منٹ کے واسطے ان کی بات کو تسلیم بھی کر لیں تو پھر بھی ان دلائل سے نفی ذات نہیں نکلتی، بلکہ نفی کمال کی ہے چنانچہ علامہ عینی وصاحب مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے:

"لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد و لا ایمان لمن لا امانة له"

یعنی نہیں نماز کامل ہوتی مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں اور نہیں ایمان کامل اس شخص کا جس نے امانت میں خیانت کی، اگر اس کے ظاہر معنی لئے جائیں کہ ہمسایہ مسجد کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور جو امانتدار نہیں وہ بے ایمان کافر ہے تو پھر یہ قاعدہ جمہور علماء کے برخلاف ہوگا حالانکہ اس امر کا کوئی عالم بھی قائل نہیں اور حدیث نمبر ۴ جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ پڑھو کچھ مگر سورہ فاتحہ کیونکہ اس کے سوا نماز نہیں ہوتی۔ سو اس حدیث کے صحیح ہونے میں بہت اختلاف ہے کیونکہ بعض نے اسے صحیح لکھا ہے اور بعض نے ضعیف بھی کہا ہے چنانچہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے:

"فاضعفه احمد و جماعة"

یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف لکھا ہے اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جملہ استثنائیہ اس کا صحیح نہیں اور طریق اسناد اس کے میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحییٰ قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھتے ہیں:

"اشهد ان محمد بن اسحاق كذابٌ"

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا آدمی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن یحییٰ نے نیز اس کو کذاب کہا ہے اور صاحب نسائی نے لکھا ہے قوی نہیں ہے اور دار قطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب الضعفاء الصغیر کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے:

"محمد بن اسحاق ليس بالقوى"

غرضیکہ یہ حدیث نزدیک محدثین اہل انصاف کے مضطرب ہے قابل عمل نہیں اور حدیث نمبر ۵ جو ابو ہریرہ کا قول ہے کہ:

"اقرا بها فى نفسک"

یعنی دل میں پڑھ سو اس کے معنی محدثین نے تدبر اور تفکر کے لئے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ گلزار احمدی صفحہ ۔ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

"المراد به هو التذكر فى القلب لا التلفظ باللسان"

اور علاوہ اس کے خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف روایت بیان کی ہے۔

**سوال:** مذہب چکڑالوی کی نماز کس طرح پر ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا یہ نماز موافق حکم خداوند کریم کے ہے یا صاحب خدا ﷺ نے پڑھی ہے یا صرف عبداللہ چکڑالوی کے گھر کی بنی ہوئی ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

**جواب:** نماز چکڑالویوں کی صلوٰۃ القرآن جو انہی کی بنی ہوئی ہے اس میں بایں طور مسطور ہے (تکبیر اولی) ﴿مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (پ۲۱) "سبحانک اللھم" کی بجائے: ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ﴾ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ﴾ وغیرہ اور رکوع کی تسبیح یہ ہے: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ وغیرہ۔
التحیات ان کا یہ ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا الخ﴾ وغیرہ دعائیں مذکور ہیں۔

نماز کی نیت یوں ہے:
﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

اور درود یہ ہے:
﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

اور سلام یہ مقرر کر رکھا ہے:
﴿سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تا غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

یہ نماز جو عبداللہ چکڑالوی نے اپنے زعم سے تیار کی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات کے سیاق وسباق سے ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کہیں خداوند کریم نے اپنے حبیب کو بایں طور فرمایا کہ اے رسول اللہ ﷺ تو رکوع اور سجود اور التحیات اور بوقت تکبیر اولی وغیرہ مقامات میں یہ آیات پڑھا کر اور اپنی امت کو بھی اسی طرح تعلیم نماز کی دیا کر اگر کوئی چکڑالوی صاحب بایں الفاظ قرآن مجید سے دکھائے تو مبلغ ایک صد روپیہ انعام لے اور مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد امرتسری نے اپنے رسالہ دلیل الفرقان صفحہ ۶ میں نماز ایجاد شدہ کا مفصل جواب تحریر کر دیا ہے لہذا فقیر کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور علاوہ اس کے مولوی صاحب مذکور نے یہ سوال بھی چکڑالویوں پر کیا ہے۔ جس کا جواب اب تک ان کی طرف سے نہیں ملا اور وہ سوال یہ ہے:

اس ساری صلوٰۃ قرآنی پر ہمارا ایک ہی سوال ہے اور وہ اس کا جواب دیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تمام ملا قرآنی

مل کر بھی چاہیں تو نہ دے سکیں گے اور ہم بھی انہی کی تائید میں ہمیشہ مضمون لکھا کریں گے وہ سوال یہ ہے کہ یہ آیات جو آپ نے موقعہ بموقعہ کے لئے انتخاب کی ہیں سو یہ انتخاب آپ نے محض اپنی رائے سے اور اجتہاد سے کیا ہے یا قرآن مجید کی کی آیت سے۔ اگر اپنی رائے سے کیا ہے تو کیا دوسرے شخص کا بھی حق ہے کہ ان کے علاوہ اور آیات ان کی بجائے تجویز کرے اسی طرح تیسرے کا چوتھے کا پھر پانچویں کا علی ہذا۔ دنیا بھر کے جہلا کو جانے دو، علماء کا حق ہے کہ اپنی اپنی سمجھ کے موافق آیات انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ نماز تجویز کر سکتے ہیں پھر کیا سب نمازوں کا نام "صلوۃ القران" ہی رکھیں گے اور یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ قرآن نے سب احکام مفصل بیان کر دیے ہیں ایسے ہو تو کسی کو ان کے سمجھنے میں شک نہیں ہو سکتا اور حدیث کی کوئی حاجت نہیں اور اگر یہ انتخاب کسی آیت قرآنی سے ہے تو وہ کونسی آیت ہے؟

**نوٹ:** ان شاء اللہ تعالیٰ اقسام وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جلد چہارم میں مفصل تحریر کیا جائے گا۔

**سوال:** اہل سنت والجماعت کی نماز قرآن میں کس طرح پر ہے۔ اس کا ثبوت دو؟

**جواب:** اس کا ذکر اسی جلد میں ہو چکا ہے اور مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری نے بھی اپنے رسالہ میں اسی طرح تحریر کر دیا ہے:

﴿ كَبِّرْ ﴾ (پ ١٥) ﴿ قُوْمُوْا لِلّٰهِ ﴾ (پ ٣) ﴿ اِرْكَعُوْا ﴾ (پ ١) ﴿ اُسْجُدُوْا ﴾ (پ ٦) ﴿ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا ﴾ (پ ٣) ﴿ سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾ (٢٧) ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾ (پ ٣٠) ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ (پ ٢٩)

پس یہ وہ نماز ہے جو خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو بذریعہ وحی سکھلائی اور ائمہ دین اس نماز کو پڑھتے چلے آئے ہیں پس ہم کو بھی اس لئے اسی طرح حکم ہوا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (پ ٢١)

کہ تم ایماندار بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے نیک نمونہ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

☆☆☆☆☆

# استفتاء

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص مسمی کرم الٰہی نامی غیر مقلد علاقہ سیالکوٹ ساکن موضع کوٹلی لوہاراں غربی نے ایک کتاب بطرز کامن بنائی ہے اور کامن کرم الٰہی نامی سے مشہور ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ میلاد کرنا رسول اللہ ﷺ کا بدعت ہے اور بوقت میلاد آپ کی روح مبارک نہیں آتی اور اسقاط کرنا اور وظیفہ یا شیخ عبد القادر، یا علی مشکل کشا کرنا اور عورتوں کو بیعت کرنا اور تقلید شخصی کرنا اور حنفیوں کو مشرک وکافر کہنا اور نقشبندی وغیرہ خاندانوں کو بدعتی و مشرک کہنا اور تصور پیر کا کرنا غرضیکہ ان تمام افعال کو بدعت وحرام و شرک لکھ دیا ہے اور پیر جماعت علی شاہ صاحب فاضل اجل اور بزرگ اکمل کی سخت توہین کی ہے، شاید علمائے دین کی نظر سے یہ کتاب گزری ہوگی۔ کیا ایسی کتاب عورتوں کو پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو پھر ایسی کتاب کو کس لئے گورنمنٹ میں درخواست دے کر بند نہیں کرایا جاتا اور اگر اس طرح بند نہیں کرایا جاتا تو پھر اس کا جواب دیں تاکہ عوام الناس اس سے فائدہ حاصل کریں اور کتاب مذکور سے کنارہ کریں۔

السائل خاکسار سلطان احمد از کمالپور علاقہ لائلپور متصل سٹیشن سالار والا

**جواب:** بے شک یہ کتاب بندہ کی نظر سے گزری ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا عورتوں کو ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں توہین رسول خدا ﷺ اور علمائے دین وصوفیائے کرام کی موجود ہے اور جو آیات اس میں درج ہیں وہ تمام کفار مکہ وبت پرستوں اور بتوں کی مذمت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں، سو مؤلف کتاب نے ان کا مصداق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو قرار دیا ہے، وہو ہذا:

"والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیرٍ ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء کم ولو سمعوا استجابوا لکم"

اور جن کو پکارتے ہو اس کے سوا وہ مالک نہیں ایک چھلکے کے، اگر تم ان کو پکارو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور اگر سنیں نہیں پہنچیں تمہارے کام پر۔

غرضیکہ مؤلف نے جو آیات اپنی کتاب میں درج کی ہیں وہ سب کی سب بے موقعہ اور بے محل درج کی ہیں اور خواہ مخواہ زور دے کر بزرگان اسلام کو ان کا مصداق بنایا ہے اور مسلمانان حامی دین کو مشرک وبدعتی لکھ مارا ہے۔

خدایا مفتری را روسیاہ کن — زقہر قہر دان خود تباہ کن

ان اعتراضوں کا جواب جلد اول سلطان الفقہ وعقول زندگی در جواب اصول زندگی میں مفصل دیا گیا ہے جن کو شک ہو دیکھ لیں اور بیعت کرنا عورتوں کو بایں طور جائز ہے کہ شیخ کپڑے کا دامن عورتوں کو حجاب میں بٹھا کر ان کے ہاتھ میں

بچائے اور شرک و بدعت و منہیات وغیرہ کے ترک کرنے پر تلقین کرے اور گناہ صغیرہ و کبیرہ سے توبہ کرائے اور ان سے بات کا اقرار لے کہ آئندہ ان منہیات پر عمل کرنا ہوگا اور احکام خدا اور رسول علیہ السلام پر عمل کرنا ہوگا اور بیعت کرنا عورتوں کا قرآن کریم پارہ ۲۸ میں بایں طور مذکور ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ الخ ﴾

اور حدیث شریف بھی اس پر شاہد ہے چنانچہ طبرانی و بیہقی و ابوداؤد سے صاحب نورِ کمل سورۂ مزمل صفحہ ۲۳۷ میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہ جمع کر عورتیں اہل انصار کو ایک گھر میں پس جب جمع ہوئیں سب عورتیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازے کے باہر بیٹھ کر ان کی طرف کپڑے کا دامن کیا اور کہا پکڑو اس کو اور بیعت کرو اس بات پر کہ ہم شرک اور بدعت اور برے کام نہ کریں گی۔

اور ایک روایت حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں بایں طور مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قولی بیعت عورتوں سے لی۔

اور ایک روایت بخاری میں بایں طور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ایک باندی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ چاہا لے گئی:

"عن (۱) انس قال کانت امۃ من اماء اھل المدینۃ تاخذ بید رسول اللہ ﷺ فتنطلق بہ حیث شاءت رواہ البخاری"

پس ان دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے اور اس کا انکار کرنا گمراہوں کا کام ہے۔

اور علاوہ اس کے امید ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء پیر جماعت علی شاہ صاحب کتاب کا من کرم الٰہی ناگی اور زلیخا عبد الستار اور اصول زندگی والے مسلمین کو زیر نظر فرما کر بہت جلدی کوئی تجویز فرمادیں گے کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے۔

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز فجر اور عصر و مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت مل جائے تو اس میں شریک ہو جانا اس کو جائز ہے یہ کیونکر ہے اس کا جواب حدیث شریف سے دو؟

**جواب:** مذہب حنفی میں ان تینوں نمازوں میں بعد ادا کرنے نمازوں کے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابوامامہ سے حدیث مذکور ہے:

"صل الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس"

(۱) یہ حدیث بخاری سے اہل حدیث کے لئے لی گئی ہے ورنہ اہل سنت والجماعت کے ہاں قابل عمل نہیں۔

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ صبح کی نماز پڑھو بعد اس کے نہ نماز پڑھو یہاں تک کہ آفتاب طلوع کرے اور شیخ نناتی صاحب نصر نے صفحہ ۶۷ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل کی ہے

" كان رسول الله ﷺ يصلي دبر كل صلوة الا الفجر والعصر "

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ ہر نماز فرض کے بعد نفل پڑھتے تھے۔ مگر فجر اور عصر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اور ابی سعید خدری سے مسلم نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے:

" لاصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ولا صلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس "

یعنی نماز نفلوں کی جائز نہیں بعد نماز صبح کے جب تک سورج طلوع نہ کرے اور نہ بعد عصر کے جب تک سورج غروب نہ ہو اور بخاری میں ہے کہ کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان ہر دو وقتوں کے بعد نماز پڑھنے کو، فقط۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال :** غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں اندھے کی امامت مکروہ ہے یہ کیونکر ہے؟

**جواب :** صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اندھے کی امامت اس وقت مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر اس قوم میں اور کوئی ایسا عالم اور پرہیزگار مثل اس کے ہو، ورنہ اندھے کی امامت جائز بلا کراہت ہوگی۔

اور صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۱۲۹ میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے:

" قيد كراهة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى "

یعنی مقید کیا ہے اندھے کی امامت کے مکروہ ہونے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اس کے کہ نہ ہووے اندھا بہتر لوگوں سے اور اگر اندھا اور لوگوں سے علم میں زائد ہو پس اس کا امام ہونا بہتر ہے۔

اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ آپ نے ام مکتوم اور عتبان کو امامت مدینہ کی سپرد کی، تو اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو صحیح وسلامت تھے جنگوں میں آپ کے ساتھ اپنی جانوں کو نثار کرنے کے لئے چلے گئے تھے اور باقی مدینہ کے رہنے والوں سے وہی بہتر اور علم میں زائد تھے۔ اس لئے آپ نے ان کو ہی خلیفہ مقرر فرمایا۔

(هكذا في نهر الفائق و نصرة وغيره)

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے:

" امامة الاعمى جائز والبصير افضل من ذلك "

یعنی اندھے کی امامت جائز ہے اور افضل اس سے بینا ہے۔

اور جن لوگوں نے اندھے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اکثر اندھے نجاست میں رہتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ کتب مبسوط میں مسطور ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال :** جو شخص کہ عاق والدین اور استاد اور مرشد کا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور عاق کن امور سے ہوتا ہے؟

**جواب :** ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے تاوقتیکہ وہ ان سے راضی نہ ہو جائیں اور توبہ خالص نہ کرے چنانچہ جامع المتفرقات وجامع العجائب سے صاحب اشتاہ نے بایں طور عبارت نقل کی ہے:

"وروی ان السلف رضوان اللہ علیہم کانوا لا یصحبون مع من یجلس فی مجلس العاق ولا یصلون خلفہم مخافۃ باقتداہ قالوا ومن فعل ذلک فہو مع عاق"

یعنی متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے مل کر نہیں بیٹھتے تھے جو عاق کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اس خوف کے مارے کہ اس کا اقتدا نہ ہو جائے یعنی ہم ان کے پیرو خیال نہ کیے جائیں پس فرمایا کرتے تھے جس نے ایسا کیا پس وہ عاق ہے اور فتاویٰ جامع الفوائد ص ۳۵ میں لکھا ہے:

"ولا یجوز شہادۃ العاق وامامتہ وتسقط عدالتہ ولا یعتبر قولہ ولا یعمل بفتوتہ ولو کان مفتیا یعنی ان العقوق من الکبائر المنصوصۃ المسقط لعقدالتہ"

(نقل از تحفۃ الفقہاء حب)

یعنی عاق کی گواہی اور امامت اور عدالت شرعاً منظور اور جائز نہیں اور نہ ہی اس کا فتویٰ قابل عمل ہے۔

اور مختار الفتاویٰ میں بایں طور لکھا ہے:

"وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذہ لان فی تعظیمہ برکۃ ومن لم یعظم شتم فہو عاق لا تقبل صلوتہ ولا امامتہ ویجوز ویشہد وعلیہ الفتوی فی زماننا"

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۲۵ میں لکھا ہے کہ جو شخص عاق استاذ کا ہے اس کی مذبوحہ اور امامت اور عدالت نزدیک امام صاحب وامام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں۔

اور صاحب عجائب الاخبار نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ حق استاذ کا فرض ہے جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے۔

"حق الاستاذ فرض من الکر من الفرض فقد کفر الخ"

(از ایضاً)

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۲۵ میں بدیں مضمون عبارت درج ہے:

"نقل است از امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و

امام محمد رحمة الله علیه و فتاوی کامل میگوند که عاق آن راگفته اند که استاذ شاگرد را امر بمعروف نماند چنانچه نماز و روزه و حج و زکوة وغیر آن اگر طاقت آن دارد و شاگرد اباارد و منحرف گردد یا بخواہر استاد بنظر شہوت بیند و یادر مذمت و غیبت اشتغال نماید آنگاه عاق شود ، عقب او نماز درست نمیشود ، وشہادت او درمحکمه عدالت جائز نه بود و بغیر انیہا بافعال دیگر عقوق نشود الخ"

اور اسی فتاوی میں لکھا ہے:

"ولا تقبل عبادته ان کان الاستاذ ممن تعلم منه حرفا من القران او تعلم مسئلة من مسائل الفقه او الحدیث او النصیحة من الحسنات او الذکر او لقن کلمة طیبة کذا فی الشرعة"

پس طالبانِ حق کو لازم ہے کہ بزرگانِ دین کی تعظیم وتکریم بجالائیں، مثنوی

کیف مد ظل نقش اولیاء است گو دلیل نور خورشید خدا است

بے ادب خود را نه تنہا داشت بد بلکه آتش در همه آفاق زد

اور مشکوٰۃ شریف باب مساجد میں بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا اس نے قبلہ کی طرف تھوکا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔

اور فتاوی ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عاق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، وھو ھذا:

"ولا یجوز الاقتداء علی عاق الاستاذ بالاجماع - فقط"

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** بے غیرت اور دیوث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** نہیں جائز چنانچہ کتاب مختصر شافی وفتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے:

"فاذا خرجت المراة من بیت الزوج علی رضاله ولا یمنعها فهو دیوث لایجوز الصلوة خلفه لانها ما امرت بالقرار فی البیت"

یعنی جب کہ عورت گھر سے نکلے اور مرد منع نہ کرے تو وہ مرد دیوث ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال:** قرأت کتنے آواز بلند سے پڑھنی چاہیے اور قرأت میں سر ہلا ہلا کر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** بے شک اس قدر بلند پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو تکلیف محسوس نہ ہو چنانچہ موطا امام محمد رحمة اللہ علیہ

میں حدیث مذکور ہے:

" ان عمر بن الخطاب كان يجهر بالقرأة فى الصلوة وانه كان يسمع قرأة عمر بن الخطاب عند دار ابى جهم قال محمد الجهر بالقرأة فيما يجهر فيه بالقرأة حسن ما لا يجهد الرجل نفسه ــــ الخ "

یعنی تحقیق حضرت عمر بن خطاب صفحہ ۳۵ میں بایں طور تحریر کیا ہے:

" امام بلند نخواند كه صف اول بشنود وسخت بلند بخواند الخ "

اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں خوش الحانی برائے حصول ثواب وکمالیت ترتیل بلا تکلف اقتضاء طبیعت کے پڑھے اور رعایت اخفاء اور اظہار اور غنہ اور قلقلہ وغیرہ حروف بھی کرے تو یہ تغنی جائز بلکہ مسنون ہے چنانچہ بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" ما اذن الله بشئ ما اذن النبى حسن الصوت بالقران يجهر به "

یعنی نہیں سنتا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مثل نبی کی آواز کے کیونکہ وہ خوش آوازی سے پڑھتا ہے قرآن کو۔

اور ابن ماجہ ودارمی وغیرہ میں مروی ہے:

" عن البراء بن عازب رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ زينوا القران باصواتكم "

یعنی زینت دو قرآن کو آوازوں سے۔

اور ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے:

" سمعت رسول الله ﷺ حسنوا القران باصواتهم فان الصوت الحسن يزيد القران حسناً "

(رواہ الدارمی)

یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے اچھی طرح پڑھو قرآن کو ساتھ آوازوں کے اس واسطے کہ خوش آوازی زیادہ کرتی ہے قرآن کی خوبی کو۔

اور ایک روایت بخاری میں اس طرح بھی مذکور ہے:

" قال رسول الله ﷺ ليس منا من لم يتغن بالقران "

یعنی کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ نہیں وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر جو نہ خوش آوازی کرے ساتھ قرآن کے۔

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی قرأت سن رہے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا تو میں ضرور قرأت قرآن

مجید کی خوش الحانی سے کرتا پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ خوش الحانی و ترتیل و تحسین صوت سے قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے اور اس سے کسی سلف صالحین نے انکار نہیں کیا اور جو خوش الحانی اقتضاء طبیعت سے صادر نہ ہو بلکہ اظہار اس کا بناوٹ اور مطابق قواعد الحان موسیقی اور حرفوں اور شدوں اور مدوں میں کمی اور زیادتی پیدا ہو جائے تو ایسی خوش الحانی حرام اور مکروہ نزدیک سلف صالحین کے ہے چنانچہ شرح منیر الکبیر میں امام سرخسی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

" انہ کان ﷺ یکرہ رفع الصوت عند القراۃ والوعظ الخ "

اور مشکوۃ شریف میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پڑھو قرآن مجید کو مطابق الحان عرب کے اور ان کی آواز کے اور بچو تم طور اہل عشق اور اہل کتاب کے سے کیونکہ وہ بطور موسیقی کے پڑھتے ہیں اور آئے گا وہ زمانہ کہ وہ قرآن پڑھیں گے او پر طریقہ نوحہ اور راگ کے نہیں جائیگا ان کے حلقوں میں نہ تجاوز کرے۔

**سوال:** امام اور مؤذن کو اجتماع اہل محلہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا جائز ہے یا حرام ہے

**جواب:** انتظاری کرنا بعد اجتماع محلہ کے نماز میں امراء وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شریر اور فسادی ہو تو دفع شرارت کے لئے فقہاء نے انتظاری کرنا جائز لکھا ہے، وہو ہذا:

" لاینتظر الامام والمؤذن احدا بعینہ بعد اجتماع اہل المحلۃ الا ان یکون شریراً وفی الوقت سعۃ فیعذر الخ لا ینتظر لرئیس المحلۃ لان فیہ ریاۃ وایذاۃ " فقط

(نقل از جامع الرموز و کبیرہ و قنیہ و شرح منیہ و فتاوی جامع الفوائد ص ۳۳)

**سوال:** نماز تراویح میں اگر امام نابالغ ہو تو بالغ اس کی اقتداء کریں یا نہ؟

**جواب:** اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء نہ کریں اور اسی پر فتوی ہے۔ فقط۔

(نقل از مذہب الصلوۃ و خزانہ و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۳)

**سوال:** اگر کوئی شخص فرض عشاء کے پڑھ چکا ہو۔ پھر نماز تراویح امام کے ساتھ پڑھے یا نہ؟

بقلم خود عمر الدین ولد حاجی نظام الدین فنحر یحان

**جواب:** بے شک اس مسئلہ میں اختلاف ہے، لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جماعت تراویح و وتروں میں اس کو شریک ہو جانا صورت بالا میں جائز ہے چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے:

" اذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لا یتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل مع التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ "

ہکذا فی فتاوی سعدیہ صفحہ ۹۷ اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے

ہوں تو وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے، ہکذا فی الحواشی لیکن قول اول بہت صحیح ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

**سوال :** کسی شخص نے نماز تراویح پڑھ لی ہو یا کچھ امام کے ساتھ پڑھی ہو تو پھر وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

**جواب :** بے شک اس کو ہر صورت میں امام کے ساتھ وتر پڑھنے جائز ہیں چنانچہ فتاویٰ قنیہ وابوالمکارم وفتاویٰ عالمگیر میں لکھا ہے:

"واذا صلى معه شيئاً من التراويح او لم يترك شيئاً منها او صلياً مع غيره له ان يصلى الوتر معهم هو الصحيح"

(نقل فتاوی سعدیہ صفحہ ۲۰ و جامع الفوائد صفحہ ۲۲)

**سوال :** دیوار یا صحن یا سقف مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں۔

**جواب :** اس میں اختلاف ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نہ کیا جائے کیونکہ مسجد جائے ادب وقف برائے نماز۔ ہکذا فی فتاویٰ سعدیہ ص ۱۸۔

**سوال :** تیمم کتنی ضرب ہیں۔ حدیث سے جواب دو؟

**جواب :** دو ضربیں ہیں۔ ایک ہاتھوں کے لئے اور ایک منہ کے لئے جیسا کہ دار قطنی وطبرانی میں حدیث مذکور ہے۔

"انه عليه الصلوة والسلام قال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب واسطے منہ کے اور ایک واسطے ہاتھوں کے کہنیوں تک فقط۔

**سوال :** علمائے دیوبند کے عقائد کیا ہیں ان کی کتابوں کی بعینہ عبارت تحریر کریں تاکہ ناظرین کو یقین آ جائے؟

**جواب :** ان کے اکثر عقائد تاریخ وہابیہ دیوبندیہ وکوکبہ شہابیہ وحسام الحرمین وغیرہ رسالوں میں درج ہیں اور ان کے ایمان وغیرہ پر علمائے دین مکہ معظمہ کی مواہیر بھی لگی ہوئی ہیں لیکن مختصر طور پر فقیر بھی ان کے عقائد باطلہ کو نمبروار انہی تصنیفات سے بعینہ عبارت درج کر دیتا ہے، وہو ہذا:

**عقیدہ نمبر ۱ :** شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔

(بحوالہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

**عقیدہ نمبر ۲ :** شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت مان کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسعت علم ماننے والے کو یوں کہنا کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(بحوالہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

**عقیدہ نمبر ۳:** بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(ماخوذ از کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

**عقیدہ نمبر ۴:** بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(صفحہ ۳ تحذیر الناس قاسم نانوتوی)

**عقیدہ نمبر ۵:** عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(کتاب ایضاً صفحہ ۲۳)

**عقیدہ نمبر ۶:** عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے حنبلی مذہب تھا ان کے مقتدی اچھے ہیں اور علاوہ ان کے اور بہت سے عقائد ہیں مثلاً مجلس میلاد مبارک حضور سید عالم ﷺ جنم کنھیا کا سوانگ ہے۔

(براہین قاطعہ صفحہ ۲۶)

وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے۔

(براہین صفحہ ۴)

جس کو ایک وقت کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس سے حج ساقط ہے۔

(براہین صفحہ ۳ سطر ۱۹)

دیکی کوا حلال ہے خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

(براہین صفحہ ۲۰ مطبوعہ بلالی ۱۳۰۳ھ (رمضان کو چھپی ہے)

**نوٹ:** باقی عقائد فرقہ غیر مقلدین کے مع جوابات ان شاء اللہ جلد چہارم میں بیان ہوں گے۔

**سوال:** مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھتا ہے کہ ہم عبدالوہاب نجدی کے پیرو نہیں بلکہ بعض افراد بھائی ہمارے اس کی بود و باش سے بھی ناواقف ہیں اور یہ محض ان کا جھوٹ اور دل آزاری کا سبب ہے۔

**جواب:** بے شک یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے کیونکہ ان کے عقائد اور ان کے عقائد مساوی ہیں۔ بلکہ بہت سے عقائد ان سے بڑھ کر نوبت کفر تک پہنچ چکے ہیں جن کا ذکر مفصل فقیر نے سیف النعمان علی اہل الطغیان میں نمبر وار تحریر کر دیا ہے اور یہاں صرف بطور نمونہ ابن عبدالوہاب کے رسالہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے تا کہ ناظرین خود اس پر قیاس کر لیں اور سمجھ لیں کہ کون لوگ ان کے پیرو ہیں، وہو ہذا!

"فمن اعتقد انہ اذا ذکر نبی فیطلع ہو علیہ صار مشرکا وہذا الاعتقاد شرک سواء کان مع

سی یوولی او ملک او جنی او صنم اووھن وسواء کان یعتقد حصوله بذاته او باعلام الله تعالی بای طریق کان یصیر مشرکاً و من اعتقد النبی وغیرہ ولیه و شفیعه فهو ابوجهل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزی واما اللاحقون محمد و علی وعبدالقادر ولم یقل فی حاجته یاالله وقال یا محمد وان اعتقد عبداً غیر متصرف فی الکل صار مشرکا کفاک قدوة فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیه وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاهده و مساجد وآثاره وقبره ولی وسائر الاوثان شرک اکبر —— الخ"

(نقل از عجالہ صفحہ ۔۔)

یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن یا بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے الغرض جس طریقہ سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے۔ لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے اور تجھ سے اس بات میں ہمارے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کی قبر مشاہدہ اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی کی طرف سفر کو جانا شرک اکبر ہے، فقط۔

پس ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کیا اس فرقہ غیر مقلدین وہابیہ مسمی اہلحدیث کے عقائد نہیں۔ کیا یہ باتیں تقویۃ الایمان وصراط مستقیم واصول زندگی ومترجم قرآن مجید وحید الزمان وخود رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ امرتسری میں تحریر نہیں۔ پھر کیا ہم لوگ ان کو عبدالوہاب نجدی کے متبع اور پیرو نہیں کہہ سکتے اور فقیر نے جو کچھ ان کی کتابوں میں بنظر غور وانصاف دیکھا ہے حلفاً کہتا ہے کہ یہ لوگ دائرہ اہلسنت والجماعت کیا بلکہ دائرہ اسلام سے بھی خارج سمجھے جا سکتے ہیں اور اس جگہ ان کی کتابوں سے بطور نمونہ چند عبارتیں بعینہٖ نقل کی جاتی ہیں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے، وھو ہذا:

**عقیدہ کفریہ نمبر ۱:** ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی اس کو سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں خواہ یہ معاملہ انبیاء واولیاء سے ہو۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۸ سطر ۱۰ تک مصنفہ مولوی اسماعیل شہید)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۲:** جس کا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲ سطر ۔۔)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۳:** خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔

**عقیدہ کفریہ نمبر ۴:** اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا عرش اس کا مکان ہے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور وحید الزمان نے اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں کہ جب وہ کرسی پر قدم رکھتا ہے تو کرسی چر چر کرتی ہے۔

(نقل از الاحتوی علی العرش استوی صفحہ ۳ و ۲، ۲۰ مصنف صدیق حسن بھوپالی و ترجمہ قرآن وحید الزمان آیۃ الکرسی کی حاشیہ پر)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۵:** پس ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے یہ مجلس پر اشراد محل معاصی اجتماع ہو و کید شیطان ہے۔

(فتوی رشید احمد گنگوہی)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۶:** انبیاء واولیا بھوت پری ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۷:** ظلمت بعضہا فوق بعض، زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

(بحلہ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۸۶ مصنفہ مولوی محمد اسماعیل شہید)

**عقیدہ کفریہ نمبر ۸:** اہلحدیث کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں، نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی

(رسالہ اہلحدیث صفحہ ۱۱ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

الغرض ان کے فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اور بھی بہت سے کفریات ان کی کتابوں میں درج ہیں جن کی تردید میں رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ و تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ و فتح المبین وغیرہ بنی ہوئی ہیں اور فقیر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہر ایک جلد میں ان کے کفریات سے برادران اہل سنت والجماعت کو آگاہ کرتا رہے گا اور اس جگہ صرف علمائے دین کا فتویٰ جو ایسے لوگوں پر لگا ہوا ہے خادم شریعت تحریر کر دیتا ہے:

" لا شک فی کفر من یعتقد ان علم النبی ﷺ وعلم الشیطان سواء وکذا بقیۃ المسائل الاربع المحرورۃ فی ھذا الاعلان سوآء کانوا من اھل الدیوبند او غیرھم والی النصح اخوانی المسلمین جمیع انحاء العالم ان یعتزلوا اصحاب ھذہ عقیدۃ الکفریۃ حفظنا اللہ من العقائد الزائفۃ آمین ثم آمین حررۃ الفقیر احمد موسیٰ المصری المتونی امام جامع مسجد کلکتہ"

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی ﷺ اور شیطان کا علم دونوں برابر ہیں اور ایسا ہی حال ہے چاروں مسائل مذکورہ کے اعتقاد کرنے کا، ایسے اعتقاد کرنے والے خواہ دیوبندی ہوں یا کسی دوسرے مقام کے ہوں۔ تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان اعتقاد کفریہ سے احتیاط کریں اور بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان گمراہ عقیدوں سے بچائے، آمین ثم آمین۔

## کتبہ

الفقیر احمد موسی المصری المنوفی امام مسجد جامع کلکتہ فقط

**سوال:** غیر مقلد مؤلف الاحتساب وغیرہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوئی بجہت حفاظ علم حدیث میں ضعیف تھے اور غیر مقلد عبدالکریم اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۳۵،۲۳ میں لکھتا ہے کہ امام اعظم واسماعیل وحماد یہ سب کے سب مرجیہ اور لاعلم تھے صرف ستہ ۵ حدیثیں جانتے تھے اور صاحب صحاح ستہ ان سے کئی کروڑ ہا درجہ ہر فن میں زیادہ تھے اگر یہ محدث ہوتے تو ان کا صحاح ستہ میں کہیں ذکر ہوتا بلکہ ان کو امام بخاری ونسائی وخطیب بغدادی ضعیف اور مرجیہ اور فسادی لکھتے ہیں۔ یہ بات کس طرح پر ہے جواب دو؟

**جواب:** ان لوگوں کے دلوں میں ابتداء سے یہ مرض تعصب چلا آیا ہے اور اس مرض ملعونہ کے علاج کرنے سے بقراط وجالینوس جیسے حکما بھی عاجز ہو چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے:

خدایا مفتری را روسیاہ کن    زقہر قہروان خود تباہ کن

میرے صاحبان فقیر نے جلد دوم سلطان الفقہ میں ان تمام اعتراضوں کے جواب مفصل تحریر کر دیے ہیں اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ واقعی امام صاحب کا صحاح ستہ میں نام درج ہے لیکن متعصبین نے نکال دیا ہے اور یہاں صرف بطور نمونہ نقشہ تحریر کیا جاتا ہے اور جس قدر محدثین دنیا میں امام صاحب کے زمانہ سے لے کر اب تک گزرے ہیں سب کے سب بواسطہ یا بلا واسطہ امام صاحب کے شاگرد ٹھہرتے ہیں اور اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو پھر نزدیک قواعد واصول محدثین کے سب کے سب ضعیف ہوں گے۔ وہ نقشہ یہ ہے، یاد رکھو:

(نقل از کتاب الحجاء صفحہ ۱۱)

# نقشہ تلامذہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اب حضرات غیر مقلدین کو چاہئے کہ بخاری ومسلم ونسائی ودارقطنی وغیرہ محدثین کی کتابوں کو چھوڑ دیں کیونکہ جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث واصحاب الرائے وبعض الناس محروم ومحجوب آپ کے منہ سے کہلائیں تو پھر یہ کتابیں کس

طرح صحیح مانی جائیں کیونکہ ان کتابوں کے مؤلف جب کہ سب کے سب امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد وقدم بقدم ہوکر چلے آتے ہیں پس جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث ہیں تو یہ ضعف تمام محدثین میں پیدا ہوگیا وہ خواہ بخاری ومسلم ونسائی ودار قطنی وبیہقی وابن ابی شیبہ وطبرانی وغیرہ ہوں۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے راستے پر آ خدا کو مان کر

زبیر بن بکار نضر بن شمیل **ابو حنیفہ** رحمۃ اللہ علیہ فضیل عیاض حمیدی مکی

امام بخاری ومسلم امام بخاری **فقیہ حافظ حدیث**

عبدان حافظ عبداللہ بن مبارک متولد ۸۰ھ متوفی ۱۵۰ھ ابوداؤد میالسی بندار حافظ محمد بن بشار

ابوالقاسم طبرانی

ابی سلیم لیث سفیان بن عیینہ

شعبہ

معمر بصری حمید ابوبکر عبداللہ مکی

آدم بن ابی ایاس

نسائی احمد خراسانی محمد بن الرشی بصری امام بخاری حافظ ذہبی

ابن انسی ابوبکر امام بخاری

طبرانی

امام بخاری

میرے پیارے ناظرین اس فرقہ وہابیہ اہلحدیث سے بچیں یہ فرقہ وہ ہے جس کی خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

بایں طور فرمائی ہے:

"لعن آخر هذه الامة اولها"

یعنی اسی امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے اور فرمایا:

"یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم واباؤکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"

(رواہ مسلم)

یعنی آخر زمانہ میں فریبی اور مکار اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس حدیثیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی اور تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے ایسا نہ ہو کہ کہیں تم کو گمراہ کردیں اور فتنہ میں ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ ائمہ مجتہدین پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں اور تمام فقہاء حنفیہ کو کافر اور مشرک اور بدعتی کہتے رہتے ہیں دیکھو بوے غسلین وظفر المبین وغیرہ اور باقی نقشہ ان شاء اللہ جلد چہارم میں درج کیا جائے گا، فقط۔

**سوال:** حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور نزدیک حکماء کے اس میں کیا نقصان ہے یا نہیں؟۔

**جواب:** اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی اور خادم شریعت کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی حرمت پر صاحب الفتن نے بہت دلائل لکھے ہیں، وہو ہذا:

"الدخان حرام مطلقاً وعليه الفتوى ولا يجوز استعماله مطلقاً ..... الخ"

(نقل از واقعات الحسامی)

دھواں حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کا استعمال کرنا بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

اور صاحب درمختار کتاب الاشربہ وصاحب غایۃ الاوطار صفحہ ۲۶۸ میں بایں طور لکھا ہے:

"قال شيخنا النجم والتتن الذى حدث وكان حدوثه بدمشق سنة خمسة عشر بعد الالف يدعى شاربه انه لا يسكر وان سلم له وانه مفتر وهو حرام بحديث احمد عن ام سلمة قالت نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر و مفتر قال وليس من الكبائر تناوله المرة والمرتين ومع نهى ولى الامر عنه حرام قطعا على استعماله ربما اضربا بالبدن نعم الاضرار عليه كبيرة كبائر الصغائر"

کہا ہمارے استاذ نجم شافعی نے کہ تمباکو جو نئی پیدائش ہے اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری کے بعد ہوئی اس کے پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیا جائے تو البتہ وہ مفتر ہے اگر چہ عقل کو

زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر وضعیف کرتا ہے اور جو چیز مضر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہر مسکر و مفتر یعنی نشہ لانے والی اور سست کرنے والی چیز سے لہٰذا ثابت ہوا کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ اس کے یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ ہو جاتا ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے۔ ہر چند یہ کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن با اجتماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸۰ اور جلد سوم صفحہ ۲۳۲ میں بھی اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے اور حکماء نے بھی اس کو مضر لکھا ہے چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۱۸ میں بایں طور مسطور ہے:

" قال افلاطون لو لا الغبار والطين والدخان لعاش الناس دهراً طويلاً وقال جالينوس اجتنبوا عن ثلاث الدخان والطين والغبار الخ وقال حكيم ابو على سينا لو لا الدخان والطين والغبار لعاش ابن ادم الف عام فثبت باجماع الحكماء انه مضر والمضر حرام - الخ "

بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے لقولہ علیہ السلام:

" الحلال بين والحرام بين و بين ذلك مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات "

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہیں اور حرام بھی ظاہر ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا اس کا دین۔

اور حدیث میں ہے کہ:

" دع ما يريبك الى ما لا يريبك "

یعنی فرمایا آپ نے کہ چھوڑ دو اس چیز کو جو تم کو شک میں ڈالے اور عمل کرو اس چیز پر جس میں یقین ہو شک وشبہ نہ ہو۔

﴿ ان اكرمكم عند الله اتقكم ﴾

یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار آدمی بہتر ہے۔

﴿ وانّ الله يحبّ المتقين ﴾

" بر رسولاں بلاغ باشد و بس " باقی ذکر اس کا جلد دوم میں گزر چکا ہے اگر کسی صاحب کو زیادہ دلائل دیکھنے کی ضرورت ہو تو فتاویٰ جامع الفوائد و رسالہ الفقن کو مطالعہ کرے فقط۔

**سوال:** مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجدد زماں نہیں مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں؟

**جواب:** مرزا صاحب مذکور کو ہرگز مجدد زماں نہیں مانا جا سکتا کیونکہ مجدد کے لئے چند شرائط مقرر اور متعین ہیں چنانچہ کتاب مجالس الابرار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے جس کی لیاقت علمیت و بزرگی کو علمائے وقت تسلیم کریں نہ یہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کی طرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعویٰ کرے اور کہلائے اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں دیکھو اس کی عبارت عربی جو یہاں بطور نمونہ مشتے از خروارے تحریر کر دی جاتی ہے جس پر ادنیٰ لیاقت والے طالب علم بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہنسی اڑاتے ہیں اور مرزا صاحب کی چند تصانیف سے کتاب اعجاز المسیح کی چند غلطیاں پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کر دی ہیں:

"وانی سمیته اعجاز المسیح وقد طبع(۱) فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یوماً شهر الصیام و کان من الهجرة ۱۳۱۸ ومن شهر النصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورد اسپور"

اب ناظرین انصاف فرمادیں کیا یہ عبارت صحیح ہے کیا مہینہ رمضان شریف ستر ۷۰ دن کا بھی ہوتا ہے اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس جگہ بھی کچھ تاویل کریں گے حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اور غلطی دوم ضلع گورداسپور کی بجائے غورداسفور ہونا چاہیے غلطی سوم باہتمام الحکیم فضل الدین بعد التعریب فضل الدین، غلطی چہارم صفحہ ۲ من کل نوع الجناح، نوع للجناح کیونکہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے اور وہ یہاں پر مقصود نہیں۔ غلطی صفحہ ۳، کل امرهم علی التقوی، اس مقام پر کل امر لهم ہونا چاہئے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے۔ غلطی صفحہ ۴، فلا ایمان له او یضیع ایمانه، دو دفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بے قاعدہ اور خلاف محاورۂ عرب ہے۔ غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید و احادیث شریف کی گئی ہے جس کو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں صفحہ ۷ تا ۸۱ قلمبند کر دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا۔

اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے رکھتا ہے اور اقوال و افعال اس کے ہرگز برخلاف شریعت کے نہیں ہوتے اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفتیں موجود نہ تھیں نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت و فارغ البالی و مرفہ الحالی حج کیا اور نہ ہی پتلی روٹی گیہوں کی کھانے سے تین روز متواتر باز رہے اور نہ ہی فرش چمڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا اور نہ ہی مرزا صاحب نے کباب اور زردے اور پلاؤ کھانے سے منہ

(۱) طبع کی ضمیر راجع طرف قصیدہ کے ہے اور قصیدہ مونث ہے لہذا طبعت ہونا چاہئے تھا اور قد طبع فی سبعین یوماً کی جائے صفت کا لفظ زائد ہونا چاہئے تھا تا کہ معنی صحیح ہو جائے۔ خادم شریعت۔

پھیرا اور نہ ہی جھوٹے الہام بیان کرنے سے زبان کو روکا اور نہ نبیوں کی توہین کرنے سے قلم بند کیا، اور نہ ہی ۳۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے شرم کی اور نہ ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اور اجماع امت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو تھاما۔

تیسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہو چکے ہوں اور ان کو وہ اپنی ایمانی طاقت اور استقامت اور حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی بیخ قائم کی چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ملکوں میں تقسیم کیں، حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے اور علاوہ اس کے اپنے آپ کو خدا کہلانا اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیسا کہ کتاب البریہ و حقیقت الوحی و دافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے علاوہ اس کے خود مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن جی کا بھی ہے۔ جس کی تعلیم شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر پیر بخش صاحب نے بایں طور ابیات نقل کئے ہیں:

## ابیات

| | |
|---|---|
| من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام | تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام |
| منم ہر چہ ہستم خدا از من است | فنا از من است و بقا از من است |
| باشجار پیپل بدانی مرا | برگہائے تا رو بدانی مرا |
| اگر گوش داری چناں میشوی | خدائے شوی و خدائے شوی |

## تناسخ

| | |
|---|---|
| ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند | بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند |
| گرفتار زندان آمد شد اند | ز بیدانشی خصم جان خود اند |

اب ناظرین مرزا صاحب کے کلمات اور بھی بغور و ہوش دیکھئے اور سنیے اور انصاف فرمائیے، وہو ہذا:

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔''

(ملخصہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ [illegible])

اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی و شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور

اسی حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی، پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور ﴿ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ﴾ پھر میں نے کہا، اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا:

"ارادت ان استخلف فخلقت ادم . انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

(من عنہ کتاب البریہ صفحہ ۹۷ سطر ۳ سے ۹ تک)

اور آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا ہے کہ امام مہدی وعیسیٰ مسیح میں ہوں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں اور جو لوگ ان کو زندہ ہونا آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل اور احمق اور نادان ہیں قرآن مجید اور احادیث کو غور سے نہیں سمجھتے اور جب ان کو پوچھا جائے کہ اس کے آسمان سے اترنے اور جانے کا کیا ثبوت ہے تو پھر نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث۔(۱)

پناہ بخدا۔ میرے صاحبان دیکھو مرزا صاحب کا کس قدر جھوٹ بولنا ثابت ہے، حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل عالم بے بدل مدظلہ العالی لاہور میں خود بحث کرنے کے لئے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے اور مرزا صاحب بھاگ گئے اور ایسا ہی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگتے رہے۔ آخر الامر اس کے دعویٰ کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی وشمس الہدایت تیار ہوئیں اور اسی طرح ہزارہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں اور خاص کر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کی طرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے جس کے جواب دینے میں مرزا صاحب اور مرزا کے پیرو لا نسلم کا سبق پڑھ کر لاجواب ہو گئے اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ، آفتاب راچہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور متبعین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو

(۱) خادم شریعت نے بیس حدیثیں اور دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بوقت مناظرہ جھوک بوسن علاقہ ملتان مثل مناظر وقادیانی کے پیش کیں اور اس کو لاجواب کیا اور اس علاقہ سے ان کا تخم اڑا دیا اور جدید طبع رسالہ قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی کو ملاحظہ کریں جو خادم شریعت کا بنا ہوا ہے۔ خادم شریعت

بیس ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعویٰ پر ارقام فرمایا ہے۔ براہ مہربانی بھیجئے یعنی آرڈر روانہ فرمایا جائے اور اپنی تحریر مطالب کے مطابق جواب ملاحظہ کرلیں مطالبہ یہ ہے:

"اگر اسلامی تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔

(من عنہ کتاب البریہ)

اور صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے" کہ جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول"۔

(من عنہ)

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب تو سمجھ لیا ہوگا کہ جو بعض حدیثوں میں صرف نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے۔ یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بھی بولا جاتا ہے اور یہ عام محاورہ ہے نزول من السماء اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اس کا ثبوت نہیں اور اگر کوئی شخص دکھا دے تو اس کو بیس ہزار علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا۔

میرے صاحبان ذرا انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کیا ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو میرزائی صاحبان سے تحریر شدہ تاوان لے دیں اور اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لو یہ کذاب ہیں اور نہ ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں اور وہ دلائل یہ ہیں:

**حدیث نمبر ۱:** "قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ"

(نقل از تفسیر در منثور و سیف صفحہ ۲۷)

یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے مخاصمین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا، وہ تمہاری طرف آنے والا ہے قیامت سے پہلے لو اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث بھی صحیح ہے۔

**حدیث نمبر ۲:** "روی اسحق بن بشیر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء"

(نقل از کنز العمال)

یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے)۔

**حدیث نمبر ۳:** "فانه لم یمت الی الآن بل رفعه الله الی هذا السمآء روی ابن جریر وابن حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی ﷺ الی ان قال الستم تعلمون ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیه الفناء"

(نقل از مسند ...)

یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ پر موت آئے گی۔

**حدیث نمبر ۴:** "عن عبدالله بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول الله ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً"

(نقل از مشکوٰۃ)

یعنی فرمایا کہ دفن ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر و عمر کے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

**حدیث نمبر ۵:** "عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم"

(رواہ بیہقی فی کتاب الاسماء والصفات)

ناظرین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۲ و ۵ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں۔ اب مہربانی فرما کر میرزائی صاحبان کو لازم ہے کہ ایفائے عہد کریں، یا مرزا صاحب کی اتباع سے توبہ کریں اور علاوہ اس کے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں، کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید واحادیث شریف واجماع مسلمین ائمہ دین مجتہدین ومجددین کے ہیں یا نہیں وھو ہذا:

"انت منی بمنزلة اولادی انت منی وانا منک"

(نقل از کتاب دافع البلاء و معیار اهل الاصطفاء)

"انت منی وانا منک"

حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ اور معنی ان کے یوں کئے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

* ناظرین! کیا مرزا صاحب کا یہ کہنا سچ ہے ہرگز نہیں یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف خود اس کی تردید کرتا ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾

﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا الخ﴾

﴿اَلَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ﴾

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے، یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا خود خدا بنے یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے، سو وہ ظالم لعنتی اور دوزخی ہے۔

اور دیکھو مرزا صاحب نے جو اشتہار بہ نسبت موت لیکھرام ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳، ۳۴ میں دیا تھا لکھا ہے قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ میں بایں طور لکھا ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف نجار (یعنی یوسف ترکھان) کا بیٹا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے۔

میرے صاحبان انصاف فرمایئے جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت حضور ﷺ مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں بقول شخصے (سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی)۔

الغرض مرزا صاحب کسی صورت میں بھی مجدد نہیں ہو سکتے اور باقی ذکر جلد چہارم میں ملاحظہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆

# بحث شیعہ

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) آل کے معنی کیا ہیں اور آیت تطہیر میں ازواج نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہیں یا خارج، کیونکہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بیبیاں اس سے خارج ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اس کو امام نہیں مانتے۔ جواب دیں؟

راقم بہادر شاہ ولد مہر شاہ نہنہ کلیان ڈاکخانہ حافظ آباد

**جواب:** اہل بیت کے معنی ہیں گھر کے رہنے والے اور اس کا اطلاق چند معنوں کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے۔ کبھی تو اہل قرابت کو اہل بولتے ہیں، یعنی وہ اقربا، آپ کی ذات ﷺ کے جن کو مال زکوٰۃ لینا حرام ہے جیسے آل نبی ہاشم، آل حضرت عباس، آل علی رضی اللہ عنہ، آل جعفر رضی اللہ عنہ اور کبھی اس کا اطلاق آل وعیال پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات واولاد اور بیت بھی تین قسم ہوتے ہیں۔ بیت نسب و بیت سکنیٰ مثل ازواج مطہرات اور بیت ولادت مثل حضرت خاتون جنت وحسنین علیہم السلام۔

**جواب سوال نمبر دوم:** اہل بیت کو تطہیر سے یعنی ازواج مطہرات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خارج کرنا اور سمجھنا نہایت برا ہے کیونکہ سیاق وسباق آیت شریف اسی بات پر شاہد ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل جلد سوم میں آیت تطہیر کے ذیل میں لکھا ہے:

"واراد باهل البيت نسآء النبی ﷺ لانهن فی بيته وهو رواية سعيد بن جبير عن بن عباس رضی الله عنهم"

یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب کی بیبیوں کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اس کے گھر میں ہیں اور یہ راوی بہت معتمد ہے۔

"وعن ام سلمة رضی الله عنها قالت فی بيتی نزلت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت الآية، قالت فارسل رسول الله ﷺ الی فاطمة وعلی والحسن والحسين فقال هؤلاء اهل بيتی قالت فقلت يارسول الله ﷺ اما انا من اهل البيت قال نعم"

یعنی کہا مائی ام سلمہ زوجہ مخبر صادق ﷺ نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی پھر آپ نے حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرما کر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں اور بطور استفہام کے میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا آپ نے ہاں۔

ایسا ہی تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر میں ہے اور صاحب تفسیر بیضاوی نے جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے:

" وتخصيص اهل الشيعة ان اهل البيت علي وفاطمة وابناهما وهذا التخصيص لا يناسب ما قبل الآيات وما بعدها "

یعنی تخصیص جو شیعہ لوگ کرتے ہیں کہ اہل بیت صرف چار حضرات ہیں سو یہ ان کا کہنا غیر مناسب اور قواعد کے برخلاف ہے کیونکہ ماقبل اور مابعد آیت شریف کے ازواج مطہرات کا ذکر ہے اور درمیان جملہ سے بیبیوں کا نکال دینا کون سا قاعدہ ہے۔

اور ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر میں حدیث عمر بن ابی سلمہ سے باسناد صحیح بایں معنی مذکور ہے کہ عمر بن ابی سلمہ کہتا ہے کہ آپ کی ذات پر یہ آیت تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی پھر آپ نے چار شرفا کو بلا کر چادر کے نیچے کیا اور ان کے لئے دعا مانگی اور علاوہ اس کے خود قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے، دیکھو سورۂ ہود میں:

﴿ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾

سبحان اللہ جب یہاں اہل بیت سے مراد حضرت خلیل کی بیوی سارہ ہے تو آپ کی بیبیوں کو کس قانون سے اہل بیت سے خارج سمجھا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ یہ محض اہل شیعہ کا تعصب اور عناد ہے ورنہ کیوں آیت تطہیر سے نکالتے کیا بوقت نزول آیت ازواج موجود نہ تھیں یا آپ کے گھر میں نہ رہتی تھی جواب دیں۔

اور جو حدیث زید بن ارقم سے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں موجود ہے اس کے جواب علمائے دین و محققین نے کئی طرح سے دیے ہیں اول تو زید بن ارقم مجتہد نہیں اور دوسرا نہ ہی کوئی فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے اور تیسرا یہ صرف اپنی رائے بیان کی ہے جو اکثر مفسرین مجتہدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل برخلاف ہے اور صاحب تفسیر حسینی کی تحریر اخیر کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے، پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا نزول دربارہ حق ازواج مطہرات خصوصاً ہے اور دربارۂ اولاد دہر چہار معصوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً اور نص جلی بھی اسی پر شاہد ہے اور باقی اس میں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو مرد میدان ہو کر آئے اور بیان کرے یا دلائل تحریر کرے فقیر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہر حال جواب دینے پر تیار ہے۔

**جواب سوال سوم:** امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور صاحب ورع تھے جن کے حق میں بڑے بڑے علمائے دین نے قصائد و مناقب لکھے ہیں اور ان کے ذریعہ تمام بلاد روشن ہوئے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و عبد اللہ بن مبارک سے چند ابیات بطور نمونہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

# ابیات

لقد زان البلاد ومن علیها    امام المسلمین ابوحنیفه
باحکام واثار وفقه    کآیات الزبور علی الصحیفة
امام صار فی الاسلام نوراً    امینا للرسول وللخلیفه
فما فی المشرقین له نظیر    ولا فی المغربین ولا بکوفه
بان الناس فی فقه عیالٌ    علی فقه الامام ابی حنیفه
فلعنة ربنا اعداد رملٍ    علی من رد قول ابی حنیفه

یعنی ایک روز کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ امام صاحب کا ذکر مبارک آ گیا سو اصحاب نے امام صاحب کے مناقب پوچھے، سو ان کے شان میں مذکورہ بالا ابیات بیان کئے اور ان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

یعنی بے شک زینت دے دی شہروں کو اور جو اس پر ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور آیات اور احادیث وفقہ اسلام میں نائب اور امین رسول اللہ ﷺ کے ہیں او ان کی برابری کا کوئی آدمی مشرقین اور مغربین میں نہیں ہے اور علم فقہ میں لوگ ان کے اہل وعیال ہیں۔ پس ہمارے رب کی لعنت بعدا و ذرات ریت اس شخص پر ہو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کرے۔

بر بلنداں سخن بسوئے خود است    تف بسوئے فلک بروئے خود است

ناظرین! یہ لوگ کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ جان بوجھ کر خواہ مخواہ ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو نہیں دیکھتے ہیں تاکہ ان کو خود پتہ لگ جائے اور معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں کی کیا شان تھی اور ہم کیا بک رہے ہیں۔ لو صاحب فقیر یہاں پر مختصر طور پر کچھ فضائل ان کی کتابوں سے ہی تحریر کر دیتا ہے وہو ہذا:

شیعہ محاسن برقی صاحب نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام موصوف نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہ:

"می بینم ترا کہ تو زندہ خواہی کرد سنت جد را بعد متروک شدن آں و ہدایت خواہی کرد مردم را خدا مددگار تو باد"

روی ابوالمحاسن بن علی باسناد " عن ابی البختری قال دخل ابوحنیفة علی ابی عبداللہ

علیہ السلام فلما نظر الیہ الصادق قال کان النظر الیک وانت تحیی سنت جدی"۔

(نقل از شرح تجرید ابن مطہر و بحر الدمی)

یعنی جب کہ داخل ہوئے ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام پر جب نگاہ کی امام نے طرف اس کی فرمایا میں تجھ کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے جد کی سنت کو زندہ کرے گا بعد مٹ جانے اس کے اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بادشاہ منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی گزر ہوا موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ سے کہا" **ھذا العالم الدنیا الیوم** "اور کتاب حقائق الحق بحث خامس مطلب ثانی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور کتاب شیعہ منہج الکرامۃ نہج الحق سے بدالدجی نے نقل کیا ہے کہ سند فتویٰ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد باقر و زید شہید و امام جعفر علیہ السلام سے حاصل کی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کے چاروں طرف جمع تھے اور مسائل پوچھ رہے تھے اور آپ ہر ایک کو جواب بالصواب دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے سر پر امام جعفر صادق علیہ السلام آ کھڑے ہوئے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر کہا یا ابن رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ سے پہلے آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تاکہ نہ دیکھتا اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹھا ہوا اور آپ کھڑے رہیں اور کہا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ اے ابوحنیفہ، لوگوں کو جواب دو، کیونکہ میں نے دیکھا ہے اس شغل میں اپنے باپوں کو۔

(نقل از تکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۳۴)

پس اب اہل شیعہ کو آب شرم میں ڈوب مرنا چاہئے اور آئندہ کسی بزرگ پر لعن طعن کرنے کے لئے زبان دراز نہیں ہونا چاہئے اور باقی ذکر فضائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان شاء اللہ جلد چہارم میں ہوگا۔

**سوال :** متعہ کرنا جائز ہے یا حرام شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ کتب فریقین میں اس کا ثبوت ہے۔ اس کا جواب کتب شیعہ سے دو؟

**جواب :** متعہ کرنا ہر دو کتب فریقین میں لکھا ہے کہ حرام ہے۔ یہ صرف ان کے مطالعہ کا قصور ہے اور دل میں فرقہ وہابیہ کی طرح رائی بھر انصاف نہیں، دیکھو کتاب " **معتبر شیعہ من لایحضر الفقیہ ( کتاب النکاح باب المتعۃ)** " سے صاحب اظہار الہدیٰ نے صفحہ ۲۳۴ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے:

" **عن ابی عبداللہ سئل فی الرجل یتزوج باکرۃ متعۃ قال الباکرۃ العیب الی اھلہا** "

**نوٹ:** شیعوں کے امام زماں علامہ حائری لاہوری نے اپنے فتاویٰ جلد ہفتم صفحہ ۲۸ میں صاف تحریر کر دیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے پس پھر ہم لوگوں ان کی اتباع کرتے کیا عیب ہے۔ خادم شریعت

یعنی باکرہ سے متعہ کرنا خاندان اس کے کو بٹہ لگانا ہے اور ایسا ہی کتاب شیعہ استبصار باب تحلیل المتعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حرام کیا رسول خدا ﷺ نے گوشت گھر کے گدھے و نکاح متعہ کو اور کتاب شیعہ محاسن برقی میں بایں طور لکھا ہے:

"قال لابن عباس انک رجل تائه ان رسول الله ﷺ نهى عن المتعة"

یعنی فرمایا امیر المومنین نے واسطے ابن عباس کے کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے بے شک حضور علیہ السلام نے منع کردیا متعہ سے الخ

اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ الخ ﴾

یعنی جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا وہ جو ملکیت میں ہے ان کی اگر ان کے سوا کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔ پس اب شیعان پاک کو چاہئے کہ اس آیت کو ناسخ فما استمتعتم کا تصور کریں اور یہ بھی سوچیں کہ متعہ حکم نکاح کا کس طرح رکھ سکتا ہے اور حفاظت شرمگاہ اس میں کس طرح ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ زنا ہے نکاح نہیں نکاح کی چند شرطیں ذیل میں درج ہیں جو متعہ میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔

**اول:** منکوحہ عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ وارث ترکہ ہوتی ہے۔

**دوم:** منکوحہ مطلقہ کو تین حیض عدت گذارنی پڑتی ہے۔

**سوم:** منکوحہ پر لعان و ظہار وایلاء وطلاق واقع ہوسکتی ہے۔

**چہارم:** منکوحہ ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔

**پنجم:** منکوحہ پر زوج کے حقوق، حفاظت مال لازم ہوتی ہے اور اسی طرح مرد پر زوجہ کے حقوق ہوتے ہیں۔

غرضیکہ نکاح میں بہت شرائط قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور متعہ اور زنا میں رائی بھر فرق نہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل ذکر جلد چہارم میں تحریر کیا جائے گا۔ فقط۔



# چند سوالات ایک مرزائی کے مع جوابات

ایک دن کا ذکر ہے کہ فقیر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۹ء کو علاقہ لائلپور موضع میترانوالی میں اپنے رفیقوں کے ملنے کی خاطر گیا اور رفیقوں میں سے ایک رفیق مسمی عبدالحکیم عطار نے مفصلہ ذیل اعتراضات تحریر شدہ فقیر کے سامنے پیش کردیے اور کہا یہ تمام اعتراض ایک مرزائی نے بندہ کی طرف تحریر کئے ہیں اور کہتا ہے کہ ان اعتراضوں کے جوابات اب تک کسی حنفی یا شیعہ یا اہل حدیث نے نہیں دیے اور نہ دے سکتے ہیں، لہذا عرض ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ان اعتراضوں کے جوابات تحریر فرمائیں

اور امید قوی ہے کہ آپ ان کے اعتراضوں کے جوابات باالصواب دندان شکن دے سکتے ہیں کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری اور باطنی بذریعہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بے حساب عطا کیا ہوا ہے اور وہ اعتراضات تحریر شدہ یہ ہیں

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

چند سوالات بخدمت علمائے حنفیہ و اہل حدیث و اہل تشیع و مشائخ صوفیہ:

**سوال نمبر ۱:** اللہ تعالیٰ نے مسیح کی پیدائش کی خبر اس کی والدہ کو دی اور محمد ﷺ کی پیدائش کی بشارت ان کی والدہ کو نہیں دی، پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۲:** مسیح کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ صدیقہ ہے۔ مگر محمد ﷺ کی والدہ کو صدیقہ نہیں فرمایا پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۳:** مسیح کی ولادت خرق عادت سے ہوئی اور محمد ﷺ کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۴:** مسیح کا جسم عنصری زمین سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے مگر محمد ﷺ کا اٹھایا جانا ثابت نہیں پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۵:** مسیح کا بغیر خورد و نوش آسمان پر رہنا اور محمد ﷺ کا ایسا نہ ہونا، پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۶،۷:** مسیح نے مردے زندہ کئے اور محمد ﷺ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا، پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۸:** مسیح نے اندھوں کو بینا بنایا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی اندھا بینا نہیں بنایا، پس افضل کون ہوا

**سوال نمبر ۹:** مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ فلاں چیز کھاتے ہو اور اس قدر گھر میں جمع رکھتے ہو۔ مگر محمد ﷺ نے ایسا نہیں بتایا پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۱۰:** محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واستغفر لذنبک" اور فرمایا" ووجدک ضالاً فھدیٰ" اور مسیح کو فرمایا "وجیھا فی الدنیا والآخرۃ" پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۱۱:** مسیح اب تک زندہ ہے اور محمد ﷺ فوت ہو گئے پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۱۲:** مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن شریف میں نہیں اور محمد ﷺ مرے پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۱۳:** مسیح لوگوں کو ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے محمد ﷺ نہیں آئیں گے پس افضل کون ہوا؟

**سوال نمبر ۱۴:** مسیح دجال کے لئے اترے گا اور دجال کو پامال کرے گا اور صلیب توڑے گا اور محمد ﷺ نہ دجال کے لئے آویں گے نہ دجال پامال کریں گے نہ صلیب کو توڑیں گے پس افضل کون ہوا، ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے؟

بقلم اللہ داد احمدی

**نوٹ:** ان تمام اعتراضوں کے جواب تحریر کرنے کے واسطے اس جلد میں گنجائش نہیں رہی، صرف تھوڑا سا بیان نمبر اول و دوم کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے، جو مفصلہ ذیل ہے اور باقی سوالوں کے جوابات ان شاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم وپنجم میں حسب استعداد فقیر تحریر ہوں گے۔

**جواب:** سوال اول و دوم میں لکھا ہے، رسول اللہ ﷺ کی والدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے اور مسیح کی والدہ کو بشارت بھی دی گئی اور صدیقہ بھی کہا گیا لہذا کون شان میں افضل ہے۔

افسوس اب تک معترض کو معلوم نہیں ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک باتفاق جمیع المسلمین تمام انبیاء علیہم السلام پر کئی وجوہات سے زیادہ ہے اور فقیر ان شاء اللہ جلد چہارم میں نقشہ بنا کر دکھادے گا اور یہ جو معترض کے دل میں خیال گزرا ہے کہ جس کی والدہ کو پیشگی بشارت دی گئی اس کی شان زیادہ ہے اس کی نسبت انصاف فرمائیے کہ جس شخص کی نسبت بشارت روز میثاق سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی اس کا شان زیادہ ہوگا یا جس کی بشارت صرف ایک عورت کو دی جائے، یعنی ایک شخص کی نسبت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بشارت دی گئی ہو اور دوسرے شخص کی نسبت صرف ایک عورت ضعیفہ کو بشارت ملی ہو اب بتائیے کہ کس کی عزت و منزلت عند اللہ زیادہ ہوگی ان دلائل قاطعہ کے ثبوت دو تین آیات بھی تحریر کی جاتی ہیں تا کہ ناظرین کو یقین آجائے، وھو ہذا:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ﴾



یعنی جس وقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے کہ جسوقت دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر جب آئے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے ضرور اس کے ساتھ ایمان لاؤ اور ضرور مدد دینا الخ۔ جب تمام ارواح انبیاء نے اس پر اقرار کیا اور اس کی تائید پر یہ آیت ہے:

﴿ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾

یعنی جب ہم نے نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم کو بشارت دی اور کہا:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾

اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثناء کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہوں گے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ یعنی اے میرے حبیب تو نمازیوں میں پھرتا چلا آیا ہے۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ آپ کا خاندان آدم علیہ السلام سے لے کر جہاں کہیں آپ نے نکاح کیا ہے، وہ سب کے سب صادقین وموحدین ہوئے اور مائی مریم پر جب مخالفین نے الزام زنا وغیرہ لگایا تو خداوند کریم نے ان کی برأت بیان کی اور کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ وہ عفیفہ اور صادقہ ہے اور مائی آمنہ رضی اللہ عنہا پر تو کسی فرد نے کسی قسم کا الزام نہیں لگایا تو پھر خداوند کریم کو کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک بے ضرورت قصہ بیان کرتا اور بشارتیں دیتا باقی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم و پنجم وغیرہما میں کیا جائے گا فقط۔

"والسلام علی من اتبع الهدی"

☆☆☆☆☆

# خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن قدر خیراً وخیالا ۔ والشکر لمن صور حسنا وجمالاً
فرد صمدٌ عن الخلق صفة بریۃٌ ۔ رب ازلی خلق الخلق کمالاً
لاشبه ولا مثل ولا کفو لمولی ۔ لا ولد ولا والد لا عم وخالاً
لاضد ولا ند ولا حد لربی ۔ الآن کما کان ولم یلق زوالاً
لا مثل لمن صور مثلا ونظیراً ۔ من قال سوی ذلک قد قال محالاً
لا قبل ولا بعد ولا وقت زمانا ۔ لا مانع لا حاجب لله تعالاً
الاول والاخر والظاهر حقاً ۔ والباطن مولا ی ولا قیل وقالاً
اشهد بالله هو الواحد حقاً ۔ اشهد بالاحمد لله تعالی
فاصل علی افضل رسلٍ ونبی ۔ فی کل صباحٍ و مسآءٍ وزوالا
یا قوم لنا التوبة لیلاً ونهاراً ۔ والطاعة لله تقدس وتعالی
ان شئت من الخوف امانا وسلاما ۔ لاتلهو بما حرمه اللہتعالی
ان شئت من النار نجاتاً وفلاحا ۔ فاعبده یقینا بعدوٍ واصالا
طوبی لصلٍ بصفاءٍ وبصدقٍ ۔ قد یحصله القرب من الله تعالی
طوبی لمصلٍ بخضوعٍ وخشوعٍ ۔ من خشع فقد نال من الله منالا
هیهات لمن ضیع عمرا بهواء ۔ فسقا وفجورا و فسادا وخیالاً
هیهات لمن یرغب عن ذکر اله ۔ قد یجمع للنفس عذابا ووبالاً
یا رب فبارک للمصلین جمیعا ۔ علما وبیانا وجمالا وکمالا
کہو صل علی سیدنا احمد مرسل ۔ پہنچے شب معراج کو جو عرش سے بالا
ہوتا نہ اگر وہ نہ ہوتا کوئی موجود ۔ نور اس کے سے پیدا ہوئے سب ادنیٰ و اعلیٰ
بعد اس کے ابوبکر پہ رحمت ہو خدا کی ۔ تھا جان سے اور مال سے جو عاشق والا
بعد اس کے عمر پر کہ وہ تھا شمع فروزاں ۔ گھر دین آنے سے ہوا جس سے اجالا
عثمان پہ بعد اس کے کہ تھا جامع قران ۔ جو علم وحیا جو د کا تھا لو لوئے لا لا
بعد اس کے علی پر کہ وہ تھا حید کرار ۔ خیبر کو کیا فتح بیک آن لے بھالا
اور خیر نساء فاطمہ زہرا پہ ہو رحمت ۔ جس گوہر عفت کو پیغمبر نے تھا پالا
بعد ان کے حسن اور حسین آل نبی پر ۔ صلوٰۃ خداوند تواتر و توالا
عمین شریفین جو حمزہ و عباس ۔ رحم اللہ علیہم رضی اللہ تعالیٰ
یا رب فبارک للمصلین جمیعا ۔ علما وبیانا وجمالا وکمالا

بارک اللہ لنا ولکم فی القران العظیم ونفعنا وایاکم بالایات والذکر الحکیم انہ تعالیٰ جواد کریم ملک بررؤف الرحیم "

" جلسہ کند و باز استادہ خطبہ ثانی بخواند "

" الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ واحبابہ وبارک وسلم ☆ اللھم اغفر لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم و الاموات برحمتک یا ارحم الراحمین ☆ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من اعرض عن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم عباد اللہ رحمکم اللہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآءِ ذی القربی وینھی عن الفحشآءِ والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ☆ واذکرو اللہ یذکرکم وادعوہ یستجب لکم ولذکر اللہ تعالیٰ اعلی واولیٰ واعز واجل واتم واھم و اعظم واکبر۔

تمت



☆☆☆☆☆

# حصہ ہفتم

## از فتاویٰ:

## مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت **نظام الدین** صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

نحمدہ' ونصلی علی رسولہ الکریم

**سوال:** وتر میں کتنی رکعتیں ہیں اور اس میں کتنے سلام ہیں؟

**جواب:** وتروں کی نماز تین رکعت ہیں اور تیسری رکعت تشہد کے بعد سلام ہے چنانچہ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے اور یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر ہے، وھو ہذا:

"قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرھن"

(نقل از فتح القدیر باب الوتر)

فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ سلام پھیرتے تھے مگر اس کے آخر میں اور ایسا ہی نسائی میں ہے کہ آپ دو رکعت وتر میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ ابوداؤد و ترمذی وطحاوی وابن ماجہ وفتح القدیر باب الوتر میں بایں طور حدیث صحیح مذکور ہے کہ آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ معوذتین پڑھتے اور تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور موطا میں عطاء بن یسار سے نیز حدیث بایں طور مذکور ہے:

"قال ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب"

یعنی کہا عطاء نے کہ فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے اور اجماع مسلمانوں کا بھی اسی پر ہے کہ وتروں کی نماز تین رکعت ہے، وھو ہذا:

"حدثنا حفص حدثنا عمرو عن الحسن قال اجتمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی اخرھن"

**نوٹ:** وتروں کی دوسری رکعت میں آپ کی ذات تشہد بیٹھا کرتے تھے چنانچہ کتاب مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۸ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشہد رواہ ابویعلی ومسلم ص ۲۹۳ فی کل رکعتین التحیۃ الحدیث" فقط

خادم شریعت عفی اللہ عنہ ۱۲

حسن بصری سے روایت ہے کہ اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ نماز وتروں کی تین رکعتیں ہے اور نہ سلام پھیرا جائے مگر آخر رکعت میں:

(نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۲ و طحطاوی و فتح القدیر)

اور کہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے: "**الوتر ثلث کالمغرب ـــــ الخ**" یعنی وتر تین رکعت ہے مثل نماز مغرب کے:

(نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۲)

باقی ذکر اس کا اول جلد میں سے مطالعہ کریں، فقط۔

**سوال :** نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

**جواب:** برائے دفع کسی حادثہ ومحاربہ کے مستحب ہے ورنہ اس کے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کی ذات بابرکات نے بھی صرف ایک ماہ برائے دفع شرارت مخالفین یہ دعا پڑھی اور بد دعا کی، وھو ہذا۔

"**عن عبداللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ قال لم یقنت رسول اللہ ﷺ فی الفجر قط الا شہراً واحداً لانہ حارب حیاً من المشرکین یدعوا علیہم**"

(نقل از فتح القدیر باب الوتر)

یعنی آپ کی ذات نے نہیں دعا قنوت کو پڑھا کبھی نماز فجر میں مگر ایک ماہ تک اس واسطے کہ آپ محارب ایک قبیلہ مشرکین کے ساتھ تھے۔ دعا قنوت کو پڑھا اور دعا کی ان پر فقط۔

**سوال :** نماز قصر یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا کتنے میلوں پر حکم ہے جواب احادیث صحیحہ سے دو؟

**جواب :** سفر کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تر مذہب یہ ہے کہ تین یوم کی مسافت گھر سے ہو تو نماز کو قصر کرے چنانچہ حدیث موطا امام محمد ومعانی الآثار میں ہے:

"**اخبرنا مالک حدثنا نافع انہ کان یسافر مع ابن عمر البرید فلا یقصر الصلوۃ قال محمد اذا خرج المسافر اتم الصلوۃ الا ان یرید مسیرۃ ثلثۃ ایام کوامل بسیر الابل و مشی الاقدام فاذا اراد ذلک قصر الصلوۃ حین یخرج من مصرہ ویجعل البیوت خلف ظہرہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ**"

روایت ہے نافع سے کہ وہ سفر کرتے تھے حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک برید تک تو نماز کو قصر نہیں کرتے تھے۔ برید ایک پڑاؤ کو بولتے ہیں جو کہ ۱۲ میل سے زائد نہ ہو اور کہا امام محمد نے کہ جب مسافر گھر سے نکلے تو قصر نہ کرے مگر جبکہ تین دن کے سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اتنی مسافت ہو کہ اونٹ لادا ہوا ہو اور اس کے ساتھ آدمی آرام سے چل کر تین یوم میں پہنچ جائے

جس کی مسافت کا اندازہ ۳۶ میل کا ہوتا ہے اور قصر کرے جب کہ نکلے گھر سے پیٹھ دے اس کو اور یہی قول ہے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نافع سے روایت ہے:

"ان عبداللہ بن عمر کان اذا خرج الی خیبر قصر الصلوۃ"

یعنی جب نکلتے عبداللہ بن عمر طرف خیبر کے جو ۹۶ میل ہے تو نماز کو قصر کرتے اور ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ فرمایا آپ نے کہ مقیم مسح کرے موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث مذہب حنفیہ کی حجت ہے اور اگر کسی شخص نے سفر میں پندرہ یوم کسی جگہ مقام کرنا ہو تو نماز قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اور اگر اس سے کم رہنا ہو تو قصر کرکے پڑھے یعنی دو رکعتیں فرض پڑھے چنانچہ کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۱۳۹ اور صاحب طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ وھو ہذا:

"حدثنا ابو حنیفۃ حدثنا موسی بن مسلم عن مجاھد عن عبداللہ بن عمر قال اذا کنت مسافرا فوطنت نفسک علی اقامۃ خمسۃ عشر یوماً فاتم الصلوۃ وان کنت لا تدری فاقصر الخ"

یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اطمینان سے اور تو مسافر ہو اور نیت کرے تو پندرہ یوم اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اگر نہیں جانتا تو کہ کب جائے گا تو قصر کر اس کو:

"اذا قدمت بلدۃ وانت مسافر و فی نفسک ان تقیم خمسۃ عشر یوما و لیلۃ فاکمل الصلوۃ بھا وان کنت لا تدری متی تظعن فاقصر ھا الخ"

اور علاوہ اس کے کہا امام ابی شیبہ نے کہ اگر کوئی نہ جانے کہ کب یہاں سے روانہ ہوں گا وہ نماز میں قصر ہی کرے اگرچہ گزر جائے اس پر ایک سال اور جب مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چار رکعت ہی پڑھے لیکن نیت چار کی نہ کرے اور موطا امام محمد صفحہ ۷۸ میں ہے:

"اخبرنا مالک اخبرنا نافع عن ابن عمر انہ اذا کان یصلی مع الامام بمنی یصلی اربعاً واذا صلی لنفسہ صلی رکعتین قال محمد و بھذا نأخذ اذا کان الامام مقیما والرجل مسافرا وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی علیہ"

روایت ہے نافع سے کہ ابن عمر چار رکعتیں پڑھتے تھے امام کے ساتھ اور جب تنہا ہوتے تو قصر کرتے نماز کو اور کہا امام محمد نے اسی پر ہے عمل ہمارا جب امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور نماز کے قصر کرنے پر قرآن مجید بھی شاہد ہے چنانچہ پارہ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے:

**نوٹ:** مذہب حنفی میں مسافر کے لئے دو رکعتیں فرض ہیں اس سے زائد پڑھنی گناہ اور باطل ہے۔ چونکہ اس پر اجماع ہے اور ہمارے علماء نے اس کو فجر پر قیاس کیا ہے اور امام شافعی نے صوم پر اور حالانکہ یہ باطل ہے اور آیت کا جواب ﴿فلا جناح علیہ ان یطوف بھما﴾ میں ہے۔ فقط خادم شریعت

الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ حتی رأینا فی التلول الخ "

(نقل از بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ کہا اذان دینے لگا موذن آپ کی ذات کا وقت ظہر میں تو فرمایا آپ نے انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سخت گرمی جوش ہے آگ جہنم سے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھو نماز کو اور تاخیر کی آپ نے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا الخ اور اسی کتاب میں بروایت ابو ہریرہ بایں طور مذکور ہے:

" انہٗ قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ ...... الخ "

یعنی فرمایا آپ نے جس وقت سخت گرمی ہو تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو اور نیز بخاری پارہ ۳ ابرد بالظہر میں ابی ذر غفاری سے بایں طور حدیث مذکور ہے۔

" قال کان مع رسول اللہ ﷺ فی سفرٍ فاراد المؤذن ان یؤذن للظہر فقال النبی ﷺ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فی التلول فقال النبی ﷺ ان شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ ...... الخ "

یعنی کہا ہے راوی نے کہ تھے ہم رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں پس چاہا موذن نے کہ اذان دے ظہر کی تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے، پھر چاہا کہ اذان دے تو فرمایا اس سے کہ ٹھنڈے وقت میں دے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔ پھر فرمایا نبی علیہ السلام نے بے شک سختی گرمی کی جوش جہنم سے ہے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو۔ پس ان دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا آخر وقت دو مثل تک رہتا ہے کیونکہ موذن نے اپنی عادت مالوفہ پر اول وقت میں اذان دینا شروع کیا تو آپ نے اس کو بار بار روکا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ نظر آنے لگے تو آپ نے اس کو اجازت دی اور فرمایا کہ آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ گرمی کے موسم میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ نماز میں اچھی طرح دل لگ جائے اور خضوع وخشوع سے نماز ادا ہو جائے اور حدیث مسلم اس پر شاہد ہے، وہو ہذا:

" عن عبداللہ بن عمر ان النبی ﷺ قال وقت الظہر اذا زالت الشمس وکانت ظل الرجل کطولہٖ ما لم یحضر العصر ووقت عصر ما لم تصفر الشمس ووقت صلوٰۃ المغرب ما لم تغب الشفق ووقت صلوٰۃ العشاء الی نصف اللیل الاوسط ووقت الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس اخرجہٗ مسلم وقویم "

یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے وقت ظہر کا جب ڈھلے آفتاب اور ہو جائے سایہ مرد کا اس کی لمبائی کے برابر یہاں تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور نہیں جاتا وقت عصر کا جب تک کہ نہ زرد ہو آفتاب اور وقت نماز مغرب کا جب تک کہ نہ غائب ہو زردی پچھم کی اور وقت نماز عشاء کا پوری آدھی رات تک اور وقت نماز صبح کا

طلوع فجر سے جب تک نہ طلوع کرے آفتاب اور نماز فجر کو پوری سفیدی میں پڑھنا افضل ہے چنانچہ موطا امام محمد مجتبائی دہلی، قدیم صفحہ ۴۹ میں حدیث مذکور ہے:

"عن رافع بن خديج ان رسول الله صلى الله عليه واله واصحابه وسلم قال اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر اخرجه اصحاب السنن"

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا ہے پیغمبر خدا ﷺ نے خوب سفیدی میں پڑھو نماز فجر پس اس کا پڑھنا سفیدی میں بڑا ثواب رکھتا ہے الخ۔ پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز فجر کو اسفار میں پڑھنا اور نماز ظہر اور عصر کو اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے ہاں اگر موسم گرما میں گرمی کی شدت ہو تو اس وقت دوسری مثل میں نماز ادا کرنا بہتر ہے چنانچہ حدیثوں سے صاف صاف ثابت ہو چکا ہے اور علاوہ اس کے اختلاف سے بھی بچاؤ ہوگا اور قرآن مجید میں ہے:

"فاستبقوا الخيرات لقوله تعالىٰ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا"

بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے مقررہ اوقات میں فقط۔

**سوال:** یہ پانچ نمازیں ہیں اور پانچ اوقات کا ثبوت قرآن مجید سے دو کیونکہ فرقہ چکڑالوی اس بات کا منکر ہے۔

**جواب:** بے شک قرآن مجید میں ان ہر دو مسئلوں کا ذکر بہت جگہ پر ہے لیکن اس جگہ صرف دو آیتیں حوالہ کے طور پر تحریر کردی جاتی ہیں وھو ہذا:

﴿ حافظوا على الصلوة والصلوة الوسطى ﴾

نگہبانی کرو نمازوں کی اور نماز درمیانی کی پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں کیونکہ چار عدد کا وسط ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر پانچ عدد ہونگے تو پھر پانچواں عدد چار کا وسط ہو جائے گا چنانچہ آیت اس کی صاف تفسیر کر رہی ہے، وھو ہذا قولہ تعالیٰ:

﴿ فسبحن الله حين تمسون وحين تصبحون ، وله الحمد في السموت والارض وعشيا وحين تظهرون ...... الخ ﴾

پس پاکی و تقدس کرو اپنے رب کی جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو کیونکہ آسمان اور زمین میں واسطے اللہ ہے تعریف کے لائق اور اپنے رب کو یاد کرو جب کہ تم کو عشاء اور ظہر و نماز عصر، و نماز عشاء و مغرب اور ہو جب کہ تم کو وقت ظہر۔ پس ان ہر دو آیات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نمازیں بھی پانچ ہیں۔ یعنی وقت نماز صبح و نماز ظہر و نماز عصر و نماز عشاء و مغرب اور ایسا ہی عبداللہ چکڑالوی نے اپنے رسالہ صلوٰۃ القرآن صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اور وہ عبارت اس کی یہ ہے "نمبر

دو فرض، ظہر چار فرض عصر چار فرض، مغرب تین فرض، عشاء چار فرض، جمعہ دو فرض عیدین دو فرض تہجد دو نفل فقط'' باقی ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی اور جلد میں ہوگا۔

**سوال:** آذان نماز کب سے شروع ہوئی اور کس طرح ہوئی اور اس کا ثبوت کیا ہے جواب دو؟

**جواب:** اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مکہ معظمہ (۱) میں شروع ہوئی اور بعض نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں اور صحیح تر یہ ہے کہ جب آپ کی ذات بابرکات مکہ سے مع صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور دن بدن اسلام میں ترقی ہونے لگی تو صحابہ نے بطور مشورہ آپ کی ذات سے کہا کہ اب اس امر میں نہایت تکلیف ہے کہ لوگوں کو ہر نماز کے لئے خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ آوازیں دیں اور بلائیں اور ایک وقت معین پر ہر ایک کے لئے اس طرح دشوار ہے سو کوئی ایسی چیز ہو جس کو سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں اور نمازیں اکٹھے ہو کر ادا کر لیں تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی، کسی نے کہا بلند مکان پر آگ جلائی جائے اور اس کو لوگ دیکھتے ہی دوڑ کر آ جائیں اور بعض نے کہا ناقوس بجایا جائے اور بعض نے کہا سینگ، غرضیکہ یہ رائیں بھی صحابہ میں پاس نہ ہوئیں کیونکہ ان چیزوں میں مشابہت غیر مذاہب مثل یہود و نصاریٰ کے پائی جاتی ہے لیکن آپ نے حکم ناقوس بنانے کا کر دیا اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ آپ نے ناقوس کو بھی منع کیا ہے لیکن روایت ابوداؤد کی اس پر شاہد ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ تم ناقوس بنا لو تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہایت غمناک ہو کر چلے آئے اور خواب میں اس کو کلمات سکھائے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تصدیق اور تائید کی اور فرمایا آپ نے کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ میرے صحابہ کو سرحق الہام ہوتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن عبد اللہ بن زید بن عبد رب قال لما امر رسول اللہ ﷺ بالناقوس یعمل لیضرب بہ للناس بجمع الصلوٰۃ طاف بی وانا نائمٌ رجل یحمل ناقوساً فی یدہٖ فقلت یا عبداللہ اتبع الناقوس قال وما تصنع بہ فقلت ندعوا بہ الی الصلوٰۃ قال افلا ادلک علی ما ھو خیر من ذٰلک فقلت لہٗ بلیٰ فقال تقول اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسول اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسول اللہ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الفلاح ☆ حی علی الفلاح ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ لا الٰہ الا اللہ ☆ ثم استاخر عنی غیر بعیدٍ ثم قال تقول اذا اقمت الصلوٰۃ اللہ ☆ اکبر اللہ اکبر ☆ اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان محمدا رسول اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسول اللہ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الفلاح ☆ حی علی الفلاح ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ لا الٰہ الا اللہ ☆ فلما اصبحت اتیت رسول اللہ

(۱) جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں ایمان لائے تو آواز بلند اذان دلائی گئی، نقل از حملہ حیدری کتاب شیعہ فقط

فاخبرته' بما رایت فقال انها لرؤیا حق انشآء اللہ فقم مع بلالٍ فالق علیه ما رایت فلیؤذن فانه اندی صوتاً منک اقمت مع بلالٍ فجعلت القیه علیه و یؤذن به قال فسمع ذلک عمر بن الخطاب وهو فی بیته فخرج یجرردآءه' ویقول والذی بعثک بالحق یارسول الله لقد رایت مثل الذی اری فقال رسول الله ﷺ فللّٰه الحمد (رواہ ابوداؤد)

(کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۲۰۱ وفیوضہ صفحہ ۳۰)

عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنائے جانے کا حکم فرمایا کہ نماز میں جمع ہونے کے لئے لوگوں کے اس کو بجائیں تو مجھے ایک شخص خواب میں دکھائی دیا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا اے خدا کے بندے کیا یہ ناقوس بیچتا ہے اس نے کہا اس سے تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر چیز بتاؤں تجھ کو میں نے کہا ہاں اس نے کہا پہلے چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ پھر دو مرتبہ اشهد ان لا اله الا الله اور دو دفعہ اشهد ان محمدا رسول الله اور دو دفعہ حی علی الصلوة اسی طرح دو دفعہ حی علی الفلاح، پھر دو دفعہ الله اکبر اور ایک دفعہ لا اله الا الله کہو، یہ کہہ کر وہ شخص تھوڑی دیر مجھ سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگا، جب جماعت کھڑی ہوئے تو پہلے دو مرتبہ الله اکبر کہو اور پھر دو ہی دفعہ اشهد ان لا اله الا الله کہو، پھر دو دفعہ اشهد ان محمدا رسول الله اور دو دفعہ حی علی الصلوة اور اسی طرح حی علی الفلاح کہہ کر دو دفعہ قد قامت الصلوة کہے اور پھر الله اکبر دو دفعہ کہے اور لا اله الا الله پس جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اس خواب کو جو میں نے دیکھا تھا، بیان کیا آپ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے اگر اللہ نے چاہا، تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر کہ جو کچھ دیکھا ہے اس سے سکھلا اور بتا تا کہ بلال ان کلموں کے ساتھ اذان دے کیونکہ بلال تجھ سے آواز میں زیادہ ہے پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہی لفظوں کو بتانا شروع کیا بلال ان لفظوں سے اذان دیتے تھے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب گھر میں سے یہ آواز سن کر اپنی چادر سنبھالتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے اے رسول خدا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ عبداللہ نے خواب میں دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شکر ہے کہ میرے اصحاب پر حق الہام ہوتے ہیں اور بخاری میں اس طرح پر ہے

"کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیحتمعون الصلوة لیس ینادی لها فتکلموا یوماً فی ذلک"

یعنی جب آئے مسلمان مدینہ منورہ میں پس وقت ٹھیراتے نماز کا پس نہ اذان دی جاتی تھی واسطے اس کے پس انہوں نے کلام کیا ایک دن اس میں پس کہا بعض نے بنا لیا جائے ناقوس نصاریٰ کے اور کہا بعض نے بوق، پس کہا حضرت عمر نے نہیں مقرر کرتے تم آدمی جو پکارے ساتھ نماز کے پس فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے اے بلال کھڑا ہو اذان دے ساتھ

نماز کے اور اذان کا ثبوت قرآن مجید میں ہے، چنانچہ سورہ جمعہ میں:

"اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ"

آیت لقولہ تعالیٰ

﴿واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوًا ولعبًا ذلک بانھم ...... الآیۃ﴾

یعنی جب پکارتے ہو تم طرف نماز کے پکڑتے ہیں اس کو ٹھٹھا اور کھیل اس سبب سے کہ وہ ایک قوم ہے نہیں سمجھتی۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اقامت میں بھی ہر ایک کلمہ کو اذان کی طرح تکرار کرے نہ کہ جیسا بعض فرقہ وہابیہ کا دستور العمل ہے۔

(ھکذا فی البخاری باب الاذان)

**سوال:** غیر مقلد کہتے ہیں کہ یہ تقلید حرام وبدعت ہے جو حنفی شافعی حنبلی مالکی وغیرہ میں ہے کیونکہ یہ چوتھی صدی کی نئی ہوئی ہے کیا یہ ان کی بات سچ ہے۔ انصاف سے جواب دو؟

السائل فضل الٰہی مستری وزیر آباد، محلہ لکڑ منڈی ۲۰ / نومبر ۱۹۱۹ء

**جواب:** تقلید دو قسم پر ہے (۱) تقلید مثل کفار و رسوم آباواجداد کے اور یہ تقلید بالکل حرام اور مردود اور شرک اور کفر ہے اور اس تقلید کی حرمت پر خود قرآن مجید شاہد ہے، لقولہ تعالیٰ: "ھذا ما وجدنا علیہ اباء نا" کیونکہ وہ بجز اس بات کے اور کوئی دلیل نہیں رکھتے اور اسی تقلید کو خود مولانا رومی صاحب نے بھی بدیں الفاظ رد کیا ہے:

## ﴿ابیات﴾

| | |
|---|---|
| بشنو ایں قصد بے تہدیدرا | تابدانی آفتِ تقلید را |
| آن مقلد صد دلیل و صد بیاں | برزباں آرد ندارد ہیچ جان |
| بس کہ تقلید است ایمان او | روئے ایماں راندیدہ جان او |
| بس خطر باشد مقلد را عظیم | از رہے ہزن زشیطان رجیم |
| خلق را تقلید او بر باد داد | ہفت صد لعنت بریں تقلید داد |

اور دوم تقلید انبیاء واصحاب کبار رضوان اللہ علیہم وائمہ دین شرح متین کی ہے اور یہ تقلید (۱) جس میں ہم بحث کرتے ہیں جائز بلکہ فرض ہے اور اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ﴾

ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر۔ آیت دوم لقولہ تعالیٰ:

﴿ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ﴾

یعنی اس شخص کی پیروی اور اتباع کر جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ آیت سوم لقولہ تعالیٰ:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾

اے رب ہمارے ہم کو راستہ گروہ مضبوط پر چلا جو انبیاء اور صالحین اور شہداء ائمہ دین کا ہے یعنی جس راستہ پر وہ چلے ہیں۔ آیت چہارم لقولہ تعالیٰ:

﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

پس پوچھ لو تم صاحب ذکر سے اگر تم لوگ ناواقف ہو۔ آیت پنجم:

﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کی پیروی کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔ پس ان تمام آیات بینات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقلید یعنی اتباع ہر ایک فرد کو لازم ہے کہ انبیاء وشہداء وائمہ دین شرح متین کی کرے اور اس میں کوئی قباحت نہیں اور اگر فرقہ وہابیہ یہ کہے کہ ہم لوگ تو اس تقلید کو جائز کہتے ہیں صرف تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کو حرام یا بدعت سمجھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ ائمہ اربعہ دین حق پر تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر ہم لوگ ان میں سے ایک امام کی تقلید کر لیں تو کیا ہم دین سے خارج ہو جائیں گے جواب دو۔ کیا یہ حکم خداوند کریم کا نہیں۔

﴿ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ﴾

یعنی اتباع کر اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ کیا آیت کریمہ سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی لو ہم صرف دو تین حدیثیں بھی بیان کر دیتے ہیں وہو ہذا۔

" عن بن مسعود قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر "

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو بعد میرے ابوبکر اور عمر کی اور حدیث دوم:

(۱) تقلید کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں چنانچہ کتب لغت اور کتاب حسامی مع نامی ص ۸۲ حاشیہ صفحہ ۵ میں بایں طور لکھا ہے التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما تسمعہ بقول او فی فعلہ علی زعم انہ محق بلا نظر و الدلیل الخ "خادم شریعت عفی عنہ"

" فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين "

حدیث سوم قولہ علیہ السلام:

" اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم "

یعنی فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا اتباع کرے گا وہی ہدایت پر ہوگا اور وہی اس کو جنت میں لے جائے گا۔ بس اب غیر مقلد صاحب فرمایئے کیا اب تقلید شخصی ثابت ہوئی یا نہیں۔ کیا امام صاحب تابعی تھے یا نہیں کیا دوسرے امام " خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم " کے مصداق ہیں یا نہیں جواب دو پس ہم مقلد لوگ ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں کیونکہ ائمہ اربعہ دین حق پر تھے صرف فرق ان کا فروعی مسائل میں تھا نہ اصول دین میں اور ان ائمہ دین کی تقلید تو بڑے بڑے علمائے دین شرع متین نے کی ہے چنانچہ امام بخاری و مسلم و صاحب ترمذی و نسائی و عبداللہ بن مبارک و صاحب فتح القدیر و شامی صاحب ہدایہ و صاحب قدوری و قاضی خاں و عالمگیر و حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ غرضیکہ تمام ائمہ دین و مفتیان شرع متین سب کے سب اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے چلے آئے ہیں اور صاحب نبراس صفحہ ۸ بحوالہ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ باب ۳ فصل ۵ مطبوعہ مطبع نظامی سے بایں طور لکھا ہے:

" وطريقة هذا كله مذهب حنفي و شرعة حقه "

اور صاحب نبراس نے صفحہ ۸ و فتح المبین صفحہ ۳۸۱ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف سے اس طرح امام بخاری کے بارہ میں لکھا ہے

" و من هذا القبيل محمد بن اسمعيل البخاري فانه معدود في طبقات الشافعية الى ان قال واستدل شيخنا العلامة على ادخال البخاري في الشافعية بذكره في طبقاتهم و كلام النووي الذي ذكرناه شاهد له "

اسی قبیلہ سے ہیں محمد بن اسمٰعیل بخاری پس تحقیق وہ شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ سے اور جن علماء نے ان کو ذکر کیا ہے طبقات شافعیہ میں ان میں سے ایک تاج الدین سبکی ہیں اور کہا اس سبکی نے تحقیق اس نے فقہ سیکھی اور حمید نے امام شافعی سے اور دلیل پکڑی ہمارے شیخ علامہ نے اوپر داخل کرنے بخاری کے علمائے شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری کے طبقات شافعیہ میں اور کلام نووی کا جس کو ذکر کیا ہم نے اس کا شاہد ہے اور قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۸ و ۳۱ مطبوعہ مطبع نولکشور میں اس طرح لکھا ہے:

" قال الشيخ تاج الدين سبكي ذكره "

یعنی " البخاری ابوعاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ " کہا شیخ تاج الدین سبکی نے ذکر کیا اس کو یعنی بخاری کو ابوعاصم نے بیچ طبقات ہمارے اصحاب شافعیہ کے اور باقی ائمہ محدثین کے مقلد ہونے کے دلائل مفصل طور پر ان شاءاللہ تعالیٰ جلد پنجم میں مذکور ہوں گے اور علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس تقلید مجید کو برا کہا ہے ان کو علمائے دین شرع متین نے فرقِ اہل ہوا یہ اور مبتدع گنا ہے چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے:

" وھذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعة وھم الحنفیون ومن کان خارجاً من ھذہ المذاھب الاربعة فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعة والنار "

یہ گروہ نجات حاصل کرنے والا ہے۔ آج کے دن جمع ہے چار مذاہب میں وہ لوگ حنفی، شافعی ومالکی وحنبلی ہیں اور جو ان چار مذاہب سے آج کے دن خارج ہوا وہ بدعتی اور دوزخی ہے اور عقد الجید صفحہ ۳۱، ۳۲ میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرنا گویا بڑی جماعت سے خارج ہونا ہے اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار "

(رواہ ابن ماجہ)

پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جس نے بڑی جماعت سے منہ پھیرا وہ جہنم کا ایندھن ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور جو اس جماعت کثیر سے ایک بالشت بھر خارج ہوا تو وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر جہنم میں جا پڑا اب صاحبان انصاف فرمایئے۔ کہ جماعت ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کثیر ہے یا فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کثیر ہے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی ہر دو انبیاء کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے اور آخر تک چلی جائے گی۔ اگرچہ دشمنان دین اس بات کو برا مانتے ہیں اور تقلید ائمہ اربعہ کی دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف میں صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں:

" وبعد المائتین وظھر فیھم المذھب المجتھدین باعیانھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھدٍ بعینه وکان ھذا ھو الواجب فی ذلک الزمان "

اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت اس سے کم آدمی تھے کہ مجتہدین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت اس سے کم آدمی تھے کہ مجتہدین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب تھی اور عقد الجید مترجم صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے

" ولما اندرست المذاھب الحقة الا ھذہ الاربعة کان اتباعھا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجاً عن السواد الاعظم "

جب وہ سچے مذہب والے ان چار مذاہب کے نیست و نابود ہو گئے تو ان کی پیروی کرنی

بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے اس لئے امام بخاری وابن تیمیہ وابن القیم شوکانی وامام نووی وخطابی وسیوطی وذہبی وقسطلانی وعلامہ عینی وملا علی قاری وشاہ رفیع الدین وشاہ عبدالحق محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز وغیرہ علمائے دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یکے بعد دیگرے جس قدر دنیا میں گزرے ہیں کسی نے تقلید سے قدم باہر نہیں رکھا باوجودیکہ یہ لوگ اپنی بزرگی وعلم میں کمالیت رکھتے تھے پس جبکہ ایسے ایسے علمائے دین مقلد ہو کر دین محمد رسول اللہ ﷺ پر جان نثار ہوئے تو ان بیچاروں کے کہنے سے کون صاحب تسلیم کر سکتا ہے اور اگر کوئی غیر مقلد کہے تو دکھائیں کہ کن کتب معتبر میں لکھا ہے ہم اس کے جواب پر تیار ہیں اور باقی جلد اول ودوم وسوم میں ملاحظہ کریں فقط۔

**سوال :** بیع سلم کی کتنی شرائط ہیں اور یہ جائز ہے یا نہیں اور رہن میں مرتہن کو نفع اٹھانا کیسا ہے۔

السائل چودھری پیراں دتہ از رنیسوال، ضلع لائلپور

**جواب :** بے شک بیع سلم جائز ہے اور اس پر قرآن مجید واحادیث وکتب فقہ شاہد ہیں، قولہ تعالیٰ: ﴿اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی﴾ الآیۃ حضرت ابن عباس نے کہا ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع سلم ایک معین مدت تک ذکر کیا اس کو صاحب نور الہدایہ اور شیخین نے اور اس کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) بیان کرنا مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو (۲) بیان اس کی نوعیت کا (۳) بیان اس کی صفات کا یعنی عمدہ ہے یا ناقص (۴) بیان مقدار پیمانہ معتبرہ سے (۵) ذکر مدت ادائیگی (۶) بیان مقام جہاں ادا کی جائے (۷) بیان مقدار راس المال۔

اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو بیع سلم ناجائز ہے۔

(نقل از قدوری و ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ)

اور مسئلہ رہن کے نفع اٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے، ہر دو صورت میں محققین کے نزدیک ناجائز ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر حدیث بیہقی شاہد ہے اور کتاب غایۃ الاوطار شرح در المختار جلد ۴ صفحہ ۲۰۸ میں بھی اسی طرح مذکور ہے:

"لا یحل المرتهن ذلک ولو بالاذن لانه ربو الخ"

اور مضمرات میں ہے اگر بکری گروی رکھے اور مرتہن کو راہن نے کہا کہ بکری کا بچہ کھاؤ اور دودھ پیو، پس اس طرح مرتہن پر کوئی تاوان نہیں اور اسی طرح صاحب باغ نے مرتہن کو اجازت اس کے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کر کے کہا کہ مرتہن کو اجازت اس کے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کر کے کہا کہ مرتہن کو نفع ناجائز اگرچہ اسے اجازت دو اور محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو باوجود اجازت نفع ناجائز ہے اور اس کو بیاج سمجھا اور مصنف نے اسے مکروہ تحریمی کہا اس سے اجتناب ضروری ہے، باقی مفصل ذکر جلد پنجم میں ہے فقط۔

**اعتراض :** از جانب میاں عمر الدین وزیر آبادی و عبد الجلیل سامری مصنف بوئے غسلین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں محرمات یعنی ماں بہن بیٹی سے نکاح کرنے سے حد لازم نہ ہوتا اگر چہ اس کو علم ہو۔

**جواب :** دروغ آدمی را کند بے وقار، افسوس ہے کہ معترض صاحب نے بہتان صریح و طوفان فتیح ائمہ دین مجتہدین خصوصاً فقہائے کرام احناف پر بلا سوچ سمجھے باندھا اور دروازہ فتنہ فساد پردازی و دغا بازی و جعلسازی و افتراء پردازی کا کھول دیا اور شب و روز اپنی عادت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے کی کر لی اور بمصداق ہمچوں دیگرے نیست اپنے آپ کو فاضل اجل سمجھ کر اہل حدیث ہونے کا نقارہ بجایا۔ اہل حدیثم و گرآ زخشا یم۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔

**شعر**

خدایا مفتری را روسیاہ کن　　　زقہر قہروان خود تباہ کن

معترض صاحب کو لازم تھا کہ بزرگان دین پر نکتہ چینی بے سوچ سمجھے نہ کرتے۔

نباشد نکتہ گیری آدمیت　　　کہ کار سگ بود آھو گرفتن

دوسری بات معترض کو یہ لازم تھی کہ اگر مطیع عبد الوہاب نجدی و ابن تیمیہ و برادر مولوی محی الدین صاحب نو مسلم بناری ومصنف بوئے غسلین ہو کر حسد، عداوت و تعصب کا گلے میں ہار اور دل میں نقش جمانا تھا اور شہر وزیر آباد اور اس کے گرد ونواح میں لوگوں کے دلوں میں فساد کا بیج بونا تھا تو ذرا عبارت اصلی کتب فقہ حنفیہ مع صفحہ تحریر کرنی چاہیے تھی تا کہ ناظرین کو اطمینان ہو جاتا اور لیاقت و استعداد علوم عربیہ یعنی قرآن مجید و احادیث شریف اور فقہ دانی کا راز اچھی طرح واضح ہو جاتا اور انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ تحقیق حق کا مدار اصول موضوعہ طبقات سبعہ مراتب مجتہد فیہ فقہائے کرام احناف پر ٹھہراتے اور جو علامات بزرگان دین نے فتویٰ دینے کی مقرر کی ہیں تحریر کرتے اور روایات مرجوعہ وغیرہ مشہور کا حال بیان کرتے اور روایات مرجوع مطروح وغیرہ مشہورہ کا حال بیان کرتے تا کہ کسی فرد و بشر کو چوں و چرا کا موقعہ نہ ملتا اور جو امر مختلف فیہ تھا ہر ایک پر واضح ہو جاتا لیکن معترض صاحب نے ان امور کو تو ترک کر دیا اور جلدی سے بے دھڑک امام صاحب کے مذہب پر اعتراض کر دیا۔ مصرع:

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو

اور معترض صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اگر عوام الناس میری من گھڑت بات سن کر لاعلمی کے باعث تسلیم کر لیں گے اور بزرگان دین پر لعن طعن شروع کر دیں گے تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا اور علاوہ ازیں یہ بات بھی صادق ہو جائے گی:

" الصدق ینجی و الکذب یھلک " اور بقول:

سنبھل کر رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں　　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

معترض صاحب نے شاید تصنیف یعنی الجرح علی ابی حنیفہ کی تردید کا مطالعہ نہیں کیا، جس میں ہمارے مکرم مکی مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب ایم اے حنفی نقشبندی توکلی ممبر انجمن نعمانیہ لاہور و مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب عالم باعمل و فاضل بے بدل بٹالوی نے ان بیہودہ سوالات کے دندان شکن جواب باصواب لفظ بلفظ دے دیے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

معترض صاحب ذرا بنگاہ غور دیکھئے اور پردہ تعصب کو گوش ہوش سے دور کر کے سنئے کہ کس قدر علمائے احناف کے قلم سے درفشانی و علم معانی کی فراست ظاہر ہو رہی ہے۔

عالموں کے دماغ کو پہنچو　　بے علم اتنا تیرا دماغ نہیں

دعویٰ تو فاضلیت کا ہے لیکن معلوم اتنا بھی نہیں کہ حد شرع کس کو کہتے ہیں اور تعزیر کس لئے ہوتی ہے اور مخالف ہو کر خلاف کرنا کس کو بولتے ہیں۔

جھوٹ کہنے سے تو باز آؤ خدا کے واسطے　　چپ رہو اب منہ نہ کھولو تم خدا کے واسطے

معترض! کتب فقہ میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات یعنی ماں، بہن، لڑکی، دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، رضاعی بہن، بھتیجی، پوتی، دہتی، بھانجی اور ساس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی محرمات ابدیہ کو حلال جان کر نکاح کرے تو اس کو قتل کر دینا چاہئے کیونکہ وہ شخص شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے۔

(ھکذا فی فتح القدیر و عالمگیر و قاضی خان و شرح وقایہ و ھدایہ و کنز وغیرہ باب المحرمات)

اور آپ کی عبارت تحریر شدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کو علم ہو کہ یہ میری ماں یا بہن ہے اور مسائل محرمات سے ناواقف ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام اور شبہ فی العقد میں آ کر اس نے نکاح کر لیا تو کیا معترض صاحب اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعزیر کا حکم لگا دیا تو اس میں کس حدیث کی مخالفت امام صاحب نے کی جب کہ تعزیر بالقتل بھی وارد ہے اور اس عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا نزدیک امام صاحب کے جائز ہے۔ بلکہ یہ تو ایک مسئلہ کی صورت پر مبنی ہے نہ یہ کہ محرمات سے نکاح کرنا درست ہے بلکہ اگر کسی شخص جاہل بے وقوف نے اپنی محرمات سے بلا علم بے علمی نکاح شبہ بالعقد کر لیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہئے جو کہ قاضی و حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہوگی۔ خواہ حاکم و قاضی اس کو سیاستاً قتل کرا دیں یا کوئی اور سزا مقرر کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

"ادرء الحدود بالشبہات"

کیونکہ شبہ بالعقد ہے اور شبہات سے شرعاً حد ساقط ہو جاتی ہے اور شبہ تین قسم پر ہوا کرتا ہے: شبہ فی المحل شبہ فی الفعل و شبہ بالعقد، پس یہ مسئلہ امام صاحب عین مطابق حدیث شریف کے ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے:

" ادفعوا الحدود عن عباد الله ما وجدتم له' مدفعاً "

اور ترمذی وبیہقی وحاکم نے یوں بیان کیا ہے:

" ادرء الحدود من المسلمین ما استطعتم "

معترض صاحب حدیث شریف سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شبہات میں حد کو ساقط کر دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص محارم سے بدون نکاح کے صحبت کرے تو بالاتفاق اس پر حد لازم ہوگی۔

(وهکذا فی کتب الفقه)

اور امام صاحب اور صاحبین میں نزاع صرف محارم فی العقد میں ہے نہ حلت وحرمت میں اور جو معترض صاحب نے حدیث بنابر تردید مذہب امام صاحب کے تحریر کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بی بی سے نکاح کیا اور اس کے لئے آپ نے حکم دیا کہ گردن اس کی ماری جائے اور مال اس کا لے لیا جائے، جناب من اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص احکام شریعت سے انکار کرتا تھا اس لئے اس پر حکم مرتد ہونے کا لگا دیا گیا تھا۔ کیونکہ مال چھین لینا اور گردن مارنا تو لوازمات کفریہ سے ہے نہ حد میں جیسا کہ اس حدیث کی شرح لمعات باب الحرمات میں مذکور ہے:

" کان الرجل اعتقد حله' وانکر حکم الشریعة فکان مرتداً فلذالک امر بقتله واخذ ماله "

اور جو آپ نے قتل کا حکم دیا تھا وہ صرف تعزیراً اور سیاستاً تھا جیسا کہ لواطت حیوانات وشراب خوری تا بار چہارم اور وزدی یعنی چوری تا بار پنجم میں ہے۔ حالانکہ بالاتفاق قتل ان امور میں حد شمار نہیں کیا جاتا اور ان میں صرف تعزیراً یا سیاستاً قتل کا حکم تصور کیا جائے گا اور زنا کی صرف دو حدیں ہیں۔ محصن کو سنگسار کرنا یہاں تک کہ مرجائے اور اگر غیر محصن ہو تو حد اس کی صرف سو درہ ہے اور علاوہ ازیں تعزیر قتل سے بھی ہو جاتی ہے۔

(وهکذا فی الدرالمختار)

اور فرق صرف حد وتعزیر میں یہ ہے:

" ان الحد مقدر والتعزیر مفوض الی رأی الامام وان الحد یدرأ بالشبهات والتعزیر یجب مع الشبهات "

پس معلوم ہوا کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہ سے واجب ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے " ادرءُ الحدود بالشبهات " معترض صاحب ذرا غور سے دیکھئے کس قدر امام صاحب کے مذہب کی تائید میں احادیث مبارکہ پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں اور آپ نے تو موافقت کا نام مخالفت رکھ دیا ہے حالانکہ اس میں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ شبہ عقد میں حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ

مشکوۃ باب الولی میں حدیث بطلان نکاح پر خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حد کو ساقط کر دیا اور تعزیراً حکم مہر کا مرد کے ذمہ لگا دیا، وہو ہذا:

" ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل باطل باطلٌ فلها المهر بما استحل من فرجها "

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت بدوں اذن ولی کے نکاح کر کے وطی کر لے تو اس پر حد نہ کی جائے گی اگر چہ یہ نکاح باطل اور نادرست ہوا اور قرآن مجید و فرقان حمید میں نکاح محرمات کے لئے کسی جگہ حد کا ذکر نہیں آیا اور نہ دیکھا گیا ہے ہاں اگر حدیث شریف میں اس مسئلہ کے بارے میں ذکر رجم یا سو درہ مارنے کا ہو چکا ہو تو بیان فرمائیں کہ ہم امام صاحب کے قول کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں اور بخدا وعدہ خلافی ہرگز نہ کریں گے لیکن جب ان کا قول ہر طرح موافق ہو تو پھر ہم کس طرح بلا وجہ مخالفت حق کی کر سکتے ہیں۔

**نوٹ:** اگر کسی صاحب کو اس کے علاوہ کوئی اور اس معاملہ پر اعتراض ہو تو ہم اس کا جواب باصواب ان شاء اللہ کسی دوسری جلدوں میں لکھیں گے فقط والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

**اعتراض نمبر ۲:** از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی بعد تشہد اگر قصداً و ارادتاً گوز مارے تو نماز کا صحیح اور تمام ہونا اور اگر بے قصد گوز مارے تو نماز کا ہونا بروایت ابی سعید کے برخلاف ہے۔

جواب: معترض صاحب! حق تو یہ تھا کہ پہلے قاعدہ اصول حنفیہ کا کسی حنفی سے معلوم کرتے اور سیکھتے تو یہ اعتراض نہ کرتے اور چاہئے تھا کہ صفحہ و اصلی عبارت کتب فقہ حنفیہ تحریر کرتے تاکہ ناظرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری　　　　بے صداقت آبروئے بدگماں ملتی نہیں

الغرض معترض صاحب آیئے اور اصلی عبارت کو دیکھئے جو کہ شرح وقایہ وغیرہ باب الحدث میں مذکور ہے:

" ولو حدث عمداً بعد التشهد او عمل ما ینافی الصلوة تمت "

یعنی اگر کسی نے بعد تشہد پڑھنے کے عمداً حدث کیا یا کوئی اور عمل منافی نماز کیا تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی۔ یعنی اس نماز کا اعادہ کرنا امام صاحب کے نزدیک ضروری نہیں۔ کیونکہ حدث منافی نماز نہیں اور خروج نماز بصیغہ اختیار خود فرض ہے اور لفظ سلام سے باہر آنا واجب ہے اور واجب کی ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے نہ فاسد اور اس کا اعادہ کرنا واجب (۱)۔ نہ فرض جیسا کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے:

" الحدث توضأ واتم خلافا للشافعی ولو بعد التشهد خلافا لهما فانه اذا قعد قدر التشهد تمت صلوته وعند ابی حنیفة لایتم لان الخروج بصنعه فرض عند الاستیناف افضل "

(۱) امام صاحب کے نزدیک افضل ہے۔ بشرطیکہ بعد از تشہد کے عمداً حدث کیا ۱۲

یعنی صاحبین کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے۔ اس لئے نماز کو بعد وضو تمام کرنا چاہیے معترض صاحب نے تو امام صاحب کے مذہب کو باطل کرنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن آخر الامر کچھ نہ بنا۔

یہ مذہب وہ نہیں کہ جسے تو بگاڑ سکے
کس وہم میں ہے اتنی تیری مجال نہیں

الغرض امام صاحب کا مذہب تو عین موافق قرآن کریم وحدیث شریف کے ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سکھایا آپ نے ان کو تشہد، پس جب پہنچا عبدہٗ ورسولہ تک تو فرمایا آپ نے کر تو نے ادا کر لیا اپنی نماز کو، اگر تو چاہے کہ کھڑا ہو تو کھڑا ہو اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدہٗ ورسولہ تک نماز ہے اور بفعل مصلی نماز سے باہر آنا فرض ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث بھی وارد ہے:

" عن علقمة عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لہ النبی ﷺ حین علمہ التشہد اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد تمت صلوتک اخرجہ ابو داؤد "

یعنی روایت ہے علقمہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کہ سکھایا ان کو تشہد کہ جب کہا تو نے عبدہٗ ورسولہ یا کیا تو نے بے شک تمام ہوئی نماز تیری روایت کیا اس کو ابوداؤد نے:

" وعن ابن عمر رفعہ اذا قضی الامام الصلوۃ قعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوتہ ومن کان خلفہ ممن اتم الصلوۃ اخرجہ ابو داؤد و الترمذی "

یعنی ابن عمر سے روایت ہے اور پہنچایا پیغمبر تک یعنی پڑھ چکا امام نماز اور بیٹھا اور پھر حدث کیا پہلے اس کے کہ بولا ہو پس بے شک تمام ہوئی نماز اس کی اور جو پیچھے ہو اس کے ان لوگوں سے تمام نے پایا نماز کو اور بایں الفاظ سنن ابوداؤد نے جامع الترمذی، وسنن وبیہقی ودار قطنی میں حدیث مذکور ہے:

" اذا قعد الامام فی آخر صلوتہ ثم حدث قبل ان یتشہد فقد تمت صلوتہ "

یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل التحیات پڑھنے کے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی، کیونکہ گوز مارنا منافی نماز نہیں بخلاف مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بدلیل تحلیلہا وتسلیمہا اور یہ عبارت کتب فقہ حنفیہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ نمازی نماز میں گوز مارا کرے اور نماز کو مخول اور لغو اور ذلیل سمجھا کرے ہم لوگ تو ایسے ناشائستہ فعل کے مرتکب کو زندیق وملحد بدکردار وکافر جانتے بلکہ مسجد میں گوز مارنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ مسئلہ تو مبنی ایک بات پر تھا کہ اگر کسی شخص سے یہ فعل ناشائستہ بعد از ادائے فرض وارکان کے ہو جائے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی، کما مر فافہم۔

شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو
دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

**اعتراض نمبر ۳:** از جانب مولوی عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری: جو شخص طلوع الشمس سے پہلے ایک رکعت صبح کی پڑھ چکے پھر سورج نکل آئے تو نماز کا نہ ہوتا۔

**جواب:** مثل رقیب مجھوٹے کے ہم آشنا نہیں جو راست راست بات ہو کہہ دیں ہزار میں

معترض صاحب جو آپ نے حدیث بیان کی ہے اس کے معنی امام نووی نے شرح مسلم میں اس طرح ذکر کئے ہیں:

"اذا ادرک من لا یجب علیه الصلوة رکعة من وقتها لزمته تلک الصلوة وذلک فی الصبی یبلغ والمجنون والمغمی علیه یفیقان والحائض والنفساء وتطهران والکافر یسلم ومن ادرک من هؤلاء رکعة قبل خروج الوقت لزمته تلک الصلوة"

یعنی اگر نابالغ بالغ ہو جائے اور مدہوش ہوش میں آجائے اور عورت حیض ونفاس سے پاک ہو جائے اور کافر مسلمان ہو جائے دراں حالیکہ وقت نماز سے اس قدر پائیں کہ ایک رکعت پڑھ سکیں تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہو جائے گا اور علاوہ اس کے یہ معنی ہیں:

"اذا ادرک المسبوق مع الامام رکعة کان مدرکا لفضیلة الجماعة بلا خوف"

(مسلم جلد اول صفحہ ۲۲۳)

اور علاوہ اس کے اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ بھی کیا ہے۔ جیسا کہ درالمختار میں مذکور ہے:

"ان الامام الطحاوی قال ان الحدیث منسوخ بالنصوص الناهیة وادعی ان العصر یبطل ایضا کالفجر"

اور اگر معترض اعتراض کرے کہ بوقت طلوع آفتاب نماز کو پڑھ لیا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث مخالف حدیث مسلم کے ہو جائے گی:

"ووقت صلوة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک من الصلوة فانها تطلع بین قرنی الشیطن"



پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت نماز صبح کا طلوع آفتاب تک رہتا ہے اور طلوع آفتاب کے مابین نماز کو نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ آفتاب طلوع کرتا ہے مابین دو قرن شیطان کے اور حدیث مسلم عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے تین وقت میں نماز پڑھنے سے سخت منع کیا ہے یعنی بوقت طلوع آفتاب و بوقت زوال و بوقت غروب آفتاب یہاں تک کہ غروب ہو جائے پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وقتوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ یہ حدیث منسوخ نہیں تو میں کہتا ہوں اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے تو تعارض سے خالی نہیں ہو گی کیونکہ بعض حدیثوں میں پڑھ لینے کا حکم آیا ہے اور بعض میں ممانعت کا حکم ملتا ہے پس بوقت تعارض دونوں حدیثوں پر عمل کرنا محال ہو گا تو اس وقت جس حدیث کو

قیاس ترجیح دے گا اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ لمعات میں تحقیق مذکور ہے:

" وحکم تعارض الحدیثین الرجوع الی القیاس والقیاس رجح حکم ھذا لحدیث فی صلوۃ العصر وحکم نھی فی صلوۃ الفجر کما ذکرنا "

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ حدیث شریف سے تین وقت میں نماز پڑھنے کی جب ممانعت پائی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ صبح کی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر پڑھے تو اس کی نماز نزدیک امام صاحب کے نہیں ہو سکتی اور عصر کی نماز اسی صورت پر ہو جاتی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ بناء کامل کی ناقص پر نہیں ہو سکتی اور بناء ناقص کی ناقص پر ہو جاتی ہے۔

کیونکہ وقت نماز عصر کا مائل بغروب ہونے سورج کے مکروہ تحریمہ ہوتا ہے اور وقت صبح کا طلوع ہونے تک کامل رہ جاتا ہے پس اس لئے وہ نماز صبح کا سورج نکلنے پر عدم جواز کا حکم دیا گیا اور عصر کی نماز کا آغاز بوقت تحریمہ نماز بعد ادائے غروب آفتاب کے مع کراہت تحریمی کے حکم جواز کا دیا گیا ہے فافہم۔

**اعتراض نمبر ۴:** از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسماعیل وولاوری: امام صاحب کا مذہب ہے اگر عورت دعوی کرے کہ فلاں مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور گواہ قائم کر دے اور قاضی فیصلہ کر دے کہ یہ اس کی عورت ہے تو اس کو جائز ہے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے اگرچہ حقیقت میں نکاح نہیں کیا ہوا۔

بقلم میاں عمر الدین وزیر آبادی مسجد بریوالی مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۱۶ء

جواب: معترض صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی استاد فقیہ سے علم فقہ کا کوئی سبق نہیں پڑھا اور نہ کسی اہل اللہ کی مجلس اختیار کی ہے اور محض سنی سنائی باتوں کو دل میں جما لیا ہے اور اعتراض مذہب حنفیہ پر بے دھڑک کر دیا ہے۔

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت ۔۔۔ تو بس ساری کتابوں کو اک جاہل دھو کے پی جاتا

سبحان اللہ معترض کی عبارت آرائی اور معنی فہمی و استعداد علمی کا اچھی طرح حال کھل گیا۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور اس جگہ بھی معترض صاحب نے اصلی عبارت کو ترک کر دیا اور عبارت اول و آخر سے دور کر دی اور اپنے خیال کے موافق معنی کر لئے اور ناظرین خود اصلی عبارت کو دیکھ کر انصاف فرما سکتے ہیں، وھو ہذا:

" وان شھد شاھدان علی امراۃ بالنکاح بمقدار مھر مثلھا ثم رجع فلا ضمان علیھما و کذلک اذا شھدا باقل من مھر مثلھا "

**نوٹ:** اعتراض یوں ہونا چاہئے تھا کہ مرد نے ایک عورت پر یوں دعوی کیا کہ فلاں عورت نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور اس پر دو شاہد جھوٹے قاضی کے پیش کر دے الخ۔

یعنی جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا اور گواہ اس امر کی شہادت دے دیں اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جائے پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں تو ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائے گا اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہوگی ...... الخ۔ معترض صاحب سے پہلے بھی یہی اعتراض امام طحاوی صاحب نے بلفظ بعض الناس کہہ کر امام صاحب پر کیا تھا اور اس کا جواب فی دفع الوسواس سے لے کر زیر زمین سکوت کا سبق ملائکہ سے پڑھ کر خواب استراحت میں سو گئے۔ اگر شک ہو تو صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی النکاح میں مطالعہ کریں اور بعض الناس فی دفع الوسواس صفحہ ۱۲ کو غور سے دیکھ کر راہ راست پر آجائیں اور بخاری (۱) کے بخار سے نجات پائیں۔ معترض صاحب آپ کو معلوم ہوگا کہ نزدیک علمائے احناف عقود و فسوخ میں حکم قاضی کا ظاہراً و باطناً نافذ ہوا کرتا ہے جس کی دلیل امام طحاوی معانی الآثار جلد دوم کتاب القضاء و حق نبی عجلان اور بیوی اس کی کے فیصلہ کر دیا تھا اور چنداں اس عبارت کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مسئلہ کو مولوی نور بخش صاحب نے اپنی تصنیف اقوال الصحیحہ میں بصیغہ بسیط ذکر کر دیا ہے لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہ بھی چند الفاظ درج کئے دیتا ہوں:

" لهذا المسئلة المبنية على شئ اخر وهو ان قضآء القاضى بالعقود والفسوخ كالنكاح والطلاق والعتاق بشهادة الزور ينفذ ظاهرا او باطنا عند الامام واحتج فى ذلك كما قال شمس الائمة فى المبسوط بما روى ان رجلا ادعى على امراة نكاحا بين يدى على رضى الله تعالىٰ عنه واقام شاهدين فقضى على بالنكاح بينهما فقالت المراة لم يكن بديا امير المؤمنين فزوجنى منه فانه لانكاح بيننا فقال على رضى الله تعالىٰ عنه شاهد اک زوجا فقد طلبت منه الخ "

یعنی یہ مسئلہ ایک قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح و طلاق و عتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے اور اسی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کیے پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا اس پر اس عورت نے عرض کیا یا امیر المومنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا، پس عورت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس کو زنا سے بچائیں بدیں طور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں مگر آپ نے وہ درخواست منظور نہ فرمائی پس اس صورت

(۱) بخاری علیہ الرحمۃ کے اس بخار غضبی سے نجات پائیں ۱۲

میں اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعوی کرے یا عورت نکاح یا ئن طلاق کا جھوٹا دعوی کر دے اور وہ گواہ پیش قاضی قائم کر دے اور قاضی نکاح وطلاق کا حکم کر دے تو یہ حکم اس کا ظاہر و باطن ان دونوں کے حق میں بعد ثبوت گواہاں نافذ ہوگا اور اسی طرح ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور اگر معترض نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی دیکھنی ہو تو اقوال الصحیحہ فی جواب جرح علی ابی حنیفہ صفحہ ۳۹ اور رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس کو مطالعہ کرے۔

**نوٹ :** اگر میاں عمر الدین اس کے بعد اور کوئی اعتراض کرے گا تو ان شاء اللہ تعالی ہم اس کا جواب باصواب دوسری جلدوں میں دیں گے اور اسے اور اس کے ہم مذہبوں کو ذرا اپنی کتابوں کو بھی ٹٹولنا چاہئے کہ ان میں کیا کچھ تحریر ہے آیے معترضین ذرا بگوش ہوش اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی کچھ سن لیجئے اور پھر انصاف سے جواب دیجئے ، وہو ہذا: صحیح ہو چکا ہے علی مرتضی سے اور عمر فاروق سے کہ انہوں نے فتوی دیا کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

(بعینہ عبارت نقل از فیض الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲۱ صفحہ ۵ ۱۱ سطر ۱۲)

فرمایئے کہ کیا اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ اگر عورت منکوحہ موطوءہ مر جائے تو اس کے بعد اس کی لڑکی پچھلے خاوند کی جنی ہوئی اس سے نکاح کرنا درست اور صحیح ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور رسالہ تحفۃ المومنین مطبوعہ نولکشور لکھنو صفحہ ۱۷ سے حضرت مولانا العلامہ الحاج احمد رضا خان صاحب مجدد مایہ حاضرہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور فتوی غیر مقلدین مثل مولوی نذیر حسین صاحب آنجہانی مرحوم و قربان علی بانسوی وحیدر علی و عبدالحی و قنوجی وغیرہ کا نقل اپنے رسالہ الحیر الشہابی مع علی تدلیس الوہابی صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے وہو ہذا:

”پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے“

جامع الشواہد میں میں ایک دوسرے غیر مقلد کا فتوی منقول ہے کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے۔ خود جناب نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک وقت میں فتوی دیا تھا کہ دودھ کے چچا کے بھتیجی روا ہے۔ کلکتہ سندریا پٹی سے ۱۳۱۷ھ میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتوی کی رو سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور واقعی۔

گر ببیں مفتیاں و ابن فتوی    دختر و مادر حلال خواھد شد

اب فرض کیجئے کہ انہی فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلدہ عورت وہابیہ تحلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کی طرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال و شیر مادر سمجھ لیا۔ یا جانے دیجئے یہ فتوی نئے ہیں تو غیر مقلدوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک جورو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتاب جان سے فرمایا یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز

بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کرلے غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہیں چاہئے۔ اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کر ساری شریعت پر عمل حاصل ہو غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں، کہا اے ناداں لڑکی مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کرلیں پھر بعد کو اعلان کردیں گے چنانچہ دوسرا نکاح ہو گیا دو پہر کو تیسرے غیر مقلد تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نہیں ہوتا۔ حدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا ہے میں دو گواہوں کو لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کرلے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کی اتباع کرتے ہیں۔

اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا پڑا لہذا یہ تیسرا نکاح کرلیا تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تم میری کفو نہیں نسب میں بہت گھٹ کر ہے کہا کیا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اسے تو پوری شریعت پر چلنا پڑا غرضیکہ چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی نزاکت سے چلکے کہ بیٹی تو اب کنواری ہے ہمارے بڑے گرو ابن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدۂ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں ہی مذہبوں کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرایا یہ کہہ کر پانچویں باران سے نکاح کرلیا اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچویں کی اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا صحیح حدیث نے مجبور کیا وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لئے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بیچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے ردکی جارہی ہے اور اگر وہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اپنی اپنی جورو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری، مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی، پانچوں مذاہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے سچے ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کرلیجئے کہ:

در پدی رانی مہا جوانی ارجن کی ناری
پانچوں پنڈے تن کو بھوگیں اپنی اپنی باری
کہو یہ کون دھرم ہے۔ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم''

بعینہ فقط۔

اب مہربانی فرما کر میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی عبد الجلیل و علم الدین ساکن ونی وفرقہ غیر مقلدین کے علماء ان مسئلوں کا جواب باصواب اسند صحیح دیں ورنہ تقلید شخصی پر عمل کریں اور علاوہ ان کے ایک غیر مقلد کے فتویٰ کی نقل میرے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ دو بہنوں سے ایک وقت نکاح درست ہے۔

**سوال:** از جانب مولوی محمد ابراہیم وغیرہ از حافظ آباد: مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمارے مذہب اہلحدیث کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہئے اور ان کو بڑا بھائی جاننا چاہئے یہ محض حنفیوں کا افتراء ہے اور تعصب ہے جناب اس لئے گذارش ہے کہ آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب تحریر کریں تاکہ تسلی ہو۔

**جواب:** بے شک ان کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل نے بایں طور حدیث (۱) ''اکرموا اخاکم'' کے ذیل میں لکھ مارا ہے اور یہ ان کے مطالعہ نہ کرنے کا قصور ہے یا خود جان بوجھ کر اپنے خیالات فاسدہ کو چھپاتے ہیں لیکن ہم کب چھپنے دیتے ہیں وھو ہذا:

''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا، انبیا، امام و امام زادہ پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے الخ'' ثمن جسہ۔

اب ناظرین ذرا انصاف فرمائیے کیا رسول اللہ ﷺ بڑے بھائی جیسی شان رکھتے ہیں۔ کیا تمہارا ایمان اور عقل یہ اجازت دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھنا چاہئے اور ان کی ایک بڑے بھائی جیسی ہی تعظیم کرنی چاہئے خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے اور علاوہ اس کے ابن عبد الوہاب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار وغیرہ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے بت لات وعزیٰ کفاروں کے تھے اور عبارت عربی بعینہ جلد سوم میں مع ترجمہ تحریر ہو چکی ہے جس صاحب کا جی چاہے دیکھ لے اور ان کے اعتقاد اور ایمان کو سمجھ کر ان کی دانست سے اجتناب کرے۔

☆☆☆☆☆

---

۱: عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ افتخار دہلی صفحہ ۶۰ پر ہے ۱۲۔

# بحث شیعہ

**سوال :** شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت مولیٰ علی مشکل کشاء سے خلافت جبراً چھین لی تھی اور نیز خاتون جنت سے باغ فدک کو بھی غصب کر لیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیت کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھا (نعوذ باللہ منہم ) کیا یہ باتیں سچ ہیں۔ قرآن مجید اور معتبر کتب شیعہ سے جواب دو؟

الراقم فقیر اللہ بخش از متے ہٹی ، علاقہ ملتان

**جواب :** یہ محض ان لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں اور بالکل بے حقیقت جو کچھ دل میں آیا فوراً بے سوچے سمجھے بزرگوں کے حق میں کہہ دیا:

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائیں گے    دیکھ لیں گے آج اس کی کیا سزا کل پائیں گے

دراصل بات یہ ہے کہ خلافت حق صحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو بحکم خداوند لایزل و کمیٹی صحابہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملی اور باایمان وعدل وانصاف شریعت محمد رسول اللہ ﷺ پر پورا پورا عمل کیا اور صراط مستقیم پر ہر ایک نے یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر روضۃ الجنت میں دائیں و بائیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام فرمایا اور یہ مسئلہ قرآن مجید وکتب فریقین سے بالکل ظاہر اور واضح ہے اور اس کا ذکر جلد اول میں بھی کتب شیعہ سے تحریر کر دیا گیا ہے اور اس مقام پر بھی چند آیات بینات ومعتبر کتب شیعہ سے فقیر عبارتیں بطور سند تحریر کر دیتا ہے تاکہ ناظرین کو یہ یقین آجائے کہ ان کی کیا شان ہے اور اس مسئلہ کا فیصلہ خداوند کریم نے جس طرح کیا ہے اور معترضین بھی ضد وعناد کی پٹی چشم دل سے کھول کر بنظر غور دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ یہ آیات بینات کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

(سورۃ شوریٰ پ ۲۵)

اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے اور جس وقت کہ غصے میں ہوتے ہیں بخش دیتے ہیں اور وہ لوگ کہ قبول کیا انہوں نے واسطے رب اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشاورت سے ہے درمیان ان کے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ☆ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾

(سورۃ توبہ پ ۱۱)

یعنی آگے بڑھ جانے والے ایمان لانے سے، پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہو اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کیے واسطے ان کے باغات بہشت کہ چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والی ہیں بیچ ان کے یہ مراد پانا ہے بڑا۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ، فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾

(پارہ چہارم)

اور مشورہ کر ان سے بیچ کام کے پس جب تو قصد کرے پس بھروسہ کر اوپر اللہ کے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ ﴾

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کیے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا۔ وقولہ تعالیٰ

﴿ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ﴾

(سورۃ فتح پ ۲۶)

وہ اللہ جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تا کہ غالب کرے اس کو اوپر تمام دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا محمد رسول اللہ ﷺ رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سخت اوپر کفار کے رحمدل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضا مندی اس کی اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ہے ان کی بیچ انجیل کے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴾

(پ ۵)

**نوٹ:** آیت السابقون سے مہاجرین وانصار اور ان کی اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ جنتی اور اعلیٰ درجہ کا ایماندار فرمایا ہے اور اس کے مصداق بھی صحابہ کرام ہیں۔ فقط خادم شریعت عفاعنہ۔

اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔

ان آیات بینات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حکومت و خلافت کی بنا شوریٰ یعنی مشورہ اجماع اصحاب مہاجرین وانصار مسلمین پر منحصر تھی سو یہ بات کسی فرد اہل علم پر مخفی نہیں کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اور فضیلت اصحاب مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہ کی بایں طور ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے افعال حسنہ صادر ہونے پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو کر جنت میں جا بسے اور جو شخص اجماع صحابہ سے منکر ہو اس کا مقام دوزخ ہوا اور ان آیات کی تفسیر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں بھی اسی طرح بیان فرمائی ہے اور معتبر کتاب شیعہ اخبار (۱) ماتم جلد اول مطبوعہ حسینی رامپوری صفحہ ۲۶۰ میں ہے:

"فلما خرجوا من عنده علیه السلام فی مرضه و بقی عنده العباس والفضل وعلی اهل بیته خاصة فقال العباس یا رسول الله ﷺ ان یکون هذا الامر فینا مستقرا من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب علیه فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی"

اور علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے اصحاب ثلاثہ منافق ہو کر مرے نعوذ باللہ یہ خیال بالکل باطل ہے اور فاسد ہے کیونکہ قرآن مجید سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ اے حبیب ﷺ تیرے شہر میں ہم کوئی منافق نہ رہنے دیں گے اور نہ ہی کوئی تیرا ہمسایہ منافق ہو گا اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر کوئی شخص برخلاف شریعت یعنی حکم تیرے کے کام کرے گا تو ہم اس کو تیرے شہر سے جلد نکال دیں گے اور ملعون بنا کر قتل کرا دیں گے سبحان اللہ اصحاب ثلاثہ تو ان کی عنوان نبوت و حیات مبارک سے لے کر اب تک آپ کے روضہ طیبہ اور شہر میں دائیں اور بائیں رونق افروز ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

"لئن لم ینته المنافقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینک بهم ثم لا یجاورونک فیها الا قلیلاً ملعونین، اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً"

البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے بیماری ہو اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر یعنی مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے بیچ اس کے مگر تھوڑے دن لعنت مارے جہاں پائے

(۱) علاوہ اس کے کتاب حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ نولکشور سند معتبر شیعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ ہزار بار دعائیں اللہ تعالیٰ نے میری قبول فرمائی ہیں لیکن تیری خلافت کو اللہ تعالیٰ اس مقام پر قبول نہیں فرماتا چونکہ بعد میرے یہ تیرا حق نہیں فقط۔ اب شیعہ صاحبان جواب دیں۔ خادم شریعت عفی اللہ عنہ

جائیں پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں خوب قتل کرنا اور وہ خط حضرت علی علیہ السلام کا جو کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھا گیا تھا وہ یہ ہے:

" ومن كتاب له عليه السلام الى معاويه انه بايعنى القوم الذين بايعوا ابابكر و عمر وعثمان وعلى ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد انما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك الله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين ولاه الله ما تولى ولعمرى يامعاوية لئن نظرت بعقلك دون هواك لتجدنى ابرا الناس من دم عثمان ولتعلمن انى كنت فى عزلة عنه الا ان تتجنى فتجن ما بدا لك والسلام "

(کتاب نہج البلاغۃ صفحہ [illegible]، مطبوعہ ایران و مصری صفحہ [illegible] جلد دوم)

بے شک اس قوم نے مجھ سے بیعت کی ہے جس نے ابا بکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی، اسی امر خلافت پر کی ہے اب نہیں کسی شخص حاضر اور غائب کو یہ اختیار کہ اس امر کو رد کرے اور علیحدہ کوئی رستہ اختیار کرے کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار سے محکم ہو چکا ہے۔ پس جس شخص کو انہوں نے اجتماع یعنی کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے۔ پس اگر نکالا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاؤ اس کو طرف اس کے جس سے وہ بھاگا ہے۔ پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اور نہ پیروی کرنے راستے مومنوں کے پھر پہنچا دے گا اللہ اس کو پسندیدہ بات پر اور قسم مجھے عمر بخشنے والے میرے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے خیال کرے تو پائے گا تو بڑا بری تمام آدمیوں سے خون عثمان سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر تو ثبوت پائے اور سلام اور دوسرا خط حضرت امیر المومنین کا یہ ہے جو کہ بنام امیر معاویہ اس کے جواب میں لکھا ہے:

" واما ( ) ذكرت منازل الخلفاء وفضائلهم فنقول نحن وجدنا افضلهم فى دين الله ابابكر العتيق والصديق ثم عمر فاروق الذى لا يخاف فى الله لومة لائم ثم ذى النورين عثمان الذى يستحى منه الملائكه ولعمرى ان مكانهم فى الاسلام لعظيم فرحمهم الله وجزاهم احسن ما عملوا "

یعنی اے معاویہ تو مجھ کو خلفاء کے فضائل یاد دلاتا ہے ہم نے ان کو یعنی مراتب سب خلفاء سے ابوبکر صدیق کو دین میں افضل پایا پھر عمر فاروق جاری کرنے احکام دین میں کہ کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے تھے اور پھر ذی النورین کہ ان سے فرشتے مقرب بھی حیا کرتے تھے مجھے۔ اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفاء مذکورہ کا بڑا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اچھا اجر

یہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ اصفہانی مولوی سلطان محمود شیعہ نے جز ۱۴۰ میں لکھا ہے۔ ۱۲ خادم شریعت۔

ان کو میں اور قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قنبرہ اور سودان ہیں جو اس وقت حضرت عثمان کے گھر میں ہی قتل کیے گئے یعنی محاصرہ میں اور وہ مصریوں میں سے تھے اور باقی محاصرین وغیرہ نے توبہ کرلی اور تو حامل کے ہاتھ پر بیعت کرلے۔

(نقل از شرح نہج البلاغۃ اور کتاب احقاق الحق)

امام جعفر علیہ السلام سے شیخین کی بایں طور تعریف ہے:

" هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق وماتا على الحق رحمهماالله تعالىٰ الىٰ يوم القيامة "

وہ دونوں امام عادل تھے یعنی ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما صاحب انصاف تھے اور دونوں حق پر تھے اور دونوں حق پر گزرے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن اور کتاب معتبر شیعہ تحفۃ الاشعریہ مطبوعہ یوسفی مقصد اول صفحہ ۴۳۷ بروایت کشف الغمہ میں ہے:

" سئل امام ابوجعفر عليه السلام عن حلية السيف هل يجوز فقال نعم الصديق نعم الصديق تحلى ابوبكر الصديق سيفه فقال الراوى اتقول هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يكن له الصديق فلا صدق الله فى الدنيا و الأخرة "

کسی نے امام جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے سے نقش ونگار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے بے شک ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا وہ صدیق تھے جو آپ کہتے ہو پس آپ غصہ میں آ کر مکان سے اچھلے اور فرمایا صدیق ہاں صدیق جوان کو صدیق نہ جانے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ جانے اور جواب دربارہ باغ فدک موضع خیبر کے نزدیک تین منزل مدینہ طیبہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا تھا اور آپ اس کو مال فئ کے طور پر سال بسال بوجہ مال غیر منقولہ ہونے کے اقرباء و مساکین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں تقسیم کردیا کرتے تھے اور آپ کی ذات بابرکات کو تین وجہ سے مال حاصل ہوا کرتا تھا یا تو مال غنیمت جو کہ جنگ وجدل وبجبل قہر وغلبہ سے یا مال فئ جو صلح وبغیر فوج کشی کے پس اگر یہ باغ فدک مال غنیمت میں تصور کریں یا مال فئ میں تو ہر دو صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباہی اس کے حقدار نہ ہوں گے بلکہ جملہ اصحاب مہاجرین وانصار و یتیم ومسکین بھی قیامت تک حقدار رہیں گے چنانچہ قرآن مجید ان ہر دو صورت میں صورت مال کی تقسیم اور مستحقین کے لئے مفصل بیان کرتا ہے، وہو ہذا، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ ﴾

(پ ۱۰)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جانو تم یہ جو کچھ کہ لوٹ لو کسی چیز سے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابتیوں رسول کے اور واسطے یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مال فَیْ کی تعریف و تقسیم بایں طور اللہ نے فرمائی ہے :

﴿وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ الخ﴾ ، ﴿مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ـــ الآية﴾

(پ ۲۸)

اور جو کچھ پھر لایا اللہ او پر رسول اپنے کے ان میں اور نہیں دوڑائے تم نے او پر اس کے گھوڑے نہ اونٹ ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے رسولوں اپنے کو او پر اس کے جسے چاہتا ہے الخ جو کچھ پھر لایا اللہ او پر رسول اپنے کے اور بستیوں والوں سے واسطے خدا کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے اور اس کے آگے یوں فرما دیا ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے اور مال اپنے سے چاہتے ہیں فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اس کے رسول کو یہ لوگ وہی ہیں سچے اور علاوہ اس کے خود کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ مال گروہ انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک دے دیا تھا اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا امیر المومنین خلیفہ پر راضی ہو گئی تھیں چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ العقل والجہل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق اور اس کی شرح شافی میں ہے :

" ان الانبياء لم يرثوا درهماً ولا ديناراً وانما يرثوا احاديثهم فمن اخذ بشي منها فقد اخذ حظاً وافرةً "

" ازینها ہر چہ باقی مانده اگرچہ ترک است دراں حکم ترکه نیست "

اور کتاب فریقین میں بات بھی ظاہر ہے کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے خلیفہ اول کی طرف ایک قاصد بھیجا اور اپنے دروازے پر بلا کر باغ فدک کے بارہ میں گفتگو روبرو اپنے خاوند و ابن عباس کے خلیفہ اول سے کی اور ابوبکر صدیق نے یہ حدیث ان کے جواب میں بیان کی :

" قال رسول الله ﷺ لا نرث ولا نورث ماتر كناه صدقة "

اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی سنی ہے یا نہیں تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے